علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد، شعبہ فکر اسلامی وتاریخ وثقافت کی جانب سے اشاعت کی باضابطہ منظوری
بحوالہ چٹھی نمبر F.No.82-58/2016-F&-ISL/T M.Phil/1294 Dated 30/07/2018

منہج دعوتِ نبوی ﷺ

شخصی کردار کی اہمیت وتاثیر

www.KitaboSunnat.com

نظر ثانی
ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد سجاد
علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد

تالیف
شوکت علی شوکانی
پی ایچ ڈی سکالر

ناشر
المكتبة الإسلامية
غلہ منڈی دھم تھل ظفروال ضلع نارووال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com
www.kitabosunnat.com

علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد، شعبہ فکر اسلامی و تاریخ و ثقافت کی جانب سے اشاعت کی باضابطہ منظوری
بحوالہ چٹھی نمبر F.No.82-58/2016-F&-ISL/T M.Phil/1294 Dated 30/07/2018

منہج دعوتِ نبوی ﷺ

شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر

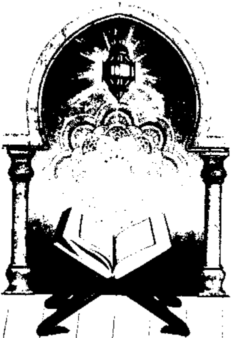

تالیف
شوکت علی شوکانی
پی ایچ ڈی سکالر

نظرثانی
ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد سجاد
علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد

ناشر
المکتبۃ الإسلامیۃ
غلہ منڈی دھمتھل ظفروال ضلع نارووال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

دینی مدارس اور یونی ورسٹیز کے شعبہ دعوت وارشاد کے لیے

منہج دعوتِ نبوی ﷺ

شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر

تالیف
شوکت علی شوکانی
پی ایچ ڈی سکالر

نظرثانی
ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد سجاد
علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد

سرورق.............................ظہیر الدین بابر
کمپوزنگ.......................محمد شفیق
اشاعتِ اول.......................فروری 2019ء
قیمت.............................650/ روپے

ناشر
المكتبة الإسلامية
غلہ منڈی دھم تھل ظفروال ضلع نارووال
0345-6694758 0300-7529196

کتاب ملنے کا پتا
مکتبہ دانیال غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
0333-4276640 042-37660736

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست

- پیش لفظ 15
- اظہارِ تشکر 29
- مقدمہ 31
- ا۔موضوع کا تعارف 32
- ۲۔موضوعِ تحقیق کی اہمیت 33
- ۳۔موضوعِ تحقیق کا بنیادی سوال 35
- ۴۔موضوعِ تحقیق کے فرضیات 35
- ۵۔مقاصد تحقیق 36
- ۶۔سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ 36
- ۷۔اسلوبِ تحقیق 37
- ۸۔تقسیم عنوانات 38

باب اوّل: دعوتِ دین میں منہجِ دعوت کی اہمیت
کتاب سنت اور سیرت طیبہ کی روشنی میں

فصل اول: منہج دعوت کا مفہوم

- منہج کا لغوی معنی ومفہوم 42
- منہج کا اصطلاحی مفہوم 43
- لفظ دعوت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم 44
- منہج دعوت سے مراد؟ 46
- منہج اور اسلوب میں فرق 48

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

۞ میدانِ دعوت میں شخصی کردار بطورِ منہج و اسلوب.......... 49

فصل دوم: رویے اور نفسیات کے تناظر میں دعوت دین علم جدید کی روشنی میں

۞ رویے (Behaviour) کا مفہوم.......... 50
۞ نفسیات (Psychology) کی تعریف اور اس کا مفہوم.......... 51
۞ دعوت میں علم نفسیات کا استعمال بطورِ کرداری سائنس.......... 52
۞ علم نفسیات کے تناظر میں فرد کی ذہنی، جسمانی اور شخصی نشو و نما کا.......... 53
۞ دعوت میں شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر کے اصول.......... 54
۞ دعوت میں علم نفسیات بطورِ معاشرتی سائنس.......... 57
۞ دعوت میں مدعوین کی نفسیات، حالات اور رویے کا لحاظ.......... 58
۞ انفرادی مزاج کا لحاظ اور دعوتِ دین.......... 59
۞ قرآن مجید سے چند انفرادی دعوت کے نمونہ.......... 60
۞ سامعین کی علمی استعداد کا لحاظ.......... 64
۞ مدعوین کے مخصوص حالات اور سماجی مجبوریوں کو پیشِ نظر رکھنا.......... 65
۞ منہج دعوت میں سامعین کی ضروریات کا لحاظ.......... 71
۞ لوگوں کی پرانی عادات اور معمولات کا لحاظ.......... 73
۞ سامعین کی ثقافتی صورتِ حال کا لحاظ.......... 74
۞ موجودہ عالمی صورتِ حال کے تناظر میں دعوت.......... 75
۞ منہجِ دعوت میں مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا لحاظ.......... 79

فصل سوم: منہج دعوت کی اہمیت قرآنِ مجید کی روشنی میں

۞ قرآنِ مجید بنیادی طور پر دعوت کی کتاب ہے.......... 84
۞ قرآن مجید میں دعوت کی فضیلت و اہمیت اور تاثیر.......... 89

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- قرآن مجید اور منہجِ دعوت میں حکمت کا اصول 94
- حکمت کے معنی اور اس میں وسعت 98
- قرآنِ مجید میں اسلوبِ دعوت و تبلیغ 100
- جذبات اور عقل و خرد کو اُبھارنا 103
- قرآن مجید میں دل و دماغ کو مخاطب کرنے میں اعتدال 104
- قرآنِ مجید کا منہجِ دعوت میں اصولِ تدریج 107
- مختلف کاموں میں تدریج کا اصول 108
- منہجِ دعوت میں الموعظۃ الحسنہ اور جدال بالاحسن کا اصول 111

فصل چہارم: منہجِ دعوت کی اہمیت حدیث کی روشنی میں

- عمل دعوت کی ضرورت واہمیت 116
- منہجِ دعوت کی اہمیت حدیث کی روشنی میں 124
- منہجِ دعوت کے اصول وضوابط حدیث کی روشنی میں 126
- شفقت اور خیر خواہی، نہ کہ سرزنش اور رسوائی 129
- نبی اکرم ﷺ کا اسلوبِ دعوت 130
- منہجِ دعوت میں عقل وشعور کا لحاظ حدیث کی روشنی میں 132
- منہجِ دعوت میں اسلوبِ بیان کے مختلف طریقے حدیث کی روشنی میں 132
- ۱۔ جمع کے لفظ سے مخاطب ہونا 133
- ۲۔ عام طرزِ گفتگو 133
- ۳۔ امید اور استفہام کا انداز اختیار کرنا 136
- ۴۔ تاریخی واقعات اور ضرب الامثال بیان کرنا 138
- تاریخی واقعات کو بیان کرنے کی شرائط اور مثالیں 139
- قرآن مجید میں تاریخی واقعات 140

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- حدیث اور تاریخی واقعات 141
- منہجِ دعوت میں ضرب الامثال اور ان کے اصول قرآن و حدیث کی روشنی میں . 142
- قرآن مجید کی مثالیں 142
- حدیث نبوی میں سے چند مثالیں 145
- پُر مزاح اسلوب 146
- دورانِ تقریر سامعین کی طرف رُخ کرنا اور مناسبت حرکت کرنا 147
- منہجِ دعوت میں مختلف اسلوب خطاب 149
- گفتگو زیادہ طویل نہ ہو، تکلف، تصنع اور ذو معنی الفاظ کا استعمال نہ ہونا 150
- عمل دعوت کی تاثیر کو غیر مؤثر کرنے والے اعمال اور ان سے اجتناب 151
- اپنی اپنی شخصیات اور جماعتوں کی بجائے دعوت صرف اللہ اور رسول 152
- منہجِ دعوت کے اصول وقوانین کی مخالفت سے پیدا ہونے والی صورتحال 156
- پہلی غلطی: کسی معین یا غیر معین فرقے کی دعوت 156
- دوسری غلطی: منہجِ دعوت میں کسی بزرگ یا لیڈر کی طرف دعوت دینا 158
- تیسری غلطی: منہجِ دعوت کو کسی ایک کام تک محدود کر دینا 161
- منہجِ دعوت کی اصلاح کے چند اصول حدیث کی روشنی میں 163
- مدعوین کے سابقہ حالات کو نہ چھیڑا جائے 164
- اگر کوئی شخص کسی عالم کے فتوے پر عمل کرے تو اُسے منع نہ کیا جائے 165
- منہجِ دعوت میں ایک غلط رجحان کی اصلاح 166

فصل پنجم: منہجِ دعوت کی اہمیت سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

- داعی کی شخصیت، مقام و مرتبہ اور صفات 167
- اخلاص وتقویٰ 169

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- مضمونِ دعوت کو اچھی طرح سمجھنا 173
- صبر و بردباری 176
- عفو و درگزر 180
- عاجزی اختیار کرنا اور لوگوں سے مل جل کر رہنا 183
- منہجِ دعوت میں داعی کا حسنِ اخلاق اور فراخ دلی 187
- سیرت النبی ﷺ اور حسنِ اخلاق 188

باب دوم: دعوتِ دین میں شخصی کردار (القدوة الشخصية) کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں

فصل اول: انبیاء ﷺ کی سیرت و کردار کے نمونے

- انبیاء علیہم السلام کی سیرت و کردار کے نمونے 192
- منہجِ دعوت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت و کردار کے دو نمونے 193
- پدرانہ شفقت کے جذبات کو پوری قوت اور خلوص کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے 195
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت میں مخاطب کی نفسیات کا لحاظ اور دلائل 197
- دعوت کا دوسرا نمونہ: ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت فطرت انسانی اور حقائق 198
- ابراہیم علیہ السلام کا منہجِ دعوت میں ذہانت، قوت گفتار اور مخاطب کی 200
- دلی جوش اور اُمنگ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تذکرہ کرنا دعوت 201
- منہجِ دعوت میں داعی کے دل کی آواز موقع و مناسبت کی جستجو نہیں کرتی 202
- منہجِ دعوت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے شخصی کردار اور طرزِ تبلیغ کا ایک نمونہ 203
- ایک انوکھا ماحول جس میں حضرت یوسف علیہ السلام نے دعوت دی 205
- شخصی کردار کی تاثیر اور حسنِ سیرت کی بنیاد پر یوسف علیہ السلام جیل میں بھی 207

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- داعی کا موقع سے فائدہ اُٹھانا، حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر سے قبل 208
- داعی کی گفتگو کا آغاز انتہائی دل کش ہو، حضرت یوسف علیہ السلام نے بڑی 209
- مرغوب اور پسندیدہ چیز کے ذکر سے طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے 210
- داعی کا سبک رفتاری کے ساتھ بات کا رُخ اپنے مقاصد کی طرف پھیر دینا 210
- حضرت یوسف علیہ السلام نے صدیوں کا سفر لمحے میں طے کر لیا 211
- داعی کا الہامی کلام کے اعجاز سے فائدہ اُٹھانا جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام 212
- ایک ایسے داعی کا طریق کار جو اللہ کی طرف سے الہام کی نعمت سے 213
- منہجِ دعوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت و کردار اور طرزِ تبلیغ کا نمونہ 213
- دعوت میں داعی کی ایمانی اور جسمانی قوت کی کاوش 214
- اللہ کا محبوب ترین بندہ مبغوض ترین بندے کے پاس جاتا ہے 215
- ظالم و جابر فرعون کے ترکش کا آخری تیر اور داعی کی ثابت قدمی 217
- داعی کا ذمہ منوانا نہیں، صرف بات پہنچانا ہے 219
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے نپٹنے کا طریق کار 220
- منصب نبوت اور سیاسی قیادت میں فرق 220
- موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ روح کا تابناک نمونہ 222
- ایک راہ شناس مبلغ کس طرح ایک بڑی مہم سر کرتا ہے 222
- دل توڑنے والی باتیں 224

فصل دوم: رسول اکرم ﷺ کی شخصیت و کردار کے نمونے (القدوة الحسنة)

- کوہِ صفا پر آپ کی دعوت کا ایک نادر نمونہ 227
- منہجِ دعوت میں اس بات کی وضاحت از حد ضروری ہے کہ عالم محسوسات 230
- پیغمبرانہ تعلیمات سے عربوں کی دوری بڑی مشکلات کا سبب تھی 232

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- نبی ﷺ نے ایسی قوم کو مخاطب فرمایا جس کو دین کی الف بے بھی نہیں 233
- انبیائے کرام علیہم السلام معمولی اشیاء سے بڑے دوررس نتائج نکالتے ہیں 234
- نبی ﷺ عرب تھے، عربوں کے مزاج اور عادات سے واقف تھے 235
- بسا اوقات اندرونی دشمن بیرونی سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے 236
- حق کی آواز صحیح موقع پر 236
- عرب منصف مزاج، بہادر اور سچے لوگ تھے 237
- سارا مسئلہ ایک نادیدہ عالم پر ایمان لانے کا تھا 238
- انبیاء کوہِ رسالت کی چوٹی پر ہوتے ہیں وہ عالم محسوس اور عالم غیب 238
- ایک حقیقی خطرہ جس کو مکہ والوں نے فراموش کیا ہوا تھا 239

منہجِ دعوت میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت و کردار

(القدوة الحسنہ) کا دوسرا نادر نمونہ

- غزوۂ حنین کے موقع پر قریش اور انصارِ مدینہ سے خطاب 241
- احسان و اکرام صرف اللہ اور اس کے رسول کا ہے 242
- داعی کا مدعو کے دل کی تہوں میں جاگزیں محبت اور ایمان و یقین کا اُبھارنا 244
- داعی اعظم ﷺ فرماتے ہیں: چند حقیر اشیاء کے لیے آپ ہم سے ناراض 246
- آپ ﷺ فرماتے ہیں: انصار میرے ہیں اور میں ان کا ہوں 247
- انسانی ادب کی تاریخ کا اعلیٰ ترین نمونہ 247

باب سوم: رسول اکرم ﷺ کے دعوتی اسالیب میں

شخصی کردار کے نمونے

فصل اول: بعثت نبوی ﷺ اور مکی دور، داعیٔ کائنات پر وحی کا آغاز

- بعثت نبوی ﷺ اور مکی دور، داعیٔ کائنات پر وحی کا آغاز 250
- غارِ حرا میں علیحدگی اور بعثت 252

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۞ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا داعی اعظم کے شخصی کردار و سیرت پر سنہری الفاظ...... 255
۞ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر جانا اور...... 257
۞ فترت وحی اور سورۂ مدثر کا نزول...... 259
۞ سورۂ مدثر کی روشنی میں داعی کی شخصیت کا نمونہ...... 260
۞ نبی ﷺ پر نزولِ وحی کی کیفیت...... 263
۞ نبی ﷺ کا اخذ وحی کا طریق...... 265

فصل دوم: پس پردہ دعوتی مراحل میں منہج نبوی ﷺ

۞ دعوت کا پہلا مرحلہ: دعوت کا حکم اور مکہ کی صورت حال...... 268
۞ خفیہ دعوت کے دوران نبی ﷺ کی سیرت و کردار اور اسلوب...... 270
۞ خفیہ دعوت کے ابتدائی تین سال اور اس کے نتائج...... 270
۞ ابتدائی کاروان اسلام کے روشن منار...... 273
۞ خفیہ دعوت کے اس مرحلے میں خفیہ طور پر نماز کا اہتمام اور لوگوں کو متحد...... 276
۞ دعوتی سرگرمیوں کی قریش کو خبر اور ان کا ردّ عمل...... 278

فصل سوم: علانیہ دعوت

۞ دوسرا مرحلہ: سورۂ مدثر اور شعراء میں علانیہ دعوت کا حکم اور اسلوبِ نبوی...... 279
۞ رشتہ داروں کو دعوت میں اسلوب نبوی اور دعوت کا نمونہ اور مدعوین...... 281
۞ کوہِ صفا پر نبی ﷺ کی دعوت کا اسلوب اور نمونہ...... 287
۞ حق کا واشگاف اعلان، مشرکین کا ردّ عمل اور آپ کی حکمت عملی...... 290
۞ قریش ابو طالب کے پاس...... 292
۞ حجاج کو روکنے کے لیے قریش کا اجلاس...... 292
۞ قریش کا ظلم وستم اور ناکام محاذ آرائی...... 293

فصل چہارم: تیسرا مرحلہ: بیرونِ مکہ دعوتِ اسلام

۞ رسول اللہ ﷺ کی دعوت و اسلوب کا نمونہ سفر طائف میں...... 295

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- اہل طائف کا جواب اور آپ سے سلوک 296
- اہلِ طائف کے بارے میں آپ ﷺ کی دعا 298
- سفر طائف میں داعی اعظم کی شخصیت و کردار کا نمونہ 301
- جنات کو دعوت کا ایک عملی نمونہ 302
- قبائل اور افراد کو اسلام کی دعوت میں نبی ﷺ کی شخصیت و کردار 304
- قبیلہ بنو کلب کو دعوت اسلام کا نمونہ اور اسلوب 306
- کندہ قبیلہ کو تبلیغ 307
- بنو حنیفہ میں تبلیغ اسلام 308
- بنو عامر میں تبلیغ اسلام 308
- بیرونِ مکہ اسلامی دعوت کی کامیابی 309
- حضرت سوید بن صامت رضی اللہ عنہ 309
- ایاس بن معاذ 310
- ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ 311
- طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ 314
- ضماد ازدی رضی اللہ عنہ 315
- دعوتِ اسلامی کو یثرب کی چھ سعادت مند شخصیات کا دستیاب ہونا 316
- پہلی بیعت عقبہ اسلامی دعوت کی درخشندہ کامیابی 318
- مدینہ میں سفیر اسلام کا تقرر اور دعوت میں قابل رشک کامیابی 320
- مکی عہد میں دوسری بیعت عقبہ اسلامی دعوت کی تابناک روشن کامیابی 323

باب چہارم: رسول اکرم ﷺ کے دعوتی اسالیب میں شخصی کردار کے نمونے

مدنی دور کا پہلا مرحلہ: ہجرت کے بعد مدینہ میں دعوتی اسلوب اور شخصی کردار کے نمونے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

- مدنی دور کا پہلا مرحلہ: ہجرت کے بعد مدینہ میں دعوت اسلوب 328
- مدینہ میں مخصوص مقاصد کے تحت دعوتی اسلوب اور ترجیحات میں تبدیلی 330
- ہجرت کے وقت مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر اور خطباتِ دعوت کے 334
- ہجرت کے بعد مدینۃ النبی میں آپ کے دوسرے خطبے کا نایاب نمونہ 338

مدنی دور کا دوسرا مرحلہ: صلح حدیبیہ کے اسلامی دعوت پر اثرات اور آپ کی شخصیت و کردار کا نمونہ

- مدنی دور دوسرا مرحلہ: صلح حدیبیہ کے اسلامی دعوت پر اثرات اور آپ کی 342
- بادشاہوں اور امراء کو بذریعہ خطوط دعوت کا اسلوب اور آپ کی شخصی کردار 344
- اصحمہ بن ابجر نجاشی شاہِ حبش کے نام خط میں اسلوبِ دعوت اور شخصیت 346
- قیصر شاہِ روم کے نام خط میں آپ کا سلوبِ دعوت اور شخصیت نبوی ﷺ 347
- فتح مکہ کے موقع پر قریش سے خطاب اسلوبِ دعوت کا نادر شاہکار اور 352
- عام معافی کا اعلان 353
- مدنی دور کا تیسرا مرحلہ اور دعوت کی کامیابی 354
- اسلامی دعوت کامیابیوں کے اُفق پر 355
- خطبہ حجۃ الوداع اسلامی دعوت کی معراج اور عالمی امن کا ضامن 357
- حقوقِ انسانیت کا محافظ اور علم بردار، منہج دعوت کا اعلیٰ نمونہ 361
- منہج دعوت کی کامیابی کے بعد داعی اعظم کا رفیق اعلیٰ کی جانب سفر آخرت 362
- آپ کے اوصافِ حمیدہ اور شخصی کردار کی تاثیر داعین کے لیے نمونہ 365
- طرزِ تکلم، کمال نفس، مکارم اخلاق 367

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، أما بعد!

زیرِ نظر کتاب دراصل میرا ایم فل کا مقالہ ہے جس کا عنوان تھا ''منہج دعوت میں شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر، سیرتِ طیبہ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ'' جس کو بعد از ضروری ترامیم و اصلاحات ''منہج دعوتِ نبوی ﷺ'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔

اس کی اشاعت کی ایک بڑی وجہ تو یہ تھی کہ جب میں نے اپنے ایم فل کے دوران اپنے لیے تحقیقی کام کا انتخاب کیا تو میرے ذہن میں یہ بات بالکل واضح تھی کہ مجھے کسی قومی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے کام کرنا ہے، تاکہ لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں اور ملکی سطح پر اس کا عوام الناس کو فائدہ پہنچے۔ وطن عزیز کو جہاں دیگر چیلنجز کا سامنا ہے وہاں مذہبی فرقہ واریت، انتشار اور انتہا پسندی کا بھی بہت بڑا مسئلہ درپیش ہے جو ہمیں کئی جہات سے بری طرح متاثر کر رہا ہے اور اسلام کے روشن چہرے کو دھندلا کر رہا ہے۔ میرے نزدیک اس کی ایک بڑی وجہ ہمارے دعوتی نظام کا فرقہ واریت پر مبنی ہونا اور علماء و دعاۃ کی پیشہ وارانہ تربیت کا نہ ہونا ہے۔ اگر ہم اپنے دعوتی نظام کو قرآن و سنت، سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں جدید سائنسی علوم سے فائدہ اُٹھا کر ایک فن اور مستقل علم اور مضمون کا درجہ دے دیں تو ہم اپنی دعوت سے مطلوبہ نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے انتہا پسندی اور فرقہ واریت پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے اور باہمی پیار اور محبت کی فضا بھی قائم کی جا سکتی ہے۔

ہمارے دینی مدارس اور جامعات میں جہاں سے علماء اور داعی حضرات تیار ہوتے ہیں ان میں دعوت کا مضمون ہی موجود نہیں ہے (الا ما شاء اللہ) ہماری قدیم حدیث، فقہ اور سیرت کی کتب میں دیگر مسائل پر تو مستقل ابواب اور کتب موجود ہیں لیکن فن دعوت پر آپ کو کوئی مستقل باب نظر نہیں آئے گا، جس کی وجہ سے ہمارا دعوتی نظام انتہائی کمزوری کا شکار نظر آتا ہے، حالانکہ اسلام ایک دعوتی دین ہے۔ اس کی تمام تر قوت کا راز اس کی دعوت میں مضمر ہے۔

اسلامی علوم میں جس طرح کئی ایک علوم کو مضمون اور فن کا درجہ دے دیا گیا ہے اور وقت کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق ان کو مستقل طور پر شامل نصاب کر دیا گیا ہے اسی طرح از حد ضروری ہے کہ علماء کی پیشہ وارانہ اور فنی تربیت پر بھرپور توجہ دی جائے اور دعوتی عمل کو وقت کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کر دیا جائے اور جدید سائنسی علوم سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے اس تحقیقی مقالے کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا پروگرام ترتیب دیا گیا ہے، کیونکہ اس تحقیق میں اس چیز کا التزام موجود ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کی دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ یونی ورسٹی میں جس دن میرا "Viva-voce" تھا اس دن میرے اس "Viva-voce" میں ملک کی مختلف یونی ورسٹیز سے بڑی علمی شخصیات تشریف لائیں جن میں سے پنجاب یونی ورسٹی کے سابق پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد منصوری صاحب بھی تھے جو آج کل لاہور میں ''انٹرنیشنل مودودی انسٹی ٹیوٹ'' کے ڈائریکٹر ہیں۔ علمی دنیا میں ان کا بھی اپنا ایک نام ہے۔ انھوں نے الحمد للہ میرے اس کام کو بے حد پسند بھی کیا اور مجھے بہت زیادہ Appreciate بھی کیا، مبارک باد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی اور اپنی قیمتی راہنمائی سے نوازتے ہوئے مجھے اس مقالے میں ضروری ترامیم و اصلاح کے بعد اس کو شائع کرنا کا بھی کہا اور فرمانے لگے کہ آپ کا موضوع انتہائی خوب صورت ہے اور وقت کی اہم ترین ضرورت بھی ہے اور آپ کا یہ تحقیقی کام بڑا شاندار اور اس لائق ہے کہ اس کو شائع کیا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دیگر مقالہ جات کی طرح اس کو بھی دیمک ہی چاٹ جائے۔ مزید فرمانے لگے کہ اپنے اس تحقیقی کام کو بھرپور طریقے سے جاری رکھیں۔

ان سے قبل میرے اس مقالے کے نگران ایسوسی ایٹ پروفیسر جناب ڈاکٹر محمد سجاد صاحب نے بھی مجھے کہا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس میں تھوڑی بہت کاٹ چھانٹ کر کے اپنی یونی ورسٹی کے میگزین سہ ماہی ''معارف اسلامی'' میں اس کو چھاپ دوں، لیکن متعدد بار کوشش کے باوجود مصروفیت کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔

اسی مجلس میں جناب پروفیسر ڈاکٹر احمد رضا صاحب تھے، جناب ڈاکٹر طاہر اسلام عسکری صاحب تھے جنھوں نے مجھ سے مختلف سوالات کیے جن کے مدلل جوابات دیے گئے اور دیگر احباب علم کے علاوہ ڈین فیکلٹی جناب پروفیسر ڈاکٹر محیی الدین ہاشمی صاحب تھے، انھوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا، مبارک باد دی اور فیکلٹی کی طرف سے معزز مہمان کے ہاتھوں خاص ایوارڈ سے نوازا۔ (الحمدللہ)

ان احبابِ علم و دانش کے علاوہ دیگر دوست احباب کی جانب سے بھی یہی تقاضا سامنے آیا کہ اس کو کتابی شکل میں شائع کرنا چاہیے، لہٰذا میں نے اس کو شائع کرنے کا پروگرام بنایا، اس کی اشاعت کی منظوری کے لیے جب میں نے یونی ورسٹی کے متعلقہ ڈیپارٹمنٹ میں درخواست جمع کروائی تو ڈین فیکلٹی پروفیسر محی الدین ہاشمی ﷾ نے فوراً ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے اس کی منظوری کا لیٹر جاری کروا دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کا مقام و مرتبہ مزید بلند کرے اور انھیں کامیابی عطا کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس جگہ میں محترم جناب ڈاکٹر محمد سجاد صاحب کا ذکر خیر کرنا ضرورت سمجھتا ہوں کہ جب اس تحقیقی مقالے کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا پروگرام بنا تو جناب ڈاکٹر صاحب نے باوجود اتنی مصروفیات کے کتاب کے مسودے کا بڑا عمیق مطالعہ کیا اور ضروری اصلاح کے لیے نوٹ تحریر کیے اور اصلاح کر کے اس کی اہمیت کو چار چاند لگا دیے۔

محترم جناب جاوید الحسن صدیقی صاحب مدیر دارالاندلس لاہور کا میں انتہائی شکر گزار اور احسان مند ہوں کہ جنھوں نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کتاب کی اشاعت میں معاونت کی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی جمیلہ کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ (آمین)

طیبہ ہومیو پیتھک میڈیکل ریسرچ سنٹر کا مختصر تعارف:

میرے بہت سے دوست اس بات سے آگاہ ہیں کہ میں نے چند سال قبل ''طیبہ ہومیو پیتھک میڈیکل ریسرچ سنٹر اینڈ کلینک'' کے نام سے ایک مختصر تحقیقی ادارہ قائم کیا، جس میں مختلف ادویات کی تیاری، پروونگ اور ادویات کی پوٹینسیز کی آزمائش کا کام شروع کیا جو تا حال الحمدللہ بڑی کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ اندرون ملک اور بیرون ملک سے آنے والے اب تک بے شمار خطرناک بیماریوں میں مبتلا مریضوں کا علاج بذریعہ ہومیو پیتھک طب کیا جا چکا ہے اور یہ کام دن بدن تیزی کے ساتھ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

طیبہ ہومیو پیتھک میڈیکل ریسرچ سنٹر کی جانب سے اندرون اور بیرون ممالک سے آنے والے مریض حضرات کے لیے ضروری اطلاع ہے کہ وہ فون پر ٹائم لے کر تشریف لائیں، تاکہ ان کو پریشانی نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوقاتِ کار:

بروز اتوار: صبح 8:00 بجے تا رات 9:00 بجے تک

موسم گرما: 12:00 بجے تا رات 9:00 بجے تک

موسم سرما: 2:00 بجے تا رات 9:00 بجے تک

سرکاری تعطیلات کے دوران 8:00 بجے صبح تا رات 9:00 بجے تک

رابطہ کے لیے 0300-7529196 0345-6694758

احباب کے اسرار کے پیش نظر عنقریب ان شاء اللہ ادارہ ہذا کی دوسری برانچ کا آغاز جی سی گارڈن ہاؤس نمبر 65-66، بلاک A، نزد کالا شاہ کاکو انٹرچینج جی ٹی روڈ لاہور میں بھی ہو رہا ہے، تاکہ دور سے آنے والے حضرات کے لیے آسانی ہو۔

نیز ادارہ ہذا دینی مدارس اور جامعات کے لیے مختصر فنی اور تربیتی پروفیشنل دعوتی ٹریننگ کا اہتمام بھی کرتا ہے جس میں طلباء کو عصر حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق پروفیشنل دعوتی ٹریننگ دی جاتی ہے۔

ادارہ کی طرف سے اب تک کئی ایک تحقیقی تالیفات بھی منظر عام پر آ چکی ہیں جن کو ایک بڑی مناسب حد تک کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ ان میں ہر دل عزیز کتاب جو پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں بے حد مقبول ہوئی ہے وہ ہے ''میرا کلینک'' اور دوسری کتاب ہے ''اسلام اور جدید میڈیکل سائنس۔'' کئی کتب ابھی زیر طبع ہیں، ان شاء اللہ حسب توفیق الٰہی یہ بھی جلد مارکیٹ میں آ جائیں گی۔

سیرت النبی ﷺ کی خیر و برکات:

آپ ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

« مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ »

''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اس کو دین کی سمجھ عطا کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں۔''

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''جس پر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اس کو اپنے دین کے لیے استعمال کر لیتے ہیں۔''

ان دونوں فرامین مبارکہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ انسان کا ذاتی کمال نہیں ہے بلکہ یہ سراسر عطائے ربانی ہے۔[وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ]

میرے جیسے کوجے کملے نے جب ''منہجِ دعوتِ نبوی ﷺ'' کتاب زیر نظر پر اپنا کام مکمل کر لیا تو اس کام کے دوران ہی میرے سینے میں جذبات کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا کہ اے مالک الملک! کب وہ وقت آئے گا کہ جب میں بھی تیرے حرمت والے، احترام والے گھر مکہ اور مدینہ کو دیکھوں گا۔ حالات بظاہر نظر نہیں آ رہے تھے لیکن آتش شوق بجھنے کی بجائے بھڑکتی چلی جا رہی تھی اور ہر آنے والا دن میرے لیے بے چینی اور اضطراب پیدا کر رہا تھا۔ قربان جائیں اس مالک القدوس کی شان بے نیازی پر کہ 2018ء کو محکمہ تعلیم حکومت پنجاب نے رمضان المبارک کی آمد اور سخت گرمی کی وجہ سے تعلیمی اداروں میں موسم گرما کی تعطیلات یکم جون کی بجائے اچانک ایک ہفتہ قبل کرنے کا اعلان کر دیا۔ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ تھی، ویزے اور ٹکٹ مہنگے ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی مشکل بھی ہو چکے تھے۔ میں نے اپنے ایک دوست جو لاہور میں ٹریول ایجنسی کا کام کرتے ہیں ان کو فون کیا کہ بھائی محمد شمشاد دیارِ حبیب ﷺ کی یاد نے تڑپا دیا ہے، جیسے بھی ممکن ہو میرے لیے ٹکٹ اور ویزے کا انتظام کرو۔ انھوں نے کہا کہ اپنا پاسپورٹ لاہور پہنچاؤ میں بھرپور کوشش کرتا ہوں، رش بہت ہو چکا ہے لیکن اللہ آسانی کرے گا۔ میں اپنا پاسپورٹ لاہور میں ان کو بھیجنے کا سوچ رہا تھا کہ وہ خود میرے پاس نارووال آئے اور خود پاسپورٹ لے کر چلے گئے اور اُسی دن جا کر ویزہ لگوایا اور مجھے فون کیا کہ سیالکوٹ نادرا آفس سے فنگر پرنٹ کروائیں۔ میں اور میری بیوی دونوں فنگر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پرنٹ کے لیے سیالکوٹ نادرا آفس گئے تو میری بیوی کے فنگر پرنٹ او، کے ہو گئے اور میرے میری انگلیوں میں کٹ ہونے کی وجہ سے او، کے نہ ہو سکے۔ سیالکوٹ نادرا والوں نے کہا کہ آپ لاہور یا اسلام آباد میں جا کر کروائیں۔ اب میں اپنی بدقسمتی پر دل ہی دل میں غمزدہ ہونے لگا کہ یہ کیا ہوا ہے؟ ادھر سخت گرمی، رمضان کا روزہ ادھر لاہور اور اسلام آباد کا سفر، لیکن اس مسافر درگاہِ رب جلیل نے سیالکوٹ نادرا آفس کو اشک بھری آنکھوں کے ساتھ حقارت کی نظر اور بوجھل قدموں کے ساتھ چھوڑا اور لاہور کا رُخ کیا۔

لاہور میں پہنچا تو گرمی اور روزے کی وجہ سے حالت نڈھال ہو چکی تھی اور متعلقہ آفیسر صاحب بھی اپنی سیٹ پر نہ تھے۔ تھک ہار کر دعا کرنے لگا اور اپنے مقدر کے بارے میں سوچنے لگا ہی تھا کہ لائنوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے کچھ حرکت کرنا شروع کر دی کہ صاحب آ گئے ہیں، انھوں نے اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہی تمام لوگوں میں سے سب سے پہلے مجھے بلایا اور بغیر واقفیت کے میرا کام انتہائی خوش اخلاقی اور بغیر کسی فیس کے کر دیا۔ میں ابھی ان کے دفتر سے باہر نکل ہی رہا تھا کہ شمشاد بھائی کا فون آ گیا کہ آپ اس اکاؤنٹ میں ٹکٹ کے پیسے بھجوا دیں اور کل عصر کے ٹائم بروز جمعۃ المبارک آپ کی لاہور ائیرپورٹ سے سعودی عرب روانگی ہے، میری طرف سے تمام کام مکمل ہے، میں آپ کا پاسپورٹ اور سامان لے کر جامع مسجد قادسیہ میں پہنچ جاؤں گا، وہاں ہم جمعہ اکٹھا پڑھیں گے اور اس کے بعد میں خود اپنی گاڑی پر آپ کو ائیرپورٹ چھوڑ کر آؤں گا، آپ نے میری یہ نیکی کسی اور کو نہیں دینی ہے۔ میں نے جب گھر آ کر اپنے گھر والوں اور اپنی مسجد کے مقتدیوں، نمازیوں سے ذکر کیا کہ میں صبح ان شاء اللہ حرمین شریفین جا رہا ہوں تو وہ بڑے خوش بھی ہوئے اور حیران بھی کہ اتنا اچانک پروگرام کیسے بن گیا ہے؟

سحری اور افطاری ہوائی جہاز میں ہی کی اور نماز فجر حرم کعبہ میں جا کر ادا کی اور نماز فجر کے بعد عمرہ ادا کیا، بعد میں ہوٹل آ گئے۔ ابھی ہوٹل میں پہنچے ہی تھے کہ میرے ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتہائی نیک اور صالح شاگرد شاہد عمران سندھو صاحب خدمت کے لیے پہنچ گئے، انھوں نے یہاں کے مکمل حالات وواقعات سے آگاہ کیا اور چلے گئے۔ ہم تھکے ہوئے آرام کرنے لگ گئے۔ ہم نمازِ ظہر سے پہلے حرم میں چلے جاتے اور پھر رات نماز تراویح پڑھ کر ہی واپس ہوٹل میں آتے۔ ایک ہفتے کے قیام کے دوران شاہد عمران سندھو نے خدمت کی انتہا کر دی، نمازِ فجر کے بعد زیارت کے لیے لے جاتا اور تمام اہم زیارتیں کرواتا۔ میں ان سے اور عرب شیوخ سے سیرت کے واقعات اور قرآنی آیات کے نزول کے حوالے سے تاریخی معلومات بھی جمع کرتا جاتا۔

شاہد عمران مجھے کہتا کہ سر جی بڑے سالوں سے یہاں رہ رہا ہوں، یہ حرم کے اندر بجلی کا کام ہماری کمپنی نے کیا ہے اور میری نگرانی میں ہی ہوا ہے، لیکن جو معلومات اور فائدہ آپ کے آنے سے ہوا ہے میں کبھی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مکی و مدنی سورتوں کا نزول، کتب سیرت میں درج واقعات اور یہ جگہیں مجھے قرآن مجید کی تلاوت اور حدیث کے مطالعے کا پتا اب چلنے لگا ہے۔

ایک ہفتے کے بعد ہم مدینہ چلے گئے۔ صبح طواف کیا تو دل میں خیال آیا کہ یا اللہ! ریاست مدینہ تو شرعی علوم کے اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے، تو میں جس مقصد کے لیے محو سفر ہوں، میرا تو وہاں کوئی واقف نہیں ہے، اے اللہ! وہاں بھی کوئی انتظام کر دے جو ہماری بہتر راہنمائی کر سکے۔ مدینہ پہنچے تو افطاری مسجد نبوی میں کرنے کے لیے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت اور صالح نوجوان کہیں دور سے اُٹھ کر میرے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ آپ پاکستانی ہیں؟ میں نے کہا جی! وہ کہنے لگا کہ میں بورے والا ملتان کا ہوں، یہ میرا نمبر ہے، مدینے میں میری رہائش ہے، اب آپ بے فکر ہو جائیں، ہر طرح کی سہولت آپ کو ملے گی۔ اس نے اجنبی ہونے کے باوجود اتنی خدمت کی کہ وہ جب کام سے فارغ ہوتا تو ہمارے پاس آجاتا اور ہمیں لے کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاریخی آثار دکھانے کو لے جاتا۔ بہر حال شاہد عمران کا پیار دل سے نہیں نکل رہا تھا کہ اچانک شاہد بھی مدینے میں ہمارے پیچھے پہنچ گیا اور مدینے میں پھر ہفتہ بھر وہی مشق شروع کر دی۔ تاریخ، تفسیر، حدیث اور سیرت میں بیان کردہ واقعات کا پس منظر اور ان کا کھوج لگاتے رہے۔ شاہد مجھے کہنے لگا کہ اسی چیز نے تو مجھے یہاں کھینچا ہے۔ دن کو روزے کے ساتھ زیارتیں اور رات کو مسجد نبوی کا قیام ایک عجیب سرور تھا۔

صبح نمازِ فجر کے بعد میں ہمت کر کے اس جگہ تک پہنچ جاتا جس کو آقا علیہ السلام نے "رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ" یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دیا ہے، وہاں نوافل اور نمازِ اشراق ادا کرتا۔ نبی ﷺ کے روضۂ انور کے بالکل قریب اصحابِ صفہ کے چبوترے اور بابِ جبریل علیہ السلام کے سامنے بیٹھ کر سورۂ حجرات، سورۂ احزاب اور سورۂ توبہ کی تلاوت کرتا اور اردو زبان میں اس کا ترجمہ وتفسیر کرتا، پاکستانی، ہندوستانی، بنگلہ دیشی اور اردو سمجھنے والے میرے گرد جمع ہو جاتے، بڑے انہماک کے ساتھ سن کر اشکبار اور لطف اندوز ہوتے اور بڑا ہی پر کیف اور پر نور منظر ہوتا۔ اس جگہ تلاوت قرآن مجید کا کچھ اپنا ہی مزہ تھا۔ آٹھ دن مدینہ میں رہنے کے بعد پر نم آنکھوں کے ساتھ جب روضۂ انور، مسجد نبوی اور مدینہ طیبہ کو چھوڑنے لگے تو کیفیت ناقابل بیان تھی، لیکن دوسرے لوگوں سے بچنے کے لیے دل پر جبر کر کے اس کو روکے ہوئے تھے کہ اب پتا نہیں کہ دوبارہ یہاں آ سکیں یا نہ؟ خوب دل کھول کر روضۂ پاک کے پاس درود وسلام پڑھا اور روتے روتے گاڑی کی طرف آ گئے۔

مدینہ سے واپسی پر مسجد میقات سے عمرے کا دوبارہ احرام باندھا، جب مکہ پہنچ کر حرم پر نظر پڑی تو مدینے کی جدائی کے غم میں کچھ تخفیف ہوئی، عمرہ ادا کیا، آبِ زم زم پیا، حجامت بنوائی، غسل کیا، کپڑے تبدیل کیے اور ہوٹل میں آ گئے۔ اتنی دیر میں شاہد کھانا لے کر آ گیا۔ اس دن افطاری ہم نے عمرے کے طواف کے دوران ہی کی تھی۔ میں سوچ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہا تھا کہ اتنے لوگ دورانِ طواف افطار کیسے کریں گے، قربان جائیں طواف کا چوتھا چکر تھا، دن بھر کے تھکے ہوئے، روزے اور عرب کی گرمی، قربان جائیں اس ''الرزاق ذوالقوۃ المتین'' پر کہ دیکھتے ہی دیکھتے الٰہی دستے اور خدمت گار طرح طرح کے مشروب، آبِ زم زم، کھجور اور کھانے کی بے شمار چیزیں لے کر حرم کعبہ میں پہنچ گئے اور دورانِ طواف ہی ہر حاجی کو اس کی ہر منشا کی چیز حلال اور طیب پاک رزق ملتا چلا جا رہا تھا اور طواف بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ زندگی میں یہ سب سے پر لطف اور نہ بھولنے والی افطاری تھی، چند منٹوں میں رزق اور پانی اتنا وافر اور بغیر دھینگا مشتی کے امن اور سکون کے ساتھ، عزت اور احترام کے ساتھ کہ کسی کو کوئی مشکل ہی پیش نہ آئی۔

میرے ہاتھ میں جوتیوں والا ایک بیگ تھا جو رش میں میرے ہاتھ میں تھا، مجھے پتا بھی نہیں تھا جب طواف سے فارغ ہوئے تو دورانِ طواف تو توجہ کعبۃ اللہ اور طواف، اذکار اور دعاؤں پر تھی، وہاں سے فراغت کے بعد جب طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے بعد باہر نکلے تو دیکھا میرے اس بیگ میں روزہ افطار کروانے والوں نے تقریباً پانچ کلو کے قریب کھجوریں، مشروب، زم زم پیک اور دیگر کھانے کا سامان چپکے چپکے سے ڈال دیا تھا۔ چند منٹ پہلے میں اس تعجب میں تھا کہ آج روزہ افطار کیسے کریں گے لیکن لاکھوں کے مجمع میں حرم کعبہ کی عزت و احترام کا ایسا عینی مشاہدہ کیا جس سے حرم کعبہ کی حرمت و تعظیم اعجازی ثابت ہوئی۔ دیگر دعاؤں کے ساتھ میری زبان سے سب سے زیادہ یہ دعائیں ادا ہوئیں، اے اللہ! تو اپنے اس حرمت والے گھر کو مزید عزت عطا فرما، اس کی حفاظت فرما، اس کی حفاظت کرنے والوں کی عزت و احترام میں مزید اضافہ فرما۔ جو بھی اس میں خرابی کرے تو اس کو روک دے اور خود اس گھر کی حفاظت فرما۔ آمین!

اگلے دن نمازِ فجر حرم میں ادا کی، کعبۃ اللہ کا طواف کیا، دعائیں مانگیں، جب حرم کو چھوڑنے لگے، کیونکہ رات کو ہمیں بتا دیا گیا تھا کہ صبح نمازِ فجر کے بعد جدہ واپسی ہے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دل پرحزن و ملال تھا، آنکھیں بے ساختہ رو رہی تھیں، بیت اللہ کی جدائی کا غم تھا، لیکن یہ کام تمام لوگ ایک دوسرے سے چھپ کر کر رہے تھے اور دوسروں کو محسوس بھی نہیں ہونے دے رہے تھے۔ شاہد عمران آ گیا، سامان پیک کیا اور گاڑی پر رکھا اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اس نے مصافحہ کیا، اپنی باجی سے دعا لی اور اللہ حافظ کہہ کر چلا گیا۔

ہم خوشی اور غمی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئے اور جدہ تک کسی سے بات کرنے کو دل نہ چاہا۔

جب واپس پاکستان آ گئے تو آنکھیں اور دل مکہ اور مدینہ کے علاوہ کسی چیز کو تسلیم کرنے کو تیار ہی نہ تھے، لیکن آہستہ آہستہ صبر آتا چلا گیا۔ پھر میں نے اپنی اس سیرت کی کتاب ''منہج دعوتِ نبوی ﷺ'' کو طبع کروانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس کو کتابی شکل دینا شروع کر دی۔ جب میں اس کو کتابی شکل میں کمپوز کروا رہا تھا تو ایک رات مجھے خواب آیا، وہ خواب بڑا عجیب اور نایاب تھا، اس کا منظر میری آنکھوں سے نہیں جاتا۔ نبی ﷺ کی حدیث بھی میرے ذہن میں تھی کہ سچے خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہیں لیکن یہ بھی ڈر تھا کہ اگر میں نے اس کو افشاں کر دیا تو کہیں میرا عمل ضائع ہی نہ ہو جائے۔ گومگوں کی کیفیت میں تھا تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ اس پر مجھے اپنے معبر یعنی تعبیر کرنے والے چند علماء دوستوں سے مشورہ کرنا چاہیے، تب ہم نے اس خواب کی تعبیر یوں کی:

''خواب تھا کہ میرے پاس ایک آدمی آتا ہے جو بڑا ہی پر وقار اور سنجیدہ تھا، اس نے کہا کہ آپ کو مدینے بلایا جاتا ہے، جب میں مسجد نبوی میں پہنچتا ہوں تو مجھے کہا جاتا ہے کہ آپ روضۂ انور پر تشریف لے چلیں۔ میں بڑے ادب کے ساتھ درود و سلام پڑھتا ہوا روضہ پاک کی طرف جاتا ہوں، جب روضۂ انور کے دروازے پر پہنچتا ہوں تو انتہائی ادب کے ساتھ درود پڑھتے ہوئے دروازے پر کھڑا ہو جاتا ہوں، مجھے کہا جاتا ہے کہ اندر چلے جاؤ، آپ کو بلایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔ جب میں درود و سلام پڑھتا ہوا انتہائی ادب و احترام کے ساتھ روضۂ انور کے اندر داخل ہوتا ہوں تو وہاں نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے اوپر پاکستان کا پرچم ہے۔ پرچم کا سفید حصہ آپ ﷺ کے منہ مبارک کی طرف ہے اور سبز حصہ پاؤں کی طرف ہے۔ آپ ﷺ اس کو اپنے اوپر لے کر بڑے سکون کے ساتھ لیٹے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ اس میں بڑا سکون محسوس کر رہے ہیں۔ جو سفید حصہ پرچم کا آپ ﷺ کے سر مبارک کی طرف ہے اس میں سے اس طرح کا تیز نور نکل رہا ہے جو روضۂ مبارک کی چھت کو بہت زیادہ منور کر رہا ہو۔ میں اُس نور کو دیکھ کر بڑا حیران ہوتا ہوں کہ اس طرح کا سفید اور پرسکون نور تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ وہ ایسا روح پرور منظر تھا کہ اس کی سفیدی اور چمک بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی، میں وہاں کھڑا ادب سے درود پڑھتا جا رہا ہوں اور اس نور سے لطف اندوز ہوتا چلا جاتا ہوں۔ پرچم کا سبز حصہ جو آپ ﷺ کے پیروں کی طرف تھا اس پر چاند اور ستارہ بالکل نمایاں نظر آ رہے تھے، پرچم کے سبز حصے سے بھی سبزی مائل ایسی تیز روشنیاں اور نور نکل رہا تھا جس نے روضۂ انور کو خوب منور کیا ہوا تھا، میں اُسے دیکھ کر بھی بہت سکون محسوس کرتا ہوں، وہ سبز نور اتنا خوبصورت ہے کہ میں نے کبھی اس طرح کا نور پہلے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ جب میں اس حسین منظر سے خوب محظوظ ہو لیتا ہوں تو میں ادباً یہ سوچ کر الٹے پاؤں وہاں سے نکل آتا ہوں کہ کہیں آپ کے آرام میں خلل واقع نہ ہو، مجھے وہاں سے نکلنے کو نہیں کہا جاتا لیکن میں خود ہی نکل آتا ہوں۔ میں بڑا خوش ہوتا ہوں کہ آپ ﷺ نے مجھے بلایا تھا۔''

جب مجھے یہ خواب آیا تو سحری کا ٹائم تھا، میں اُٹھا تو میری طبیعت بڑی ہشاش بشاش اور خوش تھی، اذکار کیے اور اس کی تعبیر سوچنے لگا، خواب بڑا عمیق تھا کہ فوراً اس کی کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعبیر نہ کر سکا لیکن یہ خیال میرا پیچھا بھی نہیں چھوڑتا تھا، آخر کار اس کی کچھ سمجھ مجھے یوں آئی کہ پاکستان ''لا الٰہ الا اللہ'' کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا ہے اور یہ اسلام کی جاگیر ہے، یہاں سے آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی اور آپ کے دینِ متین کا ہونے والا دفاع اس سے آپ ﷺ سکون محسوس کر رہے ہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ نے پاکستانی پرچم کو اپنے اوپر اوڑھا ہوا ہے۔ پاکستانی پرچم کے دو حصے ہیں، ایک سفید جو یہاں کی غیر مسلم اقلیتوں کی نمائندگی کرتا ہے اور دوسرا حصہ سبز جو یہاں کی مسلم کمیونٹی کی نمائندگی کرتا ہے، تمام پاکستانیوں کی خوش حالی کی نشان دہی کرتا ہے اور امن و آشتی کا پیغام دیتا ہے۔ پرچم کا سفید حصہ جو آپ کے سرِ مبارک کی طرف تھا اور اس سے جو نور نکل کر پوری دنیا کو منور کر رہا تھا اس سے مراد آپ کا غیر مسلم اقوام کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید و رسالت کا پیغام تھا اور آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی تبلیغ کی روشنی تھی جو آپ اہلِ کائنات کے لیے نور اور کامیابی کی نوید لے کر آئے ہیں، اس میں اشارہ تھا کہ آپ ﷺ کی دعوت کو عام کیا جائے اور پیغامِ نبوت و رسالت کو پوری دنیا میں پھیلا دیا جائے، بقول قرآن مجید: ﴿ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ''اور اللہ اپنے نور کو پوری دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے، اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔''

اس میں آپ کی دعوت و تبلیغ کی کامیابی کی طرف اشارہ ہے۔ پاکستان میں ہونے والے دینِ محمد ﷺ کے کام سے آپ سکون محسوس کر رہے ہیں جو اہلِ پاکستان کے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے اور پاکستانی علماء کے لیے بالخصوص اور پاکستان میں کفر و الحاد کو پھیلانے والی قوتوں کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ناکام ہوں گی اور اہلِ ایمان کامیاب ہوں گے، مجھ جیسے ناچیز کو وہاں بلانے اور نور دکھانے کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ آقا ﷺ کو دعوت و تبلیغ کے کام کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے اور اس کو مزید تیز کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت ہے اور ''منہج دعوت نبوی ﷺ'' آپ کے لائے ہوئے پیغام توحید و رسالت کو عام کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

اسی لیے سعودی عرب کے ہر حکمران نے پاکستان کو اپنا دوسرا گھر قرار دیا ہے اور اسی لیے پاکستان نے بھی سعودی عرب کے دفاع کی ذمہ داریوں کو اپنی ذمہ داری سمجھ رکھا ہے۔ اللہ اس اسلامی بھائی چارے اور اخوت اسلامی کے رشتوں کو مزید مضبوط فرمائے۔ آمین!

یہ کتاب ''منہج دعوتِ نبوی ﷺ'' بھی طیبہ ہومیو پیتھک میڈیکل ریسرچ سنٹر کی ایک اہم کاوش ہے، امید کی جاتی ہے کہ کتاب ہذا کو بھی اہل علم و دانش مفید پائیں گے۔ حتی المقدور کوشش کی گئی ہے کہ اس میں غلطی کا امکان نہ ہو، لیکن اس کے باوجود بھی غلطی ہوسکتی ہے، احباب جہاں بھی کوئی غلطی دیکھیں مطلع کریں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔

والسلام

شوکت علی شوکانی

طیبہ ہومیو پیتھک میڈیکل ریسرچ سنٹر اینڈ کلینک

غلہ منڈی دھمتھل ضلع نارووال

0300-7529196

0345-6694758

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اظہارِ تشکر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين

أما بعد!

سب سے پہلے میں اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں جس خدائے بزرگ و برتر نے اپنے محبوب سے متعلق کچھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی، زبان حال اس بے پایاں احسان پر حمد وشکر کے ترانے سے معطر ہے اور دل احسان مندی کے جذبات سے معمور ہے۔

پیغمبر اسلام، جن کی نسبت سے ہماری اسلامی پہچان ممکن ہوئی اور انسانیت کی اعلیٰ اقدار سے روشناسی ہوئی، ان پر خدائے واحد کی طرف سے لا تعداد صلوات و برکات کا نزول ہو۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد میں انتہائی شکر گزار ہوں اپنے مرشد و مربی اور رحیم وشفیق استاد اور اس مقالے کے نگران جناب ڈاکٹر حافظ سجاد صاحب ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ فکر اسلامی و تاریخ وثقافت علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد کا کہ جنھوں نے بڑی خندہ پیشانی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس مقالے کی تالیف و تدوین میں اپنی مکمل راہنمائی فراہم کی، جس کی بدولت بغیر وقت ضائع ہوئے یہ مقالہ بروقت پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ میں نے ان سے جب بھی ٹائم مانگا یا رابطہ کیا تو انھوں نے بلا تاخیر فوری طور پر مجھے اپنے پاس بلایا اور اپنی قیمتی راہنمائی سے نوازا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت کی عظیم کامیابی اور خیر و برکت عطا فرمائے۔ آمین!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے بعد میں بے حد شکر گزار ہوں کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ کے تمام اساتذہ کرام کا جنھوں نے دوران کورس ہمیں بھر پور تعاون فراہم کیا، جس کی بدولت ہم اس تحقیقی کام کے قابل ہوئے۔ بالخصوص اپنے بزرگ استاد جناب پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی صاحب، جناب ڈاکٹر پروفیسر محی الدین ہاشمی صاحب ڈین کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، جناب ڈاکٹر معین الدین ہاشمی صاحب، جناب ڈاکٹر ثناء اللہ صاحب، جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید خاں عباسی صاحب اور محترم جناب ظفر اقبال صاحب کا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں جن کے ساتھ ایسے عظیم لوگوں کی مدح کی جا سکے یا ان کو کوئی صلہ دیا جا سکے۔ اے اللہ! تو ہمارے ان تمام بزرگوں، محسنوں کو اپنی طرف سے خیر کثیر عطا فرما۔

اس دوران جناب محمد شفیق صاحب دارالاندلس لاہور کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا جس نے اپنی خصوصی دلچسپی کے ساتھ اس تحقیقی مقالے کی کمپوزنگ میں بڑی مہارت دکھائی، باوجود رمضان المبارک کی مصروفیات کے اس کام کو بروقت اور بڑے باکمال طریقے سے مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنی جناب سے اجر عظیم عطا فرمائے۔

میں ان تمام دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس تحقیقی مقالے کی تالیف وتصنیف کے دوران اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا، محترم جناب ڈاکٹر حافظ محمد منشاء طیب صاحب دارالاندلس لاہور اور محترم جناب حافظ محمد یوسف صدیقی دارالاندلس لاہور نے حوالہ جات کی تخریج وتحقیق میں میرے ساتھ بہت تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

ممکن ہے کہ کچھ محسنین ومعاونین کا ذکر خیر صفحۂ قرطاس پر ثبت نہ ہو سکا ہو لیکن میرا دل ان کی شکر گزاری اور احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ معاونین اور محسنین کو بہترین صلہ عطا فرمائے اور دنیا وآخرت کی تمام فیوض وبرکات سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین!

شوکت علی شوکانی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ وَ نَسْتَعِیْنُہ وَ نَسْتَغْفِرُہ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہ لَا شَرِیْکَ لَہ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَ رَسُوْلُہُ ، اَمَّا بَعْدُ ! فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَ کُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ . ①

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ②

﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ﴾ ③

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴾ ④

---

① مسلم، کتاب الجمعة، باب خطبته ﷺ في الجمعة : ٦/١٥٣۔

② آل عمران : ٣/١٠٢۔

③ النساء : ٤/١۔

④ الأحزاب : ٣٣/٧٠، ٧١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ا۔ موضوع کا تعارف:

اسلام ایک دعوتی دین ہے جس کی تمام تر قوت کا راز دعوت میں مضمر ہے اور دعوت کا عمل امت کے ذمہ ایک فرض کی حیثیت رکھتا ہے جس کے متعلق ارشاد گرامی ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [1]

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے بنائی گئی ہو، نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔''

دعوت میں مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لیے منہج دعوت میں شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر ایک بنیادی حیثیت کی حامل ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ لوگ دعوت سے قبل دعوت دینے والے کو دیکھتے ہیں، اگر داعی با کردار ہو تو پھر اس کی دعوت پر بھی غور ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و جمال سے لے کر اعلیٰ اخلاقی اقدار تک با کمال محاسن و اوصاف کا ایک بے مثال نمونہ بنایا، جس کی بدولت اسلامی دعوت جزیرۂ عرب کے طول و عرض پر بڑی تیزی سے اثر انداز ہوتی چلی گئی۔ آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ اور پاکیزہ سیرت و کردار کی تاثیر نے ہی اہل عرب کو کوہِ صفا پر یہ بات کہنے پر مجبور کر دیا تھا:

« مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدقًا » [2]

''کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ﴾ [3]

---

1. آل عمران: ۳/۱۱۰۔
2. البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب التفسیر، باب وانذر عشیرتك الاقربین۔
3. آل عمران: ۳/۱۵۹۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

”آپ اللہ کی رحمت سے ان کے لیے نرم ہو گئے، اگر آپ تند خو، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ سے دور بھاگ جاتے (اور آپ کے قریب تک نہ آتے)۔“

عصر حاضر میں منہج دعوت میں داعی کے کردار کی اہمیت و تاثیر کیا اثرات رکھتی ہے اور اس کا اہتمام کتنا لازمی اور ضروری ہے اسی بات کو سمجھنے کے لیے اس عنوان کو تحقیق کا موضوع بنایا گیا ہے۔

۲۔ موضوعِ تحقیق کی اہمیت:

داعی دعوت دین کی بنیاد ہے، اس کا مقام و مرتبہ انتہائی اہم اور نازک ہے۔ وہ کائنات کا عظیم ترین پیغام پہنچانے میں انبیاء کا نائب ہے۔ جس طرح وقت کا نبی عالی المرتبہ ہوتا ہے اسی طرح داعی کو بھی اسلام میں بلند مقام و مرتبہ حاصل ہے، کیوں کہ یہ انبیاء کی طرح پیغام رسانی اور دعوت و تبلیغ جیسا عظیم کام کرتا ہے۔

داعی کی اہمیت کا راز یہ ہے کہ وہ مدعوین کے لیے نمونہ ہے۔ اکثر لوگ بات کی بجائے عمل سے متاثر ہوتے ہیں اور ان میں سے زیادہ تر سننے کی بجائے دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالت کی ذمہ داری ایسے شخص کو دیتے ہیں جو صداقت اور اخلاق میں سب سے افضل ہو اور تمام انسانوں میں عقل و فہم میں برتر ہو۔

نبی اکرم ﷺ کو جب تبلیغ رسالت کا حکم ہوا تو آپ نے رؤسائے قریش اور قبائل عرب کے سرداروں کو کوہِ صفا پر بلایا اور اپنی چالیس سالہ سابقہ زندگی اور کردار کے بارے میں سوال کیا کہ اے اہل عرب! تم نے مجھے کیسا پایا ہے؟ تو تمام نے یک زبان ہو کر تصدیق کی ”کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔“

یہی وہ آفاقی اور عالمگیر سچائی تھی جس کو عرب تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے۔ ارشاد ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ﴾ ①

”اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی اپنے رسول چنتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔“

① الحج: ۲۲/۷۵۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جو فرشتوں میں سے رسول منتخب ہوتے ہیں وہ بھی سب سے اعلیٰ اور جو انسانوں میں سے رسول منتخب ہوتے ہیں وہ ہی تمام انسانوں میں اعلیٰ ہوتے ہیں۔ جبریل امین رسول ہیں اور وہ تمام فرشتوں میں سے اعلیٰ ہیں، اسی طرح محمد ﷺ رسول ہیں اور وہ تمام انسانوں میں سے اعلیٰ ہیں۔

مشہور مفسر ابن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے ایسے افراد کو پیغمبر منتخب فرماتے ہیں جو اپنی نوع میں پاکیزہ ترین ہوں، صفات وکمال میں لاجواب اور لائق انتخاب ہوں، لہٰذا تمام رسول پوری مخلوق میں سے افضل ترین ہوتے ہیں۔ [1]

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [2]

"تمھارے لیے اللہ کے رسول بہترین نمونہ ہیں۔"

نیز ارشاد گرامی ہے:

﴿فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [3]

"تم بھی انھی کے طریقے کی پیروی کرو۔"

انبیاء کو داعی بنا کر ان کی پیروی کا حکم اس لیے دیا گیا کہ داعی کی شخصیت، اس کی خوبیاں اور اس کے اسلوب کا مدعوین پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ لوگ داعی کی شخصیت، اسلوب، اخلاق اور لین دین سے اس کے علم وتبلیغ کی نسبت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ یہی تاثر لوگوں کو داعی کی بات ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ داعی جس قدر اچھی خوبیوں اور صفات

[1] السعدي، عبد الرحمن بن ناصر السعدي، تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان، المحقق عبد الرحمن بن معلا اللويحق، ن، مؤسسة الرسالة ط ٢٠٠٠م، ج ١، ص ٥٤٦۔

[2] الأحزاب: ٣٣/٢١۔ [3] الأنعام: ٦/٩٠۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے متصف ہوگا اسی قدر اس کی دعوت زیادہ مؤثر اور پر تاثیر ہوگی اور لوگوں میں اس کی قبولیت زیادہ ہوگی۔

داعی کے لیے ضروری ہے کہ اس کی کچھ خاص صفات اور خوبیاں ہوں، وہ مخصوص عادات کا پابند ہو اور قابل قدر امتیازات کا حامل ہو، تاکہ وہ مدعوین کو متاثر کرے اور اس کی دعوت بار آور ثابت ہو، وگرنہ اس کے بغیر دعوت کامیاب نہیں ہوگی۔

اسی ضرورت کے پیشِ نظر ہم نے اس عنوان کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے، تاکہ ہم اس بات کا جائزہ لے سکیں کہ منہج دعوت میں شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر کیا اثرات رکھتی ہے اور اس کا اہتمام کتنا لازمی اور ضروری ہے؟ آج اگر عصر حاضر میں اسلامی دعوت مطلوبہ نتائج فراہم نہیں کر رہی تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

۳۔ موضوع تحقیق کا بنیادی سوال:

۱۔ منہج دعوت میں شخصی کردار کی کیا اہمیت و تاثیر ہے؟
۲۔ منہج دعوت میں شخصی کردار کو بطورِ اسلوب و منہج اختیار کرنا کیوں ضروری ہے؟
۳۔ دعوت میں نبی اکرم ﷺ کا شخصی کردار کہاں تک مؤثر ثابت ہوا؟
۴۔ منہج دعوت میں دیگر انبیاء علیہم السلام کے شخصی کردار کی کیا تاثیر تھی؟
۵۔ عصر حاضر میں منہج دعوت میں شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر کا اہتمام کتنا لازمی اور ضروری ہے؟

۴۔ موضوع تحقیق کے فرضیات:

۱۔ منہج دعوت میں شخصی کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔
۲۔ منہج دعوت میں شخصی کردار کو بطورِ نمونہ اختیار کرنا از حد ضروری ہے۔
۳۔ دعوت میں نبی اکرم ﷺ کا شخصی کردار مؤثر ثابت ہوا۔
۴۔ منہج دعوت میں انبیائے کرام علیہم السلام کے شخصی کردار کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۔ مقاصد تحقیق:

اس تحقیق کے ذریعے مندرجہ ذیل مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

۱۔ دعوت میں داعی کے شخصی کردار کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

۲۔ منہج دعوت میں پائی جانے والی خرابیوں کی نشاندہی کے بعد ان کی اصلاح کا طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ داعات کے اندر پائی جانے والی خرابیوں کی نشاندہی اور ان کا حل تلاش کیا گیا ہے۔

۴۔ اردو زبان میں فن دعوت اور منہج دعوت پر ایک نئی تحقیق سامنے لائی گئی ہے۔

۵۔ دعوت کا کام کرنے والے حضرات وعلماء کے لیے سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک مستند اور مفید منہج دعوت کو سامنے لایا گیا ہے، تاکہ دعوت کے کام کو مزید بہتر کیا جا سکے۔

۶۔ سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

اس سے قبل اس موضوع کی مختلف جہات اور فروعات پر اور مختلف دعوتی اسالیب پر کچھ کام ہوا ہے لیکن یہ کام زیادہ تر عربی زبان میں ہے، اردو زبان میں دعوت کے اسالیب ومناہج پر لٹریچر کی ابھی تک خاصی کمی محسوس کی جا رہی ہے اور مقتدر علمی حلقے اس کمی کے ازالے کا تقاضا کر رہے ہیں، اس حوالے سے استادِ گرامی جناب ڈاکٹر حافظ محمد سجاد صاحب کا مضمون بعنوان دعوتِ نبوی ﷺ مراحل ومنہاج سیرت نگاری کا ایک اہم عصری رجحان، ایک ریسرچ جرنل ''جہات الاسلام'' ج،۷ش،۲، جنوری رجون ۲۰۰۲ء میں چھپا جس میں انھوں نے ایک سو چوبیس (۱۲۴) مصادر ومراجع کا ذکر کیا ہے جو اب تک دنیا کی مختلف زبانوں اور مختلف ممالک اور یونیورسٹیز اور اداروں کی طرف سے طبع ہو کر مارکیٹ میں آ چکے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ دعوت کے موضوع پر اور بھی بہت سی کتب موجود ہیں جن میں ابراہیم بن عبداللہ کی کتاب ''التدرج فی دعوۃ النبی'' سعید بن علی بن وہف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

القحطانی کی ''الحکمۃ فی الدعوۃ الی اللہ''، محمد ابراہیم الجیوشی کی ''من وسائل الدعوۃ فی عہد نبوی ﷺ'' محمد صالح عثیمین کی ''الاعتدال فی الدعوۃ'' محمد الغزالی کی ''فقہ السیرۃ'' مصطفیٰ سباعی کی ''السیرۃ النبویۃ دروس وعبر'' عبدالبصور مرزوق کی ''ادب الدعوہ فی عصر نبوی''، صالح بن عبدالعزیز کی ''البصیرہ فی الدعوۃ الی اللہ''، سید سلیمان ندوی کی ''رسول اکرم ﷺ کا اسلوب تبلیغ''، امین احسن اصلاحی کی ''دعوت دین اور اس کا طریق کار''، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی ''حکمت دین''، وحید الدین خان کی ''مطالعہ سیرت''، ابو الحسن علی ندوی کی ''رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ دعوت کا معجزانہ اسلوب۔'' اس اتنی بڑی تعداد کے باوجود بھی ابھی تک فن دعوت پر مزید کام کی اشد ضرورت ہے، اُمید کی جاتی ہے کہ زیر تحقیق مقالہ بھی اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے، کیونکہ ابھی تک دعوت میں شخصی کردار کے حوالے سے کوئی بھی کتاب یا مقالہ مارکیٹ میں نہیں آیا ہے، جبکہ دعوت میں شخصی کردار کا ایک بنیادی حیثیت حامل ہے۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو دعوت دین میں اس کے بغیر کامیابی ممکن ہی نہیں ہے۔

۷۔ اسلوبِ تحقیق:

اس تحقیق میں بیانیہ، تاریخی اور تعمیری تحقیق کا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے:

۱۔ اس تحقیق میں دعوت میں شخصی کردار کو بطورِ اسلوب و منہج کے سیرت طیبہ کی روشنی میں بطور نمونہ کے استعمال کیا گیا ہے۔

۲۔ اس تحقیق میں بنیادی مآخذ و مصادر کا استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ بوقت ضرورت ثانوی مآخذ سے بھی مدد لی گئی ہے۔

۴۔ عصر حاضر کے جدید وسائل کا بھی استعمال عملِ میں لایا گیا ہے۔

۵۔ میں نے اس مقالہ کی تیاری میں سوائے چند حوالہ جات کے تقریباً تمام تر حوالہ جات بنیادی مصادر ہی سے دیے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۶۔ اور اگر کوئی حدیث بخاری سے لی گئی ہے تو صرف صحیح بخاری کا حوالہ ہی دیا گیا ہے، باقی کتب حدیث کو درج نہیں کیا، تاکہ خواہ مخواہ حواشی کا حجم نہ بڑھایا جائے، کیوں کہ بخاری کی زیادہ تر روایات دیگر کتب صحاح میں بھی آتی ہیں، تو ایسی صورت میں اکیلی بخاری کو ہی کافی سمجھا گیا ہے۔

۷۔ اس مقالہ میں معیاری لیکن عام فہم اور سادہ انداز اختیار کیا گیا ہے، تاکہ موضوع کی افادیت کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اُٹھا سکیں۔

۸۔ تقسیم عنوانات:

یہ مقالہ چار ابواب اور ذیلی فصول پر مشتمل ہے۔

باب اوّل:

اس کا عنوان ہے ''دعوت دین میں منہج دعوت کی اہمیت کتاب وسنت اور سیرت طیبہ کی روشنی میں۔''

اس باب میں پانچ فصول ہیں۔ فصل اوّل میں منہج دعوت کا معنی ومفہوم بیان کیا گیا ہے۔ فصل دوم کا عنوان ہے ''رویے اور نفسیات (Behavioure) کے تناظر میں دعوت دین علم جدید کی روشنی میں۔'' فصل سوم میں منہج دعوت کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ فصل چہارم میں منہج دعوت کی اہمیت حدیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ فصل پنجم میں منہج دعوت کی اہمیت سیرت طیبہ کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ یہ باب اس مقالے میں تمہید وتعارف اور اس کے بنیادی مقاصد پر مشتمل ہے۔ اس میں داعی کی شخصیت، مقام ومرتبہ اور صفات کو بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

باب دوم:

اس باب کا عنوان ہے: ''دعوت دین میں شخصی کردار (القدوة الشخصية) کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس باب میں دو ذیلی فصول ہیں:

فصل اوّل: انبیاء علیہم السلام کی سیرت و کردار کے نمونے۔ اس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت و کردار اور دعوت کے دو نادر نمونے اور سیدنا یوسف علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور کردار کے نمونے پیش کیے گئے ہیں۔

فصل دوم: رسول اکرم ﷺ کی شخصیت و کردار کے نمونے (القدوۃ الحسنۃ) پر روشنی ڈالی گئی ہے اور آپ کی شخصیت اور دعوت کے کئی ایک نمونے پیش کیے گئے ہیں، بالخصوص کوہِ صفا اور غزوۂ حنین کے مواقع پر آپ کی دعوت اور شخصیت و کردار کو بیان کیا گیا ہے۔

باب سوم:

''رسول اکرم ﷺ کے دعوتی اسالیب میں شخصی کردار کے نمونے'' اس باب میں چار فصول اور ان کے ذیلی عنوانات ہیں۔

فصل اوّل: بعثت نبوی ﷺ اور مکی دور داعیٔ کائنات پر وحی کا آغاز۔ اس فصل میں نبی اکرم ﷺ پر وحی کا آغاز، نزول وحی کی کیفیت اور اخذ وحی کا طریق کار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی شخصیت کو بطورِ دلیل اور برہان پیش کیا ہے۔

فصل دوم: پس پردہ دعوتی مراحل میں منہج نبوی ﷺ۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کی بعد از نبوت ابتدائی تین سال کے دعوتی مراحل و منہاج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصل سوم: علانیہ دعوت۔ اس میں سورۂ مدثر اور سورۂ شعراء کی روشنی میں دعوت کا حکم اور منہج نبوی اور اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کو دعوت میں آپ کا اسلوب اور طریق کار اور کفار مکہ کے ظلم و ستم سے محفوظ رہنے کے طریق کار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصل چہارم: بیرون مکہ دعوتِ اسلام۔ اس میں آپ کی طائف والوں اور دیگر قبائل کو دعوتِ اسلام کے نمونوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ہجرت مدینہ کے لیے حالات کو سازگار بنانے کے طریق کار کی وضاحت کی گئی ہے اور اپنے شخصی کردار کو لوگوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سامنے پیش کیا ہے۔

باب چہارم:

''رسول اکرم ﷺ کے دعوتی اسالیب میں شخصی کردار کے نمونے۔''

اس باب میں ایک ہی فصل ہے۔

فصل اول: ہجرت کے بعد مدینہ میں دعوتی اسلوب اور شخصی کردار کے نمونے۔

اس فصل میں آپ ﷺ کی مدنی زندگی کو تین حصوں میں مرحلہ وار تقسیم کیا گیا ہے اور مدینہ میں مخصوص مقاصد کے تحت دعوتی اسلوب اور ترجیحات کو بیان کیا گیا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر قریش مکہ سے خطاب اور خطبہ حجۃ الوداع سے آپ کی دعوت کے نمونے بیان کیے گئے ہیں اور آخر پر منہج دعوت کی کامیابی کے بعد داعی اعظم کا رفیق اعلیٰ کی جانب سفر آخرت اور دعات کے لیے آپ کے اوصاف حمیدہ اور شخصی کردار کے نمونے بیان کیے گئے ہیں۔

اس مقالہ کی تالیف و تدوین میں بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ غلطی کا امکان نہ رہے لیکن پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے، قاری حضرات اگر کہیں غلطی دیکھیں تو مطلع کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تحقیقی مقالہ کو میرے محسن والدین، اساتذہ کرام، معاونین اور میرے لیے ذریعہ نجات اور صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین!

شوکت علی شوکانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب
01

دعوتِ دین میں منہجِ دعوت کی اہمیت

کتاب وسنت اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

فصل اول: منہجِ دعوت کا مفہوم

فصل دوم: رویے اور نفسیات (Behaviour) کے تناظر میں دعوت دین علم جدید کی روشنی میں

فصل سوم: منہجِ دعوت کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں

فصل چہارم: منہجِ دعوت کی اہمیت حدیث کی روشنی میں

فصل پنجم: منہجِ دعوت کی اہمیت سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل اوّل

منہج دعوت کا مفہوم

منہج کا لغوی معنی ومفہوم:

لفظ منہج نَهْجٌ سے ہے جس کا معنی ہے: طَرِيْقٌ نَهْجٌ بَيِّنٌ وَاضِحٌ بالکل واضح اور سیدھا راستہ، جس کی جمع آتی ہے: نَهْجَاتٌ، نَهْجٌ و نَهُوْجٌ۔ ①

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ ②

''ہم نے تم میں سے ہر کسی کے لیے شریعت اور راستہ مقرر کر دیا ہے۔''

شہاب الدین رحمہ اللہ اپنی مشہور ومعروف تفسیر میں فرماتے ہیں:

شِرْعَةٌ وَ شَرِيْعَةٌ هُمَا وَاحِدٌ، وَالْمِنْهَاجُ الطَّرِيْقُ الْوَاضِحُ، لفظ شِرْعَةٌ اور شَرِيْعَةٌ دونوں کا ایک ہی معنی ہے اور منہاج کا معنی ہے بالکل واضح راستہ۔ ③

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منہج کی تفسیر مِنْهَاجًا سَبِيْلاً ہی بیان کی ہے کہ منہج راستے کو کہتے ہیں۔ گویا کہ اہل لغت کے ہاں منہج ایسے راستے اور

❶ ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور، الافریکی المصری، لسان العرب حرف جیم، مادہ نہج، ن، دار صادر، بیروت، ط، اولی۔

❷ المائدۃ: ٥/ ٤٨۔

❸ شہاب الدین، احمد بن محمد الھائم المصری، التبیان فی تفسیر غریب القرآن، ن دارالصحابۃ لتراث بطنطا، القاھرۃ، ط ١٩٩٢ء، ج ١، ص ١٨٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذریعے کو کہا جاتا ہے جس کو اختیار کر کے کوئی شخص اپنے مقاصد کو حاصل کرنے تک پہنچتا ہے۔[1]

منہج کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں منہج ایسے طریقہ کار اور منصوبہ بندی کا نام ہے جس کو ایک داعی اپنے دعوتی میدان میں اپنے احوال وظروف کے مطابق اپناتا ہے اور اپنے اختیار کردہ اصولوں اور قوانین کی پیروی میں اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں منہج ایک حکمت عملی اور منصوبہ بندی کا نام ہے جو ایک داعی اپنے دعوتی عمل میں اختیار کرتا ہے۔

اسی بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فضیلۃ الشیخ عدنان عرعور فرماتے ہیں:

''منہج سے مراد وہ مستقل راستہ ہے جس پر داعی مختلف احوال وظروف سے نبٹنے کے لیے طے شدہ اصولوں اور مقرر کردہ نشان راہ کی روشنی میں چلتا ہے۔''[2]

دوسرے لفظوں میں ہم اسے یوں بیان کر سکتے ہیں کہ منہج ایک نقشہ (Road Map) ہے جو کوئی انجینئر یا کاریگر کسی منصوبے یا کام کو شروع کرنے سے پہلے ڈیزائن کرتا ہے، پھر وہ اس نقشے کے مطابق اپنے کام کا آغاز کرتا ہے اور اپنے تمام کام کو اسی نقشے کی روشنی میں مکمل کرتا ہے، جو بھی کام ایک منصوبہ بندی اور منظم طریقے سے کیا جائے وہ ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے اور جس کام میں بھی انسان قبل از وقت کوئی منصوبہ بندی

---

[1] ابن أبی حاتم، أبو محمد عبد الرحمن بن محمد ادریس (م۳۳۷ھ) تفسیر القرآن العظیم لابن أبی حاتم، مکتبة نزار مصطفی الباز، سعودی عرب، رقم الحدیث ٦٤٨٤، ج ٤، ص ١١٥٢۔

[2] عدنان عرعور، منهج الدعوة فی ضوء الواقع المعاصر، سعودی عرب، مترجم، عبد الرحمن بن یوسف، ڈاکٹر، دعوت دین کا طریقہ کار، ن مکتبہ ابن تیمیہ، لاهور، ص: ٢٨٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(Palaning) نہیں کرتا تو وہ کبھی بھی تسلی بخش نہیں ہوتا۔ لہٰذا منہج ایک قبل از وقت صحیح اور درست راستے کے انتخاب کا نام ہے، جو ایک داعی اپنی دعوت میں اختیار کرتا ہے۔

لفظ دعوت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

لفظ دعوت قرآن مجید میں ایک محتاط اندازے کے مطابق دوسو آٹھ مرتبہ آیا ہے، جو مختلف صیغوں، صورتوں اور معانی میں استعمال ہوا ہے، اس لفظ کا اصل مادہ (د ع و) ہے جس کا معنی ہے بلانا، پکارنا، مدد مانگنا، دعا کرنا، تبلیغ کرنا، استغاثہ کرنا، عبادت کرنا، استغفار کرنا۔ ① قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ②

''اور پکارو تم اپنے مددگاروں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔''

اور فرمایا:

﴿اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ ③

''میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب بھی کوئی مجھے پکارتا ہے۔''

مزید ارشاد ربانی ہے:

﴿الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ﴾ ④

''جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

---

① محمد فواد، عبد الباقی، المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم، انتشارات الاسلامی، تهران، (س، ن بذیل ماده)۔

② البقرة: ۲/۲۳۔

③ البقرة: ۲/۱۸۶۔

④ الأعراف: ۷/۱۹٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ ①

''اور تمھارے رب نے کہا تم مجھے پکارو میں تمھاری پکار سنتا ہوں۔''

اور فرمایا:

﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾ ②

''اور (حضرت محمد ﷺ) اللہ کی طرف بلانے والے اس کے حکم کے ساتھ اور روشن چراغ ہیں۔''

علامہ ابن منظور لسان العرب میں رقمطراز ہیں: المؤذن داعی الله۔ مؤذن اللہ کی طرف بلانے والا ہوتا ہے۔ والنبی داعی الأمة إلی التوحید الله و طاعته۔ نبی امت کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں چالیس کے قریب آیات و مقامات ایسے ہیں جہاں کلمہ دعوت لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف بلانے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ③

اسی طرح اردو ادب میں علماء کے ہاں دعوت و تبلیغ کی اصطلاح کثیر الاستعمال ہے۔ قرآن مجید میں ۷۸ مرتبہ کلمہ تبلیغ وارد ہوا ہے جس میں سے ۲۷ مرتبہ دین کی تبلیغ کے معنی و مفہوم میں آیا ہے۔ ④

---

❶ المؤمن : ۴۰/۶۰۔ ❷ الأحزاب : ۳۳/۴۶۔

❸ ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور (الافریکی المصری) لسان العرب، حرف واؤ، مادہ دعو، ن دار صادر، بیروت، اولیٰ۔

❹ محمد فواد، عبد الباقی، المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الکریم، انتشارات الاسلامی، تہران بذیل مادہ۔
محمد سجاد، ڈاکٹر، دعوت نبوی کے مراحل و منہاج، درمشمولہ ششماہی، جہات الاسلام، مدیر ڈاکٹر محمد عبد اللہ ج : ۷، شمارہ : ۲، جنوری تا جون (۲۰۱۴ء) ص ۱۷۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ہدایت، نصیحت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، ذکر شہادت علی الناس اور اظہارِ دین جیسی اصطلاحات بھی ذکر ہوئی ہیں۔ جن میں دعوت و اصلاح اور تبلیغ کا معنی و مفہوم پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں تبشیر و نذیر کے الفاظ بھی دعوت ہی کے معنی میں آئے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُمْ فَأَنذِرْ﴾ ①

''اٹھ اور (لوگوں کو اللہ کے عذاب سے) ڈرا۔''

اور فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ ②

''اے رسول! تبلیغ کر اس چیز کی جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل کی گئی ہے۔''

مزید فرمایا:

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ ③

''اور لازم ہے کہ تمھاری صورت میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔''

منہج دعوت سے مراد؟:

قرآن و سنت اور عربی لغت کی روشنی میں مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ دعوت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم دین کی تبلیغ ہے اور یہ اسلام کا ایک انتہائی اہم فریضہ ہے جو امت پر واجب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❶ المدثر: ٧٤/٢۔ ❷ المائدة: ٥/٦٧۔ ❸ آل عمران: ٣/١٠٤۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ①

''بلاؤ (لوگوں کو) اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور عمدہ وعظ کے ذریعے اور ان سے مکالمہ کرو اچھے طریقے سے، بے شک تیرا رب جانتا ہے جو گمراہ ہے اس کے دین سے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی جانتا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ②

''کہہ دیں کہ یہ میرا طریقہ ہے، میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ اور میرے ماننے والے بھی اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔''

مذکورہ بالا دونوں آیات منہج دعوت کی عمدہ ترین تفسیر کرتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر و الزماں حضرت محمد ﷺ سے لے کر آپ کی امت کے تمام واعظین و مبلغین کے سامنے منہج دعوت کو بیان کر دیا ہے اور اس کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

منہج دعوت سے مراد دعوت و تبلیغ کا ایسا مؤثر طریقۂ کار اپنانا ہے جس کے ذریعے مدعوین کو آپ بڑے عمدہ انداز میں اسلام اور دین کی طرف راغب کر سکیں۔

﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ ③

''اور وہ (عمدہ منہج کی بدولت اسلام میں) فوج در فوج داخل ہوتے چلیں جائیں۔''

منہج دعوت میں داعی کی مکمل منصوبہ بندی ((Road Map))، دعوت کے اہداف کا تعین اور مدعوین کے احوال و ظروف کی تفہیم منہج کے لازمی اجزا ہیں۔ حالات کے مطابق

① النحل: ١٦/١٢٥۔ ② يوسف: ١٢/١٠٨۔ ③ النصر: ١١٠/٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکمت عملی اختیار کرنا، ضرورت کے مطابق جدید ذرائع کا استعمال، دعوت کے بند راستوں کو کھولنے کی تدبیر، رکاوٹوں کو ہٹانا اور دعوت کے لیے حالات ساز گار کرنا داعی کا منہج ہے، اسی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے:

﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ ①

''اور جس کو حکمت عطا کر دی گئی گویا کہ اسے خیر کثیر دے دی گئی۔''

دعوت کے بہتر طریقہ کار کو اختیار کرنا خیر کثیر ہے اور یہی منہج دعوت ہے۔

منہج اور اسلوب میں فرق:

منہج سے مراد وہ مستقل راستہ ہے جس پر داعی مختلف احوال و ظروف سے نبٹنے کے لیے چلتا جاتا ہے ② اور اپنے طے کردہ اصولوں اور مقرر کردہ نشان راہ کی پیروی میں وہ اپنی منزل تک پہنچتا ہے، مثلاً داعی نے اصول بنایا کہ وہ اپنی دعوت میں مسائل سے قبل ایمان اور عقیدے کی دعوت دے گا۔ اللہ پر ایمان، رسولوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان، آخرت پر ایمان، تقدیر پر ایمان، جب مدعوین ان چیزوں کو سمجھ لیں گے تو پھر اس کے بعد دوسرا سبق مسائل کا ہے۔ اگر کسی کا اللہ پر ایمان ہی نہیں ہے تو اس کے سامنے فضائل کی کیا اہمیت ہے؟ داعی نے اپنے لیے جو اصول بنایا ہے کہ دعوت کب، کیوں، کس کو، کیسے، کیوں کر تو یہ داعی کا منہج ہے۔

اسلوب سے مراد ہے طرزِ تکلم، اندازِ بیان، بات کا سلیقہ جس میں الفاظ کا طریقہ انتخاب اور ادائیگی، فقروں کی ترتیب آواز کا اتار چڑھاؤ، نرمی و سختی، لب و لہجے کا انداز، یہ تمام چیزیں اسلوب میں آتی ہیں۔ یعنی منہج کا تعلق دعوت کے اصول و قوانین اور منصوبہ بندی کے ساتھ ہے اور اسلوب کا تعلق اندازِ بیان کے ساتھ ہے۔

① البقرة: ۲/۲۶۹۔

② عدنان عرعور، منهج الدعوة في ضوء الواقع المعاصر، سعودی عرب، مترجم، عبد الرحمن، یوسف، ڈاکٹر، مکتبہ ابن تیمیة اردو بازار، لاہور، ص ۲۸۸۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میدانِ دعوت میں شخصی کردار بطورِ منہج و اسلوب:

دعوت کے میدان و مجال میں داعی کے شخصی کردار کی جو اہمیت و تاثیر ہے یہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ دعوت کی کامیابی اور ناکامی کا سارے کا سارا دارومدار داعی کی شخصیت و کردار کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے تو ان کا منہج یہ تھا کہ انھوں نے سب سے پہلے ایمان باللہ میں توحید ربوبیت کی دعوت دی اور فرعون کو کہا کہ اللہ ہی رازق ہے، وہی خالق ہے، وہی پیدا کرنے والا اور مارنے والا ہے، وہ قادر مطلق ہے، ہر چیز کا اختیار اسی کے پاس ہے۔ وجودِ باری تعالیٰ اور اثباتِ توحید کے بعد فرعون کے کفر اور اس کی گمراہی کو بیان کیا، اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اس کے سامنے اپنے معجزات پیش کیے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیے ہوئے تھے، اس کے بعد ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، موسیٰ علیہ السلام کا یہ طریقہ کار منہج میں آتا ہے، یہ ان کا منہج تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دعوت کی غرض سے فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو ساتھ ہی تعلیم بھی دی: ﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ [1] کہ ان سے نرمی کے ساتھ بات کرنا۔ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے ادب اور نرمی سے پیش آنا، دھیما انداز اختیار کرنا، بامقصد بات چیت کرنا، مکالمہ میں اچھا طریقہ اپنانا، اسے انجام کار یاد دلانا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرانا، یہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا اسلوب تھا۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے جتنے بھی نبی اور رسول بھیجے ہیں ان سب کا کردار اور اخلاق مثالی اور بے عیب تھا، اس لیے مجالِ دعوت میں داعی کے اندرونی اور بیرونی اوصاف و صفات ایک مرکزی اور کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

---

1. طٰهٰ: ۲۰/ ٤٤۔
2. السیوطی، عبد الرحمن بن أبی بکر جلال الدین (م ۹۱۱ھ) الدر المنثور، ن دارالفکر، بیروت، ط، ن م، ج ٥، ص: ٥٨٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

رویے اور نفسیات کے تناظر میں دعوتِ دین
علمِ جدید کی روشنی میں

رویے (Behaviour) کا مفہوم:

رویے کے معنی اخلاق اور طرزِ عمل کے ہیں۔ علم نفسیات کے مطابق رویے اور کردار سے مراد انسانی افعال ہیں جن کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور اس میں انسان کے اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کے اعمال شامل ہیں۔[1] انسان فطرتی طور پر معاشرت پسند ہے، وہ پیدائش سے موت تک معاشرتی ماحول میں زندگی بسر کرتا ہے، اس کی شخصیت بیرونی معاشرتی ماحول کے ساتھ تعامل سے تشکیل پاتی ہے۔

جدید نفسیات میں ہم اس بات کا مطالعہ کرتے ہیں کہ معاشرہ کسی فرد کے کردار کو کس طرح متاثر کرتا ہے اور فرد معاشرے پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ فرد گروہ میں کس طرح سیکھتا ہے، مسجد میں کس طرح سیکھتا ہے، مدرسہ میں کس طرح سیکھتا ہے، سکول، کالج اور یونیورسٹی میں کس طرح سیکھتا ہے۔ فرد معاشرے میں دوسرے افراد کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور وہ دوسروں کی عادات، رسم ورواج اور فیشن وغیرہ اپناتا ہے۔ معاشرتی نفسیات

[1] ضیاء، محمد عارف، ڈاکٹر محمد اسلم، میاں، تعلیمی نفسیات اور نصاب، ن علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ط ۲۰۰۴ء، ص ۲۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے ہم تعین کرتے ہیں کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے، مثلاً اگر کوئی [illegible] اختیار کرتا ہے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے ایسا کرتا ہے۔ سماجی نفسیات متعدد عنوانات کا مطالعہ کرتی ہے جو ہماری سماجی زندگی میں اہمیت رکھتے ہیں، مثلاً گروہی زندگی، فیشن، پروپیگنڈا، رسم و رواج، عادات و اطوار، اعتقادات و معتقد، مذہب، منصب کے اثرات، سماجی محرکات اور رجحانات، راہنمائی، لیڈرشپ، قومی حیثیت وغیرہ۔ ایک داعی کا علم نفسیات کو اپنی دعوت میں بطور ہتھیار استعمال کرنا عصر حاضر کا اہم ترین تقاضا ہے۔

نفسیات (Psychology) کی تعریف اور اس کا مفہوم:

نفسیات (Psychology) ایک علمی مطالعہ ہے، جس کے اپنے اصول و ضوابط اور طریقہ ہائے کار ہیں۔ لفظ ''Psychology'' یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے روح کی سائنس یا مطالعہ۔ دوسرے الفاظ میں علم نفسیات انسانی زندگی کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کے مطالعہ کا نام ہے۔ ①

میدانِ دعوت میں علم نفسیات کے استعمال کا مقصد یہ ہے کہ داعی مدعو کے ذہن و کردار کے تمام پہلوؤں کا بغور مطالعہ کر کے بنیادی اصول وضع کرے، جن کے ذریعے انسانی ذہن سمجھنے، اسے قابو میں رکھنے اور اس کے بارے میں پیشین گوئی کرنے میں آسانی ہو اور اس کو سائنسی درجہ دے کر اپنی دعوت میں بھرپورہ فائدہ اٹھائے۔

موجودہ دور میں یہ علم اپنی افادیت اور اہمیت کی وجہ سے سائنسی اصولوں کے تحت انتہائی وسعت اور مقبولیت کا حامل ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں علم نفسیات کو دخل حاصل نہ ہو بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آج کی دنیا میں انسانی زندگی کی عبارت ہی علم نفسیات سے ہے۔ علم نفسیات صرف انسان کے ظاہری افعال کا

① ایضاً، ص: ۲۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ ہی نہیں کرتا بلکہ ان افعال و کیفیات کا مطالعہ بھی کرتا ہے جو مشاہدے میں نہیں آ سکتے۔ بعض اہل علم کے ہاں نفسیات کا تعلق اخلاقیات اور مذہب کے ساتھ زیادہ ہے۔ ①

اگر مذکورہ بالا تمام بحث کو دیکھا جائے تو علم نفسیات کا استعمال دعوتی امور میں وقت کا اہم ترین تقاضا ہے اور اس سے بھرپور فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ مساجد و مدارس کے ماحول میں کام کرنے والے علماء کی نسبت دیکھنے اور مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ جو علماء جدید علوم سے بہرہ ور ہیں اور جدید ذرائع کو استعمال میں لاتے ہیں وہ زیادہ کامیاب ہیں اور ان کے دعوتی حلقے زیادہ مؤثر ثابت ہو رہے ہیں۔

دعوت میں علم نفسیات کا استعمال بطورِ کرداری سائنس:

انسان فطرتی طور پر معاشرت پسند ہے، وہ پیدائش سے موت تک معاشرتی ماحول میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کی شخصیت بیرونی معاشرتی ماحول کے ساتھ تعامل سے تشکیل پاتی ہے۔ دعوت کے میدان میں ہم اس بات کا مطالعہ کرتے ہیں کہ معاشرہ کسی فرد کے کردار کو کس حد تک متاثر کرتا ہے اور فرد معاشرے پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ ②

فرد گروہ میں کس طرح سیکھتا ہے؟ علم نفسیات کا استعمال مسجد میں فرد پر کس طرح کرنا ہے، مدرسہ میں سازگار ماحول کس طرح فراہم کرنا ہے، لوگوں، عوام الناس مدعوین کی معاشرتی الجھنیں کیا ہیں، ان کی معاشرتی مجبوریوں کا کیا حل ہے، داعی کس طرح لوگوں پر اثر انداز ہوگا؟ سماجی اور معاشرتی اصلاح میں علم نفسیات ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ دعوتی عمل میں داعی اگر اس کو بطور کرداری سائنس کے استعمال کرے تو دعوتی نتائج بہت جلد، انتہائی مفید اور مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں۔

---

❶ ضیاء، محمد عارف، ڈاکٹر محمد اسلم، میاں، تعلیمی نفسیات اور نصاب، ن علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ط ۲۰۰٤، ص ۲۸۔

❷ ایضًا، ص ۲۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم نفسیات کے تناظر میں فرد کی ذہنی وجسمانی اور شخصی نشو ونما کا انتظام اور دعوت میں اس کی افادیت:

داعی کو ایک ماہر سائیکالوجسٹ کی طرح کام کرنا چاہیے اور اپنے مدعوین کی نفسیات کو سمجھ کر دعوت دینی چاہیے۔ قوانینِ توارث کے تحت پیدائش سے قبل ہی انسان میں اپنے والدین، آبا واجداد اور نسل انسانی کے منتخب خصائص موجود ہوتے ہیں۔ یہ صلاحیتیں آہستہ آہستہ اپنے وقت پر اور مناسب ماحول کی موجودگی میں کام میں آتی ہیں۔ تعلیمی نفسیات نشو ونما کے عمل کا بغور مطالعہ کرتی ہے، دعوت کے لیے ایک سازگار ماحول تلاش کرتی ہے اور فرد کی نشو ونما پر خصوصی توجہ دیتی ہے اور ایسے اقدامات کرتی ہے جس سے فرد کی ذہنی صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوں اور معاشرتی گھٹن دور ہو، تنگ نظری کی بجائے کشادگی پیدا ہو۔ ①

ہر آدمی میں مختلف عادات ہوتی ہیں اور وہ دوسروں سے مختلف ہوتا ہے، نفسیات فرد کی شخصیت کا مطالعہ کرتی ہے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ شخصیت کی تشکیل کن عوامل کی مرہون منت ہے۔ داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دعوت کو علم نفسیات کی روشنی میں پیش کرے۔ مذہبی فرقہ واریت کا علاج بھی علم نفسیات کے اصولوں پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔ جس طرح ایک ڈاکٹر بغیر کسی مذہبی تفریق کے ہر مریض کا علاج کرنا اپنا فرض تصور کرتا ہے اسی طرح ایک داعی بھی اپنی دعوت میں انسانوں کی روحانی بیماریوں کی شفایابی کی تدبیر کرتا ہے اور اپنے مدعوین کے ساتھ خلوص، ہمدردی اور نرمی کا رویہ اپناتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

① ایضاً، ص: ٥٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ ①

''آپ اللہ کی رحمت سے ان کے لیے نرم ہو گئے، اگر آپ تند خو اور سخت مزاج ہوتے تو وہ آپ کے قریب سے بھاگ جاتے، لہٰذا ان کو معاف کر دیا کرو، ان کے لیے اللہ سے استغفار کیا کرو اور ان کو مشورے میں شامل کیا کرو، جب کسی کام کا پختہ ارادہ کر تو لو پھر اللہ پر بھروسا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

جدید علم نفسیات کو یہ آیت ایک بنیاد فراہم کرتی ہے اور داعی کے لیے اصول و قوانین فراہم کرتی ہے۔ علم نفسیات کے پاس ہر مسئلے کا حل پہلے سے موجود نہیں ہوتا کہ ہم یہ خیال کریں کہ یہ تمام مسائل کو ایک لمحے میں حل کر کے رکھ دے گا۔ یہ علم عمل دعوت میں سوجھ بوجھ عطا کرتا ہے اور بعض عمومی اصول مہیا کرتا ہے۔ اب یہ داعی کا کام ہے کہ وہ کس طرح ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

دعوت میں شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر کے اصول:

داعی کو مدعو کے لیے نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے، شفقت و ہمدردی اور محبت و خلوص داعی کی ذات اور گفتگو سے ٹپکتا ہوا نظر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ » ②

''اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔''

① آل عمران: ۱۵۹/۳۔

② البخاري، محمد بن اسماعيل، (م۲۵٦ھ) باب كيف كان بدء الوحي، ن، قديمي كتب خانه بالمقابل آرام باغ كراچي، نمبر۱، ط، ثاني: ۱۹٦۱ء۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

داعی کی نیت خالص ہو، کسی قسم کا لالچ اور طمع پیش نظر نہ ہو۔ جھگڑالو اور سخت مزاج آدمی کبھی دعوت و تبلیغ کا کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ اگر وہ دعوت کے میدان کو اختیار کر بھی لے تو اس کے مدعوین بھی جھگڑالو ہی ہوں گے، ہماری مروجہ اور سماجی دعوت اس کی تصدیق کرتی ہے اور ایسا داعی دین کی خدمت کے بجائے فرقہ واریت کو ابھارتا ہے، معاشرے کی اصلاح کے بجائے نفرت کے بیج بوتا ہے۔

داعی اپنے مدعوین کے لیے اللہ سے توبہ و استغفار کرنے والا ہو، تاکہ لوگ اس کے دلی دوست بن جائیں، نبی ﷺ اور داعین امت کا ہمیشہ سے یہ طرزِ عمل رہا ہے۔ اسی لیے سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔

داعی کو مدعوین کی غلطیوں سے درگزر کرنا چاہیے، اپنے دل میں کوئی گرہ نہیں باندھنی چاہیے، اس سے دعوتی عمل بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کے باوجود بھی عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھایا تھا۔ آج تو لوگ دوسرے فرقے کا جنازہ نہیں پڑھتے۔

مدعوین کو مشورے میں شامل کرنا چاہیے، نبی اکرم ﷺ پر وحی آتی تھی، اللہ خود بذریعہ وحی آپ کی راہنمائی کرتا تھا لیکن اس کے باوجود آپ کو صحابہ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ اعتماد کی فضا قائم ہو، شکوک و شبہات کا خاتمہ ہو اور دعوت کے نتیجے میں ایک صالح جماعت وجود میں آئے جو امت کی ذمہ داری کا بوجھ اُٹھا سکے۔

داعی جب کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کو عوام پر بھروسا کرنے کے بجائے اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے، توکل علی اللہ دعوت میں کامیابی کی چابی ہے۔ داعی کو قطعاً یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ اس میں میری کوئی ذاتی خوبی ہے اور میں بڑا باصلاحیت ہوں، کیونکہ تکبر اور ریاکاری داعی کی شخصیت کے لیے زہر قاتل ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ﴾ ①

"آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔"

مزید ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ﴾ ②

"آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، ہدایت اسی کو ملتی ہے جس پر اللہ مہربان ہو۔"

داعی بعض اوقات فوری نتیجہ چاہتا ہے کہ ادھر تقریر کرے اُدھر لوگ مسلمان ہو جائیں، تو یہ سوچ درست نہیں ہے، دعوت میں فوری نتیجہ کی توقع کرنا عبث اور اصولِ دعوت کے خلاف ہے۔

داعی کے دل کی گھٹن بھی اصول دعوت کی خلاف ورزی ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ ③

"پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔"

داعی کے لیے یہ بات ہرگز درست نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو فوراً مومن بنانے کی توقع کرے اور نہ ماننے کی صورت میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لے، آپ ہی آپ میں کڑھتا رہے اور لوگوں کا علاج کرتا کرتا خود نفسیاتی مریض بن جائے، جیسا کہ فرمایا:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ ④

"وہ ایمان نہ لائیں گے تو کیا آپ اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے؟"

① الغاشیة: ۸۸/۲۲۔ ② القصص: ۲۸/۵۶۔
③ الکھف: ۱۸/۶۔
④ الشعراء: ۲۶/۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دعوت میں علم نفسیات بطور معاشرتی سائنس:

دعوت کو سائنسی اصولوں پر استوار کرنا عصر حاضر کا اہم ترین تقاضا ہے، اس لیے کہ سائنس ایک منظم علم ہے جس کی فراہم کردہ معلومات کو کسی بھی وقت، کتنی ہی مرتبہ اور کتنے ہی لوگوں کے ذریعے جانچا جا سکتا ہے، مقررہ حالات میں ہر دفعہ ہر آدمی کے ذریعے اور کوئی بھی تجربہ کرنے سے ایک طرح کے نتائج برآمد ہوں گے۔ اس لیے اگر ہم انسان کے سماجی اور معاشرتی ماحول کا بنظرِ غور مطالعہ کر کے اپنی دعوت کو اس کے مطابق کر لیتے ہیں تو اس کے مفید نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔ انسان معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور دوسروں کے رسم و رواج اور فیشن اپناتا ہے۔ معاشرتی نفسیات کے ذریعے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے، مثلاً اگر وہ انوکھی وضع اختیار کرتا ہے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے ایسا کر رہا ہے، معاشرتی نفسیات متعدد ایسے عنوانات کا مطالعہ کرتی ہے۔ یہ بات عام مشاہدے میں آتی ہے کہ ہمارے ملک میں رہنے والے عیسائی برادری کے لوگ ہمارے جیسے نام ہماری جیسی شادی بیاہ اور دیگر خوشیاں، غمیاں ہمارے معاشرے اور ماحول کے مطابق سرانجام دیتے ہیں، وہ نا چاہتے ہوئے بھی ایک ماحول سے متاثر ہونے کی وجہ سے ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ اسی طرح ہمارے مسلمان جو یورپی ممالک میں رہتے ہیں وہ ان کے ماحول کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ ہندوستان میں بسنے والی اقلیتیں وہاں کے ماحول کے مطابق زندگی گزار رہی ہیں۔ ہم ایسے تمام معاشروں میں ایک جیسا دعوتی عمل سرانجام نہیں دے سکتے۔ ہر ہر علاقے کی الگ الگ صورت حال کا جائزہ لینا ہوگا اور اس کے بعد وہاں کے حالات کے مطابق دعوتی پلان ترتیب دینا پڑے گا اور ہر معاشرے کی اسلامی اور غیر اسلامی روایات کو الگ الگ کرنا ہوگا۔ ایسے امور کی نشاندہی کرنا ہوگی جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے مذہب اور عقیدے کے خلاف ہیں اور ان امور میں لوگوں کو اجازت اور آزادی فراہم کرنا ہوگی جو ہمارے مذہب کے خلاف نہیں ہیں، خواہ مخواہ لوگوں کو آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ ایسے معاشروں میں "یُسر" (آسانی) کا اصول لاگو کرنا ہوگا، تاکہ لوگ اسلام سے بدظن نہ ہوں اور ناروا پابندیوں سے تنگ آ کر اسلام کو چھوڑ نہ جائیں۔

نبی ﷺ جب بھی کسی علاقے میں دعاۃ کو روانہ کرتے تو ان کو وہاں کے ماحول کے مطابق دعوتی اصول بتاتے، جیسا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ دعاۃ کو دعوتی مشن پر جانے سے قبل وہاں کے قوانین کا علم ہونا چاہیے، مثلاً امریکہ یا برطانیہ جانے سے پہلے وہاں کے متعلق معلومات حاصل کرنی چاہییں اور وہاں کے سرکاری قوانین کی پابندی کرنی ہوگی، تاکہ داعی کو کسی قسم کی غیر قانونی سرگرمیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مسلمانوں کی ہجرت حبشہ اس ضمن میں ہماری بہترین رہنما ہے جو اسلام کی اشاعت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ①

دعوت میں مدعوین کی نفسیات، حالات اور رویے کا لحاظ :

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ②

"اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر پابند نہیں کرتا۔"

یہاں طاقت سے مراد عقلی، عملی، جسمانی اور ہر طرح کی طاقت مراد ہے۔ نبی اکرم ﷺ بڑے حکیمانہ انداز سے سامعین کے مسائل حل کرتے، کیونکہ دعوت کا اصل مرکز تو

---

① ابن هشام، ابو محمد عبد الملك بن هشام المعافرى (م ٢١٨هـ) السيرة النبوية تحقيق مصطفى السقا ، ن، شركة مكتبة و مطبعة مصطفى البابى الحلبى، مصر ط، الثانية، ج ١، ص ٣٢١۔

② البقرة : ٢٨٦/٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عوام ہوتے ہیں اور ان کی اصلاح اور فلاح شریعت کا مطمح نظر ہے، نا کہ لوگوں کو کسی ناروا بوجھ تلے دبانا مقصد ہے۔ جو داعی حضرات شریعت کے اس فلسفۂ تبلیغ کو نظر انداز کرتے ہیں اور ہر جگہ ایک ہی تقریر اور ایک ہی انداز اپناتے ہیں وہ لوگ واضح غلطی کرتے ہیں۔

داعی حضرات کے لیے ہمیشہ سامعین کے حالات وظروف کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے، کیونکہ سامعین مختلف سطح کے ہوتے ہیں، ایمان، علم اور عقل ایک جیسی نہیں ہوتی۔ علم نفسیات کا استعمال دعوت میں اس لیے ضروری ہے کہ داعی کو ماحول اور سامعین کو دیکھ کر اندازہ ہو جائے کہ اس جگہ میں نے کس طرح کی گفتگو کرنی ہے اور کون سا اسلوب اختیار کرنا ہے، سامعین کس سطح کے ہیں، یہاں کس چیز کی ضرورت ہے، بیماری کون سی ہے، علاج کیا کرنا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ بیماری سر درد کی ہو اور علاج پیٹ درد کا شروع کر دیا جائے اور شفا کے بجائے موت تقسیم کر دی جائے۔ داعی کا نفسیات کو جانے بغیر دعوت دینا اس سے بھی بڑا نقصان کر سکتا ہے اور معاشرے میں اس کی کئی مثالیں ہمیں دیکھنے کو ملتی بھی ہیں کہ داعی حضرات کے غلط انداز اور بے ڈھنگے اسلوب نے بجائے اصلاح کے فتنوں کو جنم دیا ہے۔

انفرادی مزاج کا لحاظ اور دعوتِ دین:

نفسیات فرد کے صرف بیرونی اعمال کے مطالعہ ہی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اندرونی معاملات کا بھی مشاہدہ کرتی ہے اور اس کے یہ مشاہدات سائنسی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو الگ الگ صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا ہے۔ عقل، فہم، ادراک، شعور، غصہ، خوش طبعی، ضد، انا، تسلیم ورضا یہ ہر انسان کی اپنی اپنی عادات ہوتی ہیں۔ ان میں تمام انسان برابر نہیں ہوتے، حکمت و دانائی کا تقاضا ہوتا ہے کہ ہر انسان کو اس کے طبعی رجحان کے مطابق ڈیل کیا جائے اور اس سے اتنا ہی کام لیا جائے جتنا وہ خوش اسلوبی سے انجام دے سکتا ہو۔ قرآن مجید بنیادی طور پر ایک دعوت کی کتاب ہے۔ اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے یہی اصول اور قانون اختیار کیا ہے، سید قطب اپنی معروف تفسیر فی ظلال القرآن میں رقمطراز ہیں کہ قرآن مجید کی دور میں اس طرح لوگوں سے مخاطب رہا کہ لوگ خود بخود اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں۔ ①

قرآنِ مجید پڑھنے والا سیکڑوں سرگوشیوں، انتباہات، چونکا دینے والے پیغامات اور پراثر، وعظ اور ارشاد سے آگاہ ہوتا ہے اور وہ اس طویل معرکے اور دھیمے رویے کو دیکھ کر محسوس کرتا ہے کہ قرآن مجید ضدی، ہٹ دھرم اور عصبیت زدہ دلوں کو موہ لینے میں کیسے کامیاب ہو گیا۔

قرآن مجید سے چند انفرادی دعوت کے نمونے:

سورۂ انفال میں ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ ②

"اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم جانتے ہیں جو اس کے دل میں وسوسے گزرتے ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ ③

"اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور جان لو کہ اسی کے سامنے اکٹھا کیا جائے گا۔"

اور ارشادِ ربانی ہے:

❶ محمد قطب، سید، ابراهيم حسين الشاذلي (م ١٣٨٥هـ) في ظلال القرآن، ج ٤، ن، دار الشروق بيروت، القاهرة، ط سابع عشر ١٤١٢هـ- ص ٣٦٩٢، ٣٦٩٣-

❷ ق: ١٦/٥٠-

❸ الأنفال: ٢٤/٨-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ ①

''وہ نگاہوں کی چوری کو بھی جانتا ہے اور سینے کے چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی۔''

اور فرمایا:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ﴾ ②

''وہ اپنے بندوں پر پوری طرح حاوی ہے اور حکمت والا باخبر ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ ③

''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ بر و بحر میں جو کچھ ہے اس سے واقف ہے۔ کوئی پتا بھی اس کے علم کے بغیر نہیں گرتا اور زمین کی تہوں میں کوئی دانہ اور کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں ہے جو ایک روشن کتاب میں درج نہ ہو۔''

اور فرمایا:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ ④

''وہ جو لفظ بھی بولتا ہے ہمارے لکھنے والے فوراً تیار بیٹھے ہیں اس کو لکھنے کے لیے۔''

اور فرمایا:

﴿اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ

① غافر: ۱۹/۴۰۔ ② الأنعام: ۱۸/۶۔ ③ الأنعام: ۵۹/۶۔ ④ ق: ۱۸/۵۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ①

''اللہ ہی جانتا ہے ہر مادہ کے حمل کو اور جو کچھ رحموں میں گھٹتا بڑھتا ہے اس کو بھی اور ہر چیز اس کے ہاں ایک ضابطے کے مطابق ہے۔ وہ غائب و حاضر سب کو جاننے والا عظیم اور عالی شان ہے۔ تم میں سے وہ جو بات کو چپکے سے کہیں اور وہ جو بلند آواز سے کہیں اور جو شب کی تاریکی میں چھپے ہوئے ہوں اور جو دن کی روشنی میں نقل و حرکت کر رہے ہوں سب اس کے علم میں یکساں ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کا طرزِ تکلم مخاطب کے مزاج کے مطابق ہوا کرتا تھا، حدیث شریف میں بھی اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے ابوذر! تم منصب اور عہدے کے قریب نہ جانا، تم کمزور آدمی ہو اور یہ ایک امانت ہے۔'' ②

اس کے مقابلے میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طاقتور دیکھا تو انھیں قائد بنا دیا اور ان کی صلاحیتوں کی بدولت ان کو شیخین ابوبکر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی مقدم کر دیا۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنوخزیمہ کو قتل کر دیا اور ان کا یہ اقدام غلطی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے بھری محفل میں فرمایا: ''اے اللہ! میں تیرے سامنے خالد کی کارگزاری سے بے زاری کا اعلان کرتا ہوں۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دشمن کے مقابلے میں ایک بڑی طاقت کی حیثیت رکھتے

① الرعد: ۱۳/ ۸ تا ۱۰۔

② المسلم، أبی الحسین، مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، المحقق، فواد عبد الباقی، ن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، کتاب الأمارۃ، باب کراھۃ الأمارۃ بغیر ضرورۃ۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تھے اس لیے آپ نے ان کے اس اقدام کے باوجود انھیں عہدے سے معزول نہیں کیا۔
رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں ایمانی قوت، عدل و انصاف جیسی خوبی اور قائدانہ صلاحیت دیکھی تو ان کے لیے خلافت کی راہ ہموار کر دی۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

((يَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ))

''اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے علاوہ کسی کو نہیں مانتے۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسا دیتے ہوئے لوگوں کے رش کو دیکھا تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے عمر! تم طاقتور ہو، حجر اسود پر رش نہ کیا کرو کہ اس سے کمزور کو اذیت ہوتی ہے، اگر موقع مل جائے تو ہاتھ لگا لو وگرنہ اس کی طرف منہ کر کے ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کہہ کر گزر جایا کرو۔

ایک طرف آں حضرت ﷺ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کو کہہ رہے ہیں جبکہ دوسری طرف ایک صحابی آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یا رسول اللہ! میرا ذہن کام نہیں کرتا، مجھے کچھ یاد نہیں ہوتا، میں سورۃ الفاتحہ اور دیگر سورتیں بھی یاد نہیں کر سکتا تو مجھے کس طرح نماز ادا کرنا ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھ لیا کرو۔'' ①

اس سے بڑھ کر ایک کمزور سائل کے لیے اور کیا سہولت ہو سکتی ہے کہ آپ اس کو اس کے حافظے کی خرابی کی وجہ سے آسان اور متبادل حل بتا رہے ہیں اور دوسری طرف آپ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کا کہہ رہے ہیں، یہی مدعوین کے انفرادی احوال کے لحاظ کا ایک انداز ہے، جس کی پیروی داعی حضرات پر لازمی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی

① أبو داؤد، سليمان بن الاشعث (م ٢٧٥هـ) سنن أبي داود،، كتاب الصلوة، باب ما يجزى الأمي والأعجمي من القراءة، المحقق محمد محى الدين عبد الحميد، المكتبة العصرية صيدا، بيروت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرف سے انسانوں پر انعام ہے۔ داعی کو چاہیے کہ وہ مخاطب کے مزاج کو جانتا ہو، جو بات اس کو بتا رہا ہو وہ اس کے لیے مفید بھی ہو۔ کبھی کسی بات کو کسی دوسرے موقع کے لیے چھوڑ دے اور مناسب وقت پر بیان کرے۔

سامعین کی علمی استعداد کا لحاظ:

دعوت کا یہ بھی بڑا اہم اصول ہے کہ داعی جن کو دعوت دے رہا ہے ان کے علمی معیار کو ملحوظ رکھ کر ان کے حسب حال ان سے مخاطب ہو۔ جس چیز کی انھیں ضرورت ہے اسے پیش کرے، ان کے سامنے غیر ضروری باتیں نہ کرے۔ پہلے سے معلوم باتوں کی بحث میں نہ لگ جائے، جس سے داعی کا اپنا بھی اور سامعین کا بھی وقت ضائع ہو۔ اسی طرح عوام الناس کو صرفی ونحوی بحثوں کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، علم الکلام اور گمراہ فرقوں کے اعتراضات اور ان کے جوابات ایسے موضوعات ہیں جن کی عوام کو ضرورت نہیں ہوتی، یہ خاص مواقع اور خاص ضرورت کے موضوعات ہیں۔ اگر داعی ٹی وی پر تبلیغ کر رہا ہو تو اس کو اور بھی زیادہ محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے، کیونکہ سامعین مختلف جماعتوں اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ بہت زیادہ علمی مباحث پر لیکچر وغیرہ سے بھی اجتناب کرے، کیونکہ ان کا محل بھی کالج اور یونیورسٹیاں ہوتی ہیں۔ ہاں البتہ لیکچرار اگر اپنے اسلوب سے اس کو آسان اور عام فہم بنا لے تو الگ بات ہے۔ سمجھ دار داعی وہ ہے جو لوگوں کو ان کے ذہنی معیار کے مطابق وعظ کرے۔

داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے موضوعات کو سماجی ضرورتوں اور تقاضوں سے ہم آہنگ کرے، ہمیشہ چھ نمبر یا پھر جہاد یا پھر تصوف یا چند مخصوص موضوعات پر ہی ساری زندگی نہ گزارے۔ فقہی اور اصولی بحثوں سے بھی اجتناب کرے۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق ایک بدو نے مسجد نبوی میں تمام لوگوں کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کر دیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم اسے پکڑنے لگے تو آپ ﷺ نے انھیں منع فرما دیا، جب وہ پیشاب کر کے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے اسے بڑے پیار اور محبت سے سمجھایا تو وہ بدو آپ کی بات سن کر کہتا ہے کہ اے اللہ! تو مجھ پر اور محمد (ﷺ) پر رحم فرما، ہمارے سوا کسی اور پر نہیں، تو آپ ﷺ اس بدو کی بات سن کر ہنس دیے۔ ①

معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں تھا کہ دوران نماز گفتگو کرنا حرام ہے، انھوں نے نماز میں کوئی بات کر دی، جونہی نماز ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز میں کسی قسم کی بھی گفتگو کرنا جائز نہیں۔'' ②

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی آپ جیسا معلم نہیں دیکھا، نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد، آپ نے نہ کبھی مجھے مارا، نہ ڈانٹا، نہ گالی دی۔ ③

یہ تھی آپ ﷺ کی شخصی تاثیر اور ایمانی بصیرت جس کی بدولت یہ دعوت کامیاب ہوئی۔

مدعوین کے مخصوص حالات اور سماجی مجبوریوں کو پیشِ نظر رکھنا:

کامیاب داعی کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مدعوین کے لیے مخصوص حالات اور ان کی سماجی مجبوریوں کو دعوت میں پیش نظر رکھے۔ اگر کہیں زلزلہ آیا ہو یا آگ لگی ہوئی

① البخاری، محمد بن اسماعیل (م۲۵۶ھ) الجامع الصحیح، باب ترك النبی ﷺ والناس الاعرابی حتی فرغ من بوله فی المسجد، ن قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی نمبر ۱ ، ط، ثانی ۱۹۶۱ء۔

② المسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ و نسخ ما کان من اباحته۔

③ المسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ و نسخ ما کان من اباحته۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو اور افراتفری کا عالم ہو، عورتیں بے پردگی میں مردوں کے ساتھ رہ رہی ہوں تو انھیں برا بھلا کہنا کوئی اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو غیر ارادی طور پر اس حالت میں ہیں اور نہ ہی داعی ان کو ایسے حالات میں حلال و حرام کی تبلیغ کرنا شروع کر دے، جبکہ وہاں موت و حیات کا مسئلہ ہو اور یہ صاحب اس کی طرف توجہ ہی نہ دیں۔ اسی طرح اگر مسلمان کسی دباؤ میں ہوں تو ان کو ان کی طاقت سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کہنا چاہیے۔

اللہ رب العزت نے مخصوص حالات کے پیش نظر ہجرت نہ کرنے کو مجبوری شمار کیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴾ ①

’’جن لوگوں کی جان فرشتے اس حال میں نکالیں گے کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوں، وہ ان سے پوچھیں گے کہ تم کس حال میں پڑے رہے، وہ جواب دیں گے کہ ہم تو اس ملک میں بالکل بے بس تھے، وہ کہیں گے کہ اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کتنا ہی برا ٹھکانا ہے۔ البتہ وہ بے بس مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے تھے اور نہ کوئی چارہ کر سکتے ہیں۔‘‘

نیز ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا

① النساء: ٤/ ٩٧، ٩٨۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ﴾ ①

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے پناہ دی اور مدد کی یہی لوگ باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں، رہے وہ لوگ جو ایمان تو لائے لیکن انھوں نے ہجرت نہیں کی تمھارے لیے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک وہ ہجرت نہیں کرتے۔''

یہ سب احکام و مسائل ان کے مخصوص حالات کے پیش نظر ہیں۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ جب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا: اپنی قوم میں واپس چلے جاؤ، میرے غلبے کی خبر ملنے تک انھیں یہی تبلیغ کرو۔ یعنی ان کو مخصوص حالات کے پیش نظر گھر میں رہنے کی تبلیغ کی اور ہجرت نہ کرنے کو کہا، جب تک آپ ﷺ غالب آ کر قوت حاصل نہ کر لیں۔ یہ حکم ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے تھا، کیونکہ وہ مکہ میں رہنے والے نہ تھے اور نہ ہی ان کا کوئی مددگار تھا۔ مکہ والے انھیں اذیت دیتے تھے، اسی لیے آپ ﷺ نے ان کو ایسا کرنے کو کہا۔ داعی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھے، اس سے غافل نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگوں سے ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق سلوک کرو۔ ②

نبی ﷺ کا فرمان اقدس ہے:

''صاحب حیثیت اور باوقار لوگوں کی ایسی لغزشیں جو حدود میں نہ آتی ہوں معاف کر دیا کرو۔'' ③

❶ الأنفال: ٨/ ٧٢۔

❷ المسلم، فی مقدمته، ج ١، ص ١٧٠۔

❸ أبی داوٗد، كتاب الحدود، باب فی الحد يشفع فيه۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نیکی اور تقویٰ میں جانا پہچانا ہے یا اس کا معاشرے میں ایک مقام و مرتبہ ہے، اگر وہ کہیں پھسل جائے تو اس سے درگزر کیا جائے اور اس سے چشم پوشی کی جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صاحب حیثیت لوگ جن کی لغزشیں معاف ہوتی ہیں، یہ وہ ہوتے ہیں جو برائی میں مشہور نہ ہوں اور کبھی کبھار پھسل جائیں۔''

جب حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی میزبانی کی، عزت و تکریم کے طور پر تکیہ پیش کیا، کیونکہ وہ ایک مشہور و معروف اور معزز شخص کے بیٹے تھے۔

منہج دعوت میں شخصی تاثیر و کردار کی یہ واضح مثالیں ہیں جو داعی حضرات کے لیے منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ سیاستدانوں، حکومتی عہدے داروں، بڑے کاروباری اور سرمایہ داروں اور بیوروکریٹس کا عملِ دعوت میں لحاظ کرنا بعض اوقات انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ لوگ ریاست اور سٹیٹ کو چلانے میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، دعوت میں ان کا تعاون بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

اگر داعی کو ان کی اصلاح کی ضرورت بھی پیش آ جائے تو کھلے عام جلسوں اور دعوتی حلقوں میں ان کا تذکرہ مت کیا جائے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

« من أراد أن ینصح لسلطان بأمر فلا یبد له علانیة ولكن لیأخذ بیده فیخلو به فإن قبل منه فذاك و إلا كان قد أدّى الذی علیه له »[1]

''جو شخص صاحب اقتدار کو نصیحت کرنا چاہے تو اسے سرعام نہیں کرنی چاہیے، اسے تنہائی میں لے جائیں، اگر وہ نصیحت پر عمل کرے تو درست ورنہ نصیحت

[1] أحمد ابن حنبل، الامام، المسند، ج ٣، ص ٤٠٤، مؤسسة القرطبة مسند المكيين۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے والے کا فرض ادا ہو گیا۔‘‘

ہمارے ہاں جو ایک سماجی رواج بنا ہوا ہے کہ داعی حضرات ہمیشہ ہی سے برسر اقتدار طبقے کو اپنا مد مقابل سمجھتے آ رہے ہیں اور ان کو ملک دشمن اور اسلام دشمن سمجھتے ہوئے کافر حکمران والی تمام آیات انھی پر فٹ کرتے ہیں اور دوسری طرف جو یہ طبقہ ہے وہ علماء کے بارے میں منفی سوچ رکھتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حکومتی ایوانوں میں دعوت کے دروازے اور علماء کی رسائی کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں، جس سے کفر و الحاد کو پھیلنے کا موقع ملتا ہے اور اس سے وہ لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں جو دیگر عزائم رکھتے ہیں۔ اسلامی ممالک میں برسر اقتدار طبقے اور داعی حضرات کا باہمی تعاون از حد ضروری ہوتا ہے، کوئی ملک دینی تربیت کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔ عوام کی اخلاقی تربیت ہمیشہ علماء ہی کرتے ہیں اور حکمران کی حکومت عوامی تعاون کے بغیر کبھی کامیابی کی طرف نہیں بڑھ سکتی۔ عوام میں سماجی برائیوں کا خاتمہ ملکی ترقی کے لیے ضروری ہوتا ہے اور سماجی برائیوں کی اصلاح داعی حضرات ہی کر سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان دونوں طبقوں کا آپس میں تعاون از حد ضروری ہے۔ ملک میں اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام بھی انھی مقاصد کے پیشِ نظر عمل میں آیا تھا لیکن وہ ایک محدود ادارہ ہے۔ داعی حضرات کو ان چیزوں کی اہمیت کا علم ہونا بہت ضروری ہے اور قرونِ اولیٰ کی طرح برسر اقتدار طبقے سے تعاون کرنا داعی حضرات کے لیے لازمی ہے۔ ماضی میں اسلامی ممالک میں مسلمان حکمرانوں نے اسلام اور مسلمان علماء کی خدمت کو اپنے لیے سعادت سمجھا جس کی آج بھی ضرورت ہے۔

بات ہو رہی تھی مخصوص حالات اور سماجی مجبوریوں کی، ایک دفعہ آں حضرت ﷺ کی رات گزارنے کی باری ایک بیوی کے ہاں تھی کہ کسی دوسری بیوی نے آپ کے پاس کھانا بھیج دیا، تو جس کی باری تھی اس نے ہاتھ مار کر برتن توڑ دیا، آپ ﷺ نے کھانا اکٹھا کیا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے برتن میں رکھ دیا اور فرمایا: "غارت أُمکم" تمھاری ماں غیرت میں آ گئی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے ٹوٹا ہوا برتن رکھ لیا اور توڑنے والی کے گھر سے صحیح پیالہ لے کر اس کو بھیج دیا۔ ①

یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ ﷺ کس قدر موقع شناس تھے اور کس قدر قوت برداشت کے مالک اور بلند اخلاق تھے، لوگوں کے احوال وظروف کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ اگر آپ کے سامنے کوئی اور آدمی اس طرح کی حرکت کرتا تو گستاخی شمار ہوتی لیکن آپ نے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا اور سمجھا کہ ایسے میں عورت کی حمیت اس کو عقل و دانش اور حسن تصرف سے محروم کر دیتی ہے۔ نیز اسی طرح واقعۂ افک کے ضمن میں جب عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے گناہی کے بارے میں آیات نازل ہوئیں تو ان کی والدہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کھڑی ہو جاؤ اور اللہ کے رسول کا شکریہ ادا کرو۔ وہ کہنے لگیں:

www.kitabosunnat.com

« لا واللہ ! لا أقوم إليه، ولا أحمد إلا الله عزوجل » ②

''اللہ کی قسم! میں آپ کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی، میں تو صرف اللہ عزوجل کی تعریف کروں گی۔''

حالانکہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی شان کے مناسب نہیں تھی، اگر ہم میں سے کسی کے ساتھ ایسا ہوتا تو اسے بڑا غصہ آتا لیکن مبلغین، داعین کے سردار نبی کریم ﷺ اس کی تہ تک پہنچ گئے تھے، نہ تو آپ ان سے ناراض ہوئے اور نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سرزنش کی۔ یعنی آپ کی شخصیت مبارک کس قدر حوصلہ مند تھی اور آپ کس قدر قوت برداشت کے مالک تھے۔ ان تمام مذکورہ بالا دلائل سے داعی کے شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر کا پتا چلتا ہے۔

① البخاري، كتاب النكاح، باب الغيرة۔

② البخاري، كتاب التفسير، باب قوله عزوجل : ﴿أن الذين جاؤا بالإفك عصبة......﴾۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منہج دعوت میں سامعین کی ضروریات کا لحاظ:

ایک حقیقی داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سامعین کی مجبوریوں، ان کی غربت، بیماری، شادی، پیشے اور کاروبار کا لحاظ رکھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے، دیکھا تو راستے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک سے نڈھال چہرے کے بل گرے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! انھوں نے کہا: ''لبيك يا رسول الله! و سعديك'' وہ کہتے ہیں پھر آپ نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور کھڑا کر دیا اور میرا دکھ پہچان کر مجھے گھر میں لے گئے، دودھ سے بھرا ہوا پیالہ منگوایا، جب میں نے کچھ پی لیا تو کہنے لگے:

''ابوہریرہ! اور پیو۔'' [1]

اس سے بڑا دعوتی نکتہ نکلتا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حالت کو نظر انداز نہیں کیا۔

اسی طرح ایک بڑا عجیب واقعہ ہے کہ ایک صحابی نے اپنی بیوی سے رمضان میں روزہ کی حالت میں ہم بستری کر لی پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تمھارے پاس آزاد کرنے کے لیے کوئی غلام ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا: دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، پھر آپ نے پوچھا: کیا تمھارے پاس ساٹھ مساکین کے لیے کھانا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ رک گئے، اس سوچ میں تھے کہ اتنی دیر میں آپ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آ گیا۔ آپ نے پوچھا: مسئلہ دریافت

[1] بخاري، كتاب العلم، باب الغضب في الموعظة والتعليم إذا رأى ما يكره۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کرنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں۔ آپ نے کہا: اسے لے لو اور صدقہ کر دو۔ وہ آدمی کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں اپنے سے زیادہ غریب پر صدقہ کروں؟ کہنے لگا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ان دو پہاڑوں کے درمیان یعنی وادی مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی غریب نہیں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھیں بھی کھل گئیں، پھر آپ نے فرمایا: اسے اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔ ①

سبحان اللہ! کیا تاثیر تھی آپ کی پاکیزہ شخصیت کی کہ مدعو آپ کے چہرۂ انور کو دیکھنے کے بعد کبھی پلٹ کر واپس نہ جاتا۔

ایک دفعہ آپ نے ایک خادم صحابی کی نکاح کی ضرورت کو محسوس کیا تو فرمانے لگے: ربیعہ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ یعنی آپ اس کو شادی کی ترغیب دے رہے ہیں۔

آپ ﷺ نماز کے اماموں کو نماز مختصر پڑھانے کی تلقین کیا کرتے تھے اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے:

« يا أيها الناس! إنكم منفرون فمن صلى بالناس فليخفف فإن فيهم المريض والضعيف و ذا الحاجة » ②

''لوگو! تم تو متنفر کرنے والے ہو، جو شخص نماز پڑھائے ہلکی پڑھائے، کیونکہ پڑھنے والوں میں مریض بھی ہوتا ہے، کمزور بھی اور کام کاج والا بھی۔''

بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک نوجوان نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آ کر آپ سے کھلے عام زنا کی اجازت چاہی، لوگوں کو اس کی بات سن کر بڑا تعجب ہوا کہ اس نے اس پاکیزہ مجلس میں کس طرح کی بات کر دی ہے۔ لوگوں نے اس کو کہا: نکل جاؤ، نکل جاؤ......

① البخاری، کتاب الصیام، باب إذا جامع في رمضان ولم يكن له شيء۔

② البخاری، کتاب العلم، باب الغضب فی الموعظة والتعليم إذا رأى ما يكره۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی بھاگ جاؤ یہاں سے، لیکن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نزدیک ہو جاؤ۔ وہ نزدیک ہوا اور بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے کہا: کیا تم اس چیز کو جس کی تم اجازت مانگ رہے ہو اپنی ماں کے لیے پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: لوگ بھی اس کو اپنی ماں کے لیے کبھی پسند نہیں کریں گے۔ پھر آپ ﷺ نے باری باری بہن، پھوپھی، خالہ وغیرہ کے بارے میں پوچھا تو نوجوان نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں۔ وہ بات کو سمجھ گیا کہ جس طرح میں اپنی ماں، بہن، بیٹی، خالہ اور پھوپھی وغیرہ کے لیے اس کو پسند نہیں کرتا اسی طرح لوگ بھی اس کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے اس سے پیار کیا اور فرمایا:

« اللّٰهم اغفر ذنبه و طهر قلبه و حصن فرجه » ①

''اے اللہ! اس کا گناہ معاف کر دے، اس کے دل کو پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کو پاک دامن رکھ۔''

آپ اس نوجوان کے کھلے عام مطالبے سے سمجھ گئے تھے کہ یہ نوجوان شہوت کے غلبے سے معمور ہے لیکن ساتھ ساتھ مومن بھی ہے، خوفِ خدا بھی اس میں ہے، کیونکہ اگر وہ مومن نہ ہوتا تو آپ سے اجازت کے بغیر زنا کر لیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا قربان جائیں امام المبلغین پر کہ آپ ﷺ نے کس طرح اس کو سمجھایا اور کتنی اچھی دعا دی ہے کہ اس کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی ہے۔ اس پر آپ ﷺ کی باتوں کا اتنا اثر ہوا کہ وہ ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا۔

لوگوں کی پرانی عادات اور معمولات کا لحاظ:

کچھ لوگ جو ابھی نئے نئے مسلمان ہو رہے ہوں یا پرانے مسلمان جن کی ابھی کوئی

① أحمد بن حنبل، الإمام، المسند، مسند الأنصار، ج ٥، ص ٢٥٦، ٢٥٧، مؤسسة القرطبة۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

خاص تربیت کا انتظام نہ ہو سکا ہو اور وہ کسی حرام یا غلط کام کے عادی ہوں، خواہ وہ اس کی حرمت سے آگاہ ہوں یا نہ ہوں، ایسے لوگوں کو چند دن میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ وہ کسی سیاسی یا شخصی دباؤ کا شکار ہوں اور وہ اس قدر کمزور ہوں کہ وہ اسلامی شعار کو پوری طرح اپنا نہ سکتے ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بہت طاقتور ہوں اور ان کو حلال و حرام کی ابھی تک تمیز ہی نہ ہو۔ بہرحال ایک داعی کو احوال و ظروف سے باخبر ہونا چاہیے، تاکہ وہ زمینی حقائق کے مطابق اپنی دعوت کو مرتب کر سکے۔

سامعین کی ثقافتی صورتِ حال کا لحاظ:

داعی عوامی پروپیگنڈا کے شکار نہ ہوں بلکہ یہ شریعت کے مستحسن کاموں کی ترغیب دیں اور برے کاموں کے بارے میں نفرت پیدا کریں۔ موجودہ دور میں عورتوں اور مردوں کا اختلاط، موسیقی، سگریٹ نوشی، حقہ نوشی جیسی وبائیں مسلمانوں میں عام ہیں جو ناجائز ہیں۔ لیکن کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے، ان میں میانہ روی کی تعلیم دی جائے، مثلاً مختلف کھانے، ملبوسات، تقریبات، دوائیں، تعمیراتی طریقے وغیرہ۔

اچھی عادات و خصائل کے فضائل بیان کریں، مثلاً جود وسخا، غریبوں کی مدد کرنا، ایک دوسرے کا تعاون کرنا، محبت اور پیار کرنا، امن سے رہنا، تکلیف نہ دینا۔ بعض اوقات حکمت و دانائی کے بغیر لوگوں کے معمولات پر تبصرہ کرنے سے بہت سے فتنے برپا ہو جاتے ہیں، پھر داعی کو موردِ الزام ٹھہرا کر اسے معاشرے سے الگ کر دیا جاتا ہے، یا پھر اس کے دعوتی عمل کو روک دیا جاتا ہے۔ اس کی کئی مثالیں معاشرے میں دیکھنے میں بھی آئی ہیں جو دعوت کے لیے زہر قاتل ثابت ہوئی ہیں، خاص کر موجودہ دور تو میڈیا کا دور ہے، اس میں تو شیطان فوراً لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور داعین کی غلطی کو خوب اچھالتا ہے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس سے اجتناب بہت ضروری ہے۔ وہ داعی داعی نہیں جو اپنے آپ کو معاشرے سے الگ تھلگ کر کے بیٹھ جائے اور توقع کرے کہ لوگ خود اس کے پاس چل کر آئیں گے۔
دعوت ایک پر خلوص عمل ہے اور مسلسل محنت کا نام ہے، جبکہ انسانی تربیت ایک انتہائی مشکل کام ہے جو خلوص اور صبر کا تقاضا کرتا ہے۔

موجودہ عالمی صورتِ حال کے تناظر میں دعوت:

عصر جدید میں دنیا ایک شہر بن چکی ہے اور ممالک اس کے محلے ہیں، اس کے لیے گلوبل ورلڈ کی اصطلاح استعمال ہو رہی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ کی بدولت منہ سے نکلنے والا لفظ لمحہ بھر میں پوری دنیا میں پھیل جاتا ہے۔ جہاں اس سے اسلامی دعوت کی اشاعت و ترویج میں بہتری کی امید کی جا رہی ہے وہاں اس کے مفاسد سے بچنے کی بھی تدبیر ضروری ہے۔ عالمی سیاسی منظر پر داعی کی نگاہ شاہین کی طرح ہونی چاہیے۔ بدلتے ہوئے حالات میں اسلامی داعین کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ عالمی معاشی ڈھانچے اور نظام، عالمی کاروباری تجارت اور منڈیاں، بین الاقوامی بحری، بری اور فضائی روٹس، بین الممالک داخلی اور خارجی تعلقات، بین الممالک تنازعات، مسلمان اور اقوام عالم کے مابین تعلقات، ان تمام چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے دعوتی سرگرمیوں کو پروموٹ کرنا ہے، تاکہ دعوت کے راستوں کو مسدود کرنا ہے۔ اس میں اقوام عالم اور شاہانِ عالم کو لکھے گئے نبی اکرم ﷺ کے خطوط اور ایلچی اور غیر مسلم سربراہان کو دعوت اسلام میں آپ کا اسوہ اور منہج یہ داعی کے لیے زادِ راہ ہیں۔
سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا چیزوں کا دعوت سے کیا تعلق ہے؟ ان چیزوں کا دعوت کے ساتھ کئی طرح سے بڑا گہرا تعلق بنتا ہے، وہ اس طرح کہ یہ عصر حاضر کے اہم مسائل ہیں، جن کے بغیر ہم ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتے اور یہ بلاتفریق مذہب عالمی برادریوں سے ڈیل کرنا پڑتے ہیں اور ان کا اسلامی تعلیمات کے حوالے سے جائزہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لینا پڑتا ہے اور ان میں شرعی راہنمائی داعین وعلماء کا کام ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ دعوت اسلامی کے اہم ذرائع ہیں، ان کو دعوتی میدان میں کس طرح استعمال میں لانا ہے؟ ایک مناسب حد تک داعین کے لیے بین الاقوامی قوانین کا جاننا اور عالمی ڈھانچوں اور اداروں کے بارے میں مناسب علم ہونا بھی بہت ضروری ہے، تاکہ موجودہ دور میں دعوت میں آنے والی رکاوٹوں کو قانونی طور پر دور کیا جا سکے۔

اس وقت عالمی برادریاں بالخصوص وہ جن کے سیاسی اور معاشی عزائم ہیں وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر پریشان نظر آتی ہیں اور وہ لوگ ایسی ایسی قانونی تبدیلیاں کر رہے ہیں جن سے وہ اسلامی تعلیمات کو روکنا چاہتے ہیں، جس کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ①

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (دین اسلام) کو اپنے موتہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اس نور کو پورا کر کے رہے گا، خواہ کافروں کو یہ چیز ناپسند ہو۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے نبی کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا ہے، تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک اس کو ناپسند کریں۔"

اللہ تعالیٰ کے اس وعدۂ نصرت کے باوجود اسلامی داعین کو بہتر حکمت عملی اختیار کرنا موجودہ حالات کا اہم ترین تقاضا ہے۔ جو لوگ بذریعہ قوت اصلاح احوال کرنا چاہتے ہیں اور وہ حقیقی اسلامی تعلیمات سے عدم علم کی وجہ سے اپنے ہی ممالک کو فتح کرنے کی فکر میں ان پر حملہ آور ہیں داعی حضرات کو ان فتنوں کے بارے میں آگاہ ہونا چاہیے،

① الصف: ٦١/ ٨، ٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے مفاسد سے عوام کو بھی آگاہ کرنا چاہیے اور خود بھی ان سے دور رہنا چاہیے۔ ایسے لوگوں کی غلط روش کی وجہ سے امت مسلمہ کئی قسم کے مسائل کا شکار ہے۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« بَعَثَ عَلِيٌّ وَهُوَ بِالْيَمَنِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي مُجَاشِعٍ وَبَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَبَيْنَ عَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ وَبَيْنَ زَيْدِ الْخَيْلِ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ فَتَغَيَّظَتْ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ فَقَالُوا يُعْطِيهِ صَنَادِيدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا قَالَ إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اتَّقِ اللّٰهَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُطِيعُ اللّٰهَ إِذَا عَصَيْتُهُ فَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي فَسَأَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ قَتْلَهُ أُرَاهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ فَمَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ »[1]

”حضرت علی رضی اللہ عنہ جب یمن میں تھے تو انھوں نے نبی ﷺ کو کچھ سونا بھیجا جو

[1] البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی تعرج الملائكة والروح إليه۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مٹی سے جدا نہ تھا، آپ ﷺ نے اسے اقرع بن حابس حنظلی مجاشعی، عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ عامری کلابی اور بنو نبہان کے زید الخیل طائی کے درمیان تقسیم کر دیا، اس پر قریش اور انصار کو غصہ آیا تو انھوں نے کہا: آپ ﷺ رؤسائے نجد کو مال دیتے ہیں اور ہمیں نظر انداز کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: ''میں ان کی تالیف قلب کرتا ہوں'' اس دوران میں ایک آدمی آیا جس کی دونوں آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں، پیشانی ابھری ہوئی، ڈاڑھی گھنی، دونوں رخسار پھولے ہوئے اور سر منڈا ہوا تھا، اس نے کہا: یا محمد! اللہ سے ڈر۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب میں نے ہی اس کی نافرمانی کی تو اس کی اطاعت کون کرے گا؟ اس نے تو مجھے اہل زمین کے لیے امین بنا کر بھیجا ہے لیکن تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟'' پھر حاضرین میں سے ایک شخص نے اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی...... میرا خیال ہے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے...... تو نبی ﷺ نے انھیں منع کر دیا، پھر جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے جبکہ وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے، وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میں نے ان کا دور پایا تو ضرور انھیں قوم عاد کی طرح قتل کروں گا۔''

موجودہ دور میں یہی وہ فتنۂ تکفیر اور فتنۂ خوارج ہے جو عالمی استعمار کے فنڈ سے مسلمان ملکوں میں برسر پیکار ہے، یمن، شام، عراق، پاکستان میں مسلمان حکومتوں کے خلاف لڑائی کر رہے ہیں اور بتوں کے پجاریوں سے پیسے لے رہے ہیں اور ان کو کچھ نہیں کہتے، مساجد، مدارس، امام بارگاہیں، سکول، افواج، سیکورٹی ادارے ان کا خاص ہدف ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سابقہ امام کعبہ اور موجودہ امام کعبہ عبدالرحمٰن السدیس حفظہما اللہ نے اپنے اپنے خطبہ حج میں ان لوگوں کو گمراہ قرار دیا ہے اور ان کو اسلام کے لیے خطرہ قرار دیا ہے۔ انھی لوگوں کے منفی کردار سے اسلامی دعوت اور تعلیماتِ اسلام پر غیر مسلم اعتراض کرتے ہوئے ان کی سوچ کو تمام مسلمانوں کی سوچ قرار دیتے ہیں جس سے اسلام کا روشن چہرہ مسخ ہوتا ہے۔

قربان جائیں نبی اکرم ﷺ پر اور آپ کے شخصی کردار کی تاثیر پر کہ کبھی کسی کو نقصان پہنچانا پسند نہیں کیا۔ عبداللہ بن ابی جو رئیس المنافقین تھا، صحابہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام کے موقع پر اس کے قتل کی اجازت چاہی تو آپ نے نہ صرف انکار کر دیا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ نبی اپنوں کو قتل کرتا ہے، بلکہ بعد میں اس کے مرنے کے بعد آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا اور اپنی قمیص اس کے کفن کے لیے دے دی۔ ①

داعی حضرات کو عصر حاضر کے فتنوں کے بارے میں علم ہونا بہت ضروری ہے، تاکہ ان کا سدباب بھی ہو سکے اور ان کے ذریعے سے دعوت اسلامی کو پہنچنے والے نقصان سے بھی بچا جا سکے۔

منہجِ دعوت میں مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا لحاظ:

دعوت ایک انتہائی اہم فریضہ ہے جو امت کے ذمے لازم ہے اور اسلام کی قوت کا راز بھی دعوت ہی میں مضمر ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ②

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔''

❶ البخاري، كتاب التفسير، باب استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم ......۔

❷ آل عمران: ۳/ ۱۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس وقت مسلمانوں کے جو باہمی اختلافات ہیں انھوں نے اسلامی دعوت کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے اور دعوت کے لیے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ داعی حضرات کو ان اختلافات سے دور رہنا چاہیے، ان کے خاتمے کی تدبیر کرنی چاہیے، ایسے حالات میں حوصلہ اور قوت برداشت سے کام لینا چاہیے، دوسرے کی بات کو سننے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کے بارے میں داعی کا رویہ نرم اور ہمدردانہ ہو، جس طرح ایک ڈاکٹر بلاتفریق مذہب سب کا علاج کرتا ہے اسی طرح داعی کو بھی بلاتفریق فرقہ سب کا علاج کرنا ہوگا۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ①

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے

① آل عمران: ۱۰۲/۳ تا ۱۰۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور لازم ہے کہ تمھاری صورت میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘

آیاتِ مذکور میں اللہ تعالیٰ نے داعی حضرات کو بالخصوص اور امت مسلمہ کو بالعموم فرقہ واریت سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ ①

’’اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور حاکموں کی، اگر تمھارا آپس میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف یعنی (کتاب و سنت) کی طرف موڑ دو، اگر تم اللہ پر اور یوم

① النسآء: ٤/ ٥٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی بات تمھارے لیے بہتر ہے اور یہ بہت عمدہ طریقہ ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة نبیه » ②

"فرمایا میں تمھارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی سنت، تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے جب تک تم ان دونوں کی پیروی کرو گے۔"

داعی حضرات کو اپنی دعوت میں کتاب وسنت ہی کو مرکزی حیثیت دینی چاہیے، انھی کی پیروی کرنا ضروری ہے اور امت کا اتحاد بھی انھی دو چیزوں پر ہو سکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اختلاف رائے تو یہ انسانی فطرت ہے اور یہ ممکن ہے، اس کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ کسی طالب علم کا اپنے استادِ محترم سے مانوس ہو جانا، اس کی فکر کو قبول کر لینا، یہ ممکن ہوتا ہے اور اسلامی مکاتب فکر کی بھی یہی حیثیت ہونی چاہیے، جو لوگ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فکر سے متاثر ہوئے وہ حنفی بن گئے، جو امام شافعی رحمہ اللہ کی فکر سے متاثر ہوئے وہ شافعی کہلائے، جو امام مالک رحمہ اللہ سے متاثر ہوئے وہ مالکی بن گئے اور جو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی فکر سے متاثر ہوئے وہ حنبلی بن گئے، حالانکہ ان اماموں نے ان لوگوں کو اپنی پیروی کی تعلیم نہیں دی تھی بلکہ کتاب وسنت کی پیروی اور دلیل کی اتباع کا حکم دیا تھا۔

② مالك بن أنس أبو عبد الله الأصبحي، الموطأ، كتاب القدر، باب النهي عن القول بالقدر، ن، دار احياء التراث العربي، مصر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

داعی حضرات کو اپنی دعوت میں اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے اور اختلافی مسائل کو بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، اگر کہیں ضروری ہو تو کتاب وسنت سے دلیل پیش کر کے فیصلہ سامع پر چھوڑ دے، اپنی مرضی اور رائے کو ٹھونسنے کی کوشش نہ کرے۔

داعی حضرات کے لیے وفد نجران میں بہت بڑی عبرت اور نصیحت کا سامان ہے، امام ابن قیم رحمہ اللہ نے امام السیرۃ محمد بن اسحاق کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جو بڑی شاندار اور نصیحت آموز ہے۔ جب سن نو ہجری میں نبی اکرم ﷺ کے پاس باہر کے ممالک سے وفود آنے کا سلسلہ جاری ہوا تو نجران سے عیسائیوں کا ایک بڑا وفد بھی آیا جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا جن میں عیسائیوں کے تیس بڑے پادری اور سردار تھے۔ جب ان کی نماز کا وقت ہوا تو چونکہ وہ وفد مسجد نبوی ہی میں ٹھہرا ہوا تھا لہٰذا انھوں نے مسجد نبوی میں اپنی نماز ادا کرنا چاہی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو منع کرنا چاہا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے لوگوں کو منع کر دیا کہ ان کو نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے، تب انھوں نے مسجد نبوی میں اپنی نماز ادا کی۔ یہ سن نو ہجری کا واقعہ ہے جبکہ اسلام کی زیادہ تر تعلیمات کا نزول مکمل ہو چکا تھا۔ واقعہ نقل کرنے کے بعد امام ابن قیم رحمہ اللہ نے جو مسائل اخذ کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عیسائی مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور کبھی مجبوراً ایک آدھ بار نماز بھی پڑھ سکتے ہیں، اس کی مستقل اجازت نہیں ہے۔ [1]

---

[1] ابن قیم، محمد بن أبی بکر بن أیوب، شمس الدین الجوزی (م ٧٥١ھ) زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ط ١٩٩٤ء، ج ٣، ص ٥٩٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قربان جائیں نبی اکرم ﷺ کی فہم فراست پر کہ لوگوں کو منع کر دیا کہ ان کو نماز پڑھنے دو، اس فہم وفراست کا فائدہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے بعد سارا نجران مسلمان ہو گیا۔ آج کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے فرقے کے علاوہ دوسروں کو اپنی مسجد میں نماز تک نہیں پڑھنے دیتے۔ یہ تھی نبی اکرم ﷺ کی دعوت میں شخصی کردار کی تاثیر جس نے دنیا کو مسخر کر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

منہج دعوت کی اہمیت قرآنِ مجید کی روشنی میں

قرآنِ مجید بنیادی طور پر دعوت کی کتاب ہے:

قرآن مجید فرقانِ حمید بذاتِ خود داعی بھی ہے، کتابِ دعوت بھی ہے اور رشد و ہدایت کا سب سے بڑا ذریعہ بھی۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ①

''یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں (اور یہ) متقین و پرہیزگاروں کے لیے ہدایت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔''

امام ابن جریر طبری ''لَا رَيْبَ فِيْهِ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''لا شك فيه'' اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید سے بڑھ کر انسانوں کے پاس کوئی بھی بڑا ذریعۂ ہدایت نہیں ہے۔②

اور فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ③

''بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ایمان لانے والی قوم کے لیے۔''

① البقرة: ٢/٢۔

② طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، (م ٣١٠ھ) الجامع البیان عن تأویل القرآن، ن، مؤسسة الرسالة، ط ٢٠٠٠ء، ج١، ص ٢٢٩۔

③ العنكبوت: ٢٩/٥١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مزید فرمایا:

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ①

’’یہ نشانیاں ہیں تمھارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے واسطے قوم ایمان لانے والی کے۔‘‘

گو قرآن مجید جزوی طور پر مختلف علوم وفنون کی طرف اشارہ کرتا ہے، کائنات اور اس کے عناصر ترکیبی کو بیان کرتا ہے۔ بائیو، فزکس، کیمسٹری، ریاضی، طب، نفسیات، فلسفہ اور تقویم جیسے علوم کا ذکر اور تذکرہ اس میں موجود ہے جو کہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ کی حیثیت سے ان علوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انتہائی اہم اور قابل اعتماد معلومات فراہم کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کوئی سائنس یا فلسفہ کی کتاب ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا علوم اس کتاب کا موضوع نہیں ہیں، اس کا اصل موضوع انسان ہے۔ ②

اور پھر انسان کو دعوت ہے جس کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید بذاتِ خود ایک دعوت کی کتاب ہے اور داعی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

① الأعراف: ۲۰۳/۷۔

② غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات قرآنی، الفیصل ناشران، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، طبع پنجم اگست ۲۰۰۹ء، ص، ۳۴۵۔ سابق وفاقی وزیر مذہبی امور جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ نے اپنے یہ شہرہ آفاق محاضرات و خطبات اسلام آباد اور راولپنڈی کی دینی مدارس کی معلمات کی کثیر تعداد کو اپریل ۲۰۰۳ء میں دیے۔ جن کو بعد میں محترمہ عذرا نسیم فاروقی صاحبہ نے تحریری صورت میں منتقل کیا۔ ڈاکٹر صاحب ایک جید عالم دین اور سیاستدان تھے، ان کے یہ خطبات لائق تحسین اور علم کا سمندر اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں جو کہ اب تک پانچ جلدوں میں مدون ہو کر مارکیٹ میں آ چکے ہیں۔ اہل علم کے لیے یہ محاضرات کسی علمی سرمائے سے کم نہیں ہیں، بالخصوص قرآن مجید کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کی تحقیق قابل توجہ ہے۔ ۲۰۰۳ء میں الفیصل ناشران اردو بازار لاہور نے ان کو شائع کیا ہے۔

’’محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴾ ①

’’اور یہ قرآن بڑی مبارک نصیحت ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے، تو کیا تم اس کے منکر رہو گے؟‘‘

اور فرمایا:

﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ②

’’ہم نے تیری طرف اس نصیحت کو نازل کیا تاکہ تو لوگوں کو بیان کرے جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔‘‘

نیز اس کتاب کی تاثیر اور اس کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ ③

’’اللہ تعالیٰ نے بڑی عمدہ بات نازل فرمائی ہے، یہ ایسی کتاب ہے جو ایک دوسری کے ساتھ ملتی جلتی ہے اور بار بار پڑھی جاتی ہے، اس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے جسم اور دل نرم ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اس نصیحت کے ساتھ۔‘‘

کتابِ ہدایت کی یہ تاثیر ہے کہ اثراتی اعتبار سے دنیا جہاں میں اس جیسی کوئی کتاب نہیں جو اپنے قاری کو اتنا متاثر کرتی ہو۔ بڑے بڑے سنگ دل بھی جب غور وفکر کے ساتھ اس کی تلاوت کرتے ہیں تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں اور برسات شروع ہو جاتی ہے اور دل نرم ہوتے چلے جاتے ہیں۔

① الأنبياء : ٢١/ ٥٠۔
② النحل : ١٦/ ٤٤۔
③ الزمر : ٣٩/ ٢٣۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جب حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کے دربار میں سورۂ مریم کی تلاوت کی تو اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور اس نے حاضرین دربار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! جس طرح اس کتاب نے عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کے بارے میں بیان کیا ہے اس تنکے برابر بھی اس میں کمی بیشی نہیں ہے۔ ①

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِى لِنَفْسِهِۦ﴾ ②

”کہہ دو اے لوگو! تحقیق تمھارے پاس حق آ گیا تمھارے رب کی طرف سے، پس جو بھی تم میں سے ہدایت اختیار کرتا ہے پس بے شک وہ اپنی ذات کے لیے ایسا کرتا ہے۔“

یعنی اس کا اپنا فائدہ ہے، کتابِ الٰہی کی بات کو مان کر ہدایت کا راستہ اختیار کرنے میں انسان کا اپنا فائدہ ہے۔ اگر نہیں کرتا تو اس کا اپنا نقصان ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقُلِ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ ③

”کہہ دو کہ تمھارے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے، پس جو کوئی چاہے اس کو مان لے اور جو نہ چاہے نہ مانے۔“

یہ اس کی اپنی مرضی ہے اور وہ خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہے، فرمایا:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِى فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَعْمَىٰ ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىٓ أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ۝ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ

① ابن جرير، أبو جعفر محمد بن جرير، طبري، الجامع البيان عن تأويل القرآن، مؤسسة الرسالة۔ ط، ۲۰۰۰ء، ص ۵۰۷۔
② يونس: ۱۰/ ۱۰۸۔
③ الكهف: ۱۸/ ۲۹۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴾ ①

''اور جو بھی ہماری نصیحت سے اعراض کرے گا تو بے شک ہم اس کی زندگی کو تنگ کر دیں گے اور پھر اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اُٹھائیں گے (یہ ہے سزا اس شخص کی جو کتابِ ہدایت کی بات کو نہیں مانے گا، اس کی معیشت برباد کر دی جائے گی، یہ سزا دنیا کی زندگی میں ہے اور آخرت میں اندھا کر دیا جائے گا) انسان کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں کر دیا ہے، میں تو دیکھا کرتا تھا۔ اللہ کہے گا اسی طرح میری آیات تیرے پاس آئی تھیں تو تو نے ان کو بھلا دیا اور آج ہم نے تم کو بھلا دیا ہے۔''

کائنات میں قرآن مجید انسانی رشد و ہدایت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جس نے بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ انسانی سماج کو متاثر کیا ہے اور اس وقت یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے جس کے حفاظ کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ یہ اعجاز صرف اسی کتاب کو حاصل ہے۔ جن لوگوں نے بھی اس کو شک کی نگاہ سے دیکھا ہے قرآن کا چیلنج آج بھی ان کے لیے موجود ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴾ ②

''اگر تمھیں شک ہے اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو تم لے آؤ صرف ایک سورت اس جیسی اور بلا لو تم اپنے مددگاروں کو اللہ کے سوا، اگر تم سچے ہو؟ اگر تم نے یہ کام نہ کیا اور ہرگز تم یہ کام کر

① طٰهٰ : ۲۰/۱۲۴ تا ۱۲۶۔
② البقرة : ۲/۲۳، ۲۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی نہیں سکو گے، تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے۔"

قرآن مجید کا یہ چیلنج قیامت تک موجود ہے لیکن آج تک کوئی انسان اس کا سامنا نہیں کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا، حالانکہ کئی لوگ کوشش بھی کر چکے ہیں۔

قرآن مجید کا اصل ہدف انسان کی اصلاح اور خیر خواہی ہے، تاکہ انسان دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکے اور جہنم کے عذاب سے بچ سکے۔ قرآن مجید کی تمام تر دعوت کا نقطۂ ارتکاز یہی ہے۔

قرآن مجید میں دعوت کی فضیلت واہمیت اور تاثیر:

دین اسلام میں دعوت وتبلیغ کو ایک عظیم مقام حاصل ہے اور یہی اس کی قوت کا راز ہے اور اس کے پھلنے پھولنے کا ذریعہ اور اس کی بقا کا ضامن ہے۔ تاریخ کے جس دور میں بھی داعی حضرات نے اپنی ذمہ داریوں کو درست طریقے سے ادا کیا ہے وہی زمانہ اسلام کا سنہری دور کہلایا اور اس دور میں ہر میدان میں کامیابیوں نے مسلمانوں کے قدم چومے، خواہ وہ جہاد کا میدان ہو یا علم وفن کا اور تاریخ کے جس دور میں بھی دعوت وتبلیغ میں سستی اور کوتاہی واقع ہوئی اسی دور میں امت کو فتنوں نے گھیر لیا اور یہ فتنے یکے بعد دیگرے آندھی اور طوفان کی طرح آتے چلے گئے۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں سے قیادت وسیادت چھن گئی اور دنیا میں سیاسی برتری کا خاتمہ ہو گیا اور مسلمان آپس میں انتشار کا شکار ہو گئے۔

موجودہ صدی باوجود آزمائشوں اور فتنوں کے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور غلبۂ اسلام کی صدی ہے۔ مسلمان دعات نے جدید بنیادوں پر اپنی دعوت کو استوار کیا ہے، اسلامی ممالک کے علاوہ غیر مسلم ممالک میں بھی دعوت کے بڑے مضبوط ادارے قائم ہو چکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں جن کی بدولت اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔
انھی مقاصد کے پیشِ نظر قرآنِ مجید میں دعوت وتبلیغ کے بڑے واضح اور سخت احکامات دیے گئے ہیں۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿يَآأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ [1]

''اے رسول! جو چیز تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل کی گئی ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تو نے یہ پیغام نہ پہنچایا۔''

یعنی آیت ہذا میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کو کتنے سخت لہجے میں بات کہی ہے کہ اگر آپ نے تبلیغ رسالت میں سستی کی تو گویا آپ نے اپنی ذمہ داری کو ادا ہی نہیں کیا۔ یہ پیغام عصر حاضر کے علماء اور واعظین کے لیے لمحہ فکریہ اور بہت بڑی وارننگ ہے کہ وہ دعوتی عمل میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتیں اور عمل دعوت کو عصری تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق ادا کریں، تاکہ امت صراطِ مستقیم پر قائم رہے۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] المائدۃ: ۵/ ۶۷۔
ڈاکٹر سجاد صاحب کی تحقیق کے مطابق وہ ''جہات الاسلام'' ۲/۷، جنوری تا جون ۲۰۱۴ء ص ۲۰۳ پر رقم طراز ہیں کہ اسلامی دعوت پر صرف مسلمان علماء ہی نے کام نہیں کیا ہے بلکہ اس موضوع پر مستشرقین نے بھی قلم اُٹھایا ہے اور اسے اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے، پروفیسر تھامس آرنلڈ (۱۹۳۰ء) کی معروف کتاب Preaching of Islam جس کا ترجمہ ۱۸۹۸ء میں عنایت اللہ دہلوی نے ''دعوتِ اسلام'' کے نام سے کیا۔ اس کتاب میں پروفیسر آرنلڈ نے دلائل کے ساتھ اسلام کی دعوتی تاریخ بیان کی ہے۔ اس کتاب کے دوسرے باب میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت وتبلیغ کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ منٹگمری واٹ نے Muhammad at Makka and Madina میں بھی اشاعتِ اسلام کی تفصیلات بیان کی ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ ①

''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

کتنی عظیم بات اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے حق میں کہہ دی ہے اور کتنا اہم اعلان اور وعدہ کیا ہے کہ اگر دعوت و تبلیغ کا کام امت بہتر طریقے سے سرانجام دیتی ہے تو اس کا نتیجہ امت کے حق میں خیر و برکت اور خلافتِ ارضی کی صورت میں نکلے گا، اسلامی ممالک اور معاشروں سے فتنوں کا خاتمہ ہوگا، کفر کا زور ٹوٹ جائے گا، اسلام غالب آئے گا، دین مضبوط ہوگا، اس کے خلاف سازشیں ناکام ہوں گی اور مسلمانوں میں خوف اور ڈر کا خاتمہ ہو جائے گا اور امن و سلامتی مل جائے گی۔ عصر حاضر کے یہی مسائل ہیں جن کا حل اللہ تعالیٰ نے دعوت کے ساتھ منسلک کر دیا ہے، اگر دعوت و تبلیغ کا عمل امت میں جاری ہے تو امت کامیابیوں کی طرف گامزن ہے۔

اور فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ

① النور: ٢٤/٥٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾ ①

''اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور اس کے حکم کے ساتھ اللہ کی طرف بلانے والا بنایا ہے اور آپ چمکتے ہوئے روشن چراغ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پانچ صفات اور ذمہ داریوں کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور ان سب کا تعلق دعوت وتبلیغ کے ساتھ ہے، یعنی آپ شاہد ہیں، مبشر ہیں، نذیر ہیں، داعی ہیں اور روشن چراغ ہیں۔

اور ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ②

''اور اس شخص سے بڑھ کر کس کی بات اچھی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہو اور نیک عمل کرتا ہو اور یہ بات کہے کہ میں مسلمان ہوں۔''

سب سے اچھی بات لوگوں کو دعوت دینا ہے اور نیک عمل کرنا اور بلا جھجک یہ کہنا کہ میں مسلمان ہوں، فرمایا: سب سے بہتر یہ بات ہے۔ اس سے عملِ دعوت اور داعی کی فضیلت واہمیت اور تاثیر واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ نے اس کی بات کو سب سے بہتر قرار دیا ہے اور اس کو نیک عمل کرنے والا کہا ہے اور اس کو اس کے دعویٰ کی بنیاد پر خالص مسلمان قرار دیا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ﴾ ③

---

❶ الأحزاب : ۳۳/ ۴۵، ۴۶۔
❷ فصلت : ۴۱/ ۳۳۔
❸ غافر : ۴۰/ ۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اے میری قوم! کیا ہے کہ میں تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔"

یہ تھا قوم فرعون کا مومن داعی جس نے بڑی قیمتی بات کہی کہ اے میری قوم کے لوگو! میں تمھیں اللہ کی توحید کی طرف دعوت دیتا ہوں جو نجات کا راستہ ہے اور تم مجھے بتوں کی پوجا، غیر اللہ کی عبادت اور شرک کی طرف بلا رہے ہو جو سراسر جہنم کا راستہ ہے، میں کیوں کر تمھاری بات مان لوں؟ قوم فرعون کے مومن کی دعوت کو اللہ تعالیٰ نے بطورِ نمونہ بیان کیا ہے۔ ①

دعوت دین کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ②

"چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلانے والی ہو اور برائی سے منع کرنے والی ہو اور نیکی کا حکم کرنے والی ہو اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے دعوت کا کام کرنے والی جماعت کے ساتھ فلاح و کامیابی کا وعدہ کیا ہے، گویا کہ قرآن مجید اور فرقانِ حمید میں دعوت کے کام کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور امت کو اس کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ③

❶ ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی (م۷۷٤ھ) تفسیر القرآن العظیم، دارالطیبہ، للنشر والتوزیع، ط ثانی، ۱۹۹۹ء، ج ۷، ص ۱٤٥۔
❷ آل عمران: ۳/۱۰٤۔
❸ المائدۃ: ٥/٦٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اے رسول! تبلیغ کرو اس چیز کی جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے۔''

نبی مکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ بذاتِ خود پابند کر رہے ہیں کہ آپ دعوت و تبلیغ کا فریضہ پوری جاں فشانی کے ساتھ سرانجام دیں۔ نبی اکرم ﷺ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، اب آپ کے بعد قیامت تک کسی اور نبی کی آمد روک دی گئی ہے۔ دنیا اپنے انجام کی طرف بڑھ رہی ہے، قیامت قریب آ رہی ہے۔ اب جو بقیہ وقت ہے نبوت محمدی ﷺ اور آپ کی حیاتِ مبارکہ کے بعد اس میں دعوت و تبلیغ کا کام امت کے ذمے ہے، اسی لیے اللہ نے سورۂ آل عمران (۱۱۰) میں اس امت کو امت خیر کہا ہے، فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ یعنی اب قیامت تک دعوت کی ذمہ داری امت مسلمہ کے درجہ بدرجہ ہر فرد کے ذمہ ہے۔

قرآن مجید اور منہج دعوت میں حکمت کا اصول:

اللہ تعالیٰ نے اس عظیم کائنات کو پیدا کیا، زمین بنائی، آسمان بنائے، زمین میں دریا جاری کیے، سمندروں کو پانی جمع رکھنے کا ذریعہ بنایا، زمین پر اناج پیدا کیا، اس کے اندر قیمتی دھاتیں رکھ دیں، انسانی خدمت کے لیے گیس، تیل، سونا چاندی، لوہا، سلور، تانبا، کوئلہ وغیرہ پیدا فرما دیے، پھر اس کے توازن کے لیے اس پر پہاڑ گاڑ دیے۔ آسمانوں کو تاروں سے مزین کر دیا اور اس کو طبقوں اور راستوں والا بنایا، موسم بنائے، یہ تمام چیزیں انسان کی خاطر بنائی گئیں اور انسان کو اللہ نے پیدا کیا اپنی عبادت کے لیے کہ وہ کسی کو میرے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے اور صرف میری ہی عبادت کرے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ ①

① الذاریات: ۵۱/۵۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اب عبادتِ الٰہی بغیر تعلیم و تربیت اور علم کے ممکن نہیں، اس مقصد کے لیے انسانی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ ان کو کتابیں اور صحائف عطا کیے، ان پر وحی کا نزول فرمایا اور حسب ضرورت ان کی راہنمائی کا بندوبست کیا اور یہ سلسلۂ نبوت و رسالت حضرت محمد ﷺ پر آ کر بند کر دیا اور اعلان کروا دیا:

« أنا خاتم النبيين، لا نبي بعدي » ①

''میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

آپ ﷺ نے اصلاح امت کی ذمہ داری اُٹھائی اور بڑی کامیابی کے ساتھ اس کو پورا کیا۔ اصلاحِ انسانیت کا جو طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو عطا کیا گیا وہ یہ تھا، ارشادِ گرامی ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ②

''کہیں کہ یہ میرا طریقہ ہے، میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت و دانائی کے ساتھ اور میرے ماننے والے (صحابہ کرام اور صلحائے امت) بھی اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

آیت ہذا میں جو لفظ بصیرت استعمال ہوا ہے یہ حکمت ہی کے معنی میں ہے، جیسا کہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے:

① أبو داؤد، كتاب الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن و دلائلها : ٤٢٥٣۔

② يوسف : ١٠٨/١٢۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ ①

''بلاؤ اپنے رب کی طرف حکمت کے ساتھ اور عمدہ وعظ کے ذریعے اور ان سے اچھے اور سنجیدہ طریقے سے مکالمہ کرو۔''

نیز فرمایا:

﴿یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا﴾ ②

''دانائی عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے دانائی عطا کی جائے تو بلاشبہ اسے بہت زیادہ بھلائی دے دی گئی۔''

آیاتِ مذکور میں جو بار بار حکمت کا ذکر ہوا ہے اس سے مراد وہی طریقۂ دعوت وتبلیغ ہے جس کو اپنا کر آپ ﷺ اپنے مشن اور مقصد میں کامیاب ہوئے۔ لفظ حکمت مفہرس القرآن کی فہرست کے مطابق قرآن مجید میں (۱۹) انیس بار استعمال ہوا ہے جو اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ③

جس طرح ہر معاملے میں سنت کی پیروی ضروری ہے بالکل اسی طرح دعوت وتبلیغ میں بھی سنت کا اتباع لازمی اور ضروری ہے، کیونکہ سنت ہی وہ زینہ اور ذریعہ ہے جس کی پیروی سے کامیابی آسان ہوتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ ④

''آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ کس طرح وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوئے۔''

---

① النحل: ۱۲۵/۱۶۔ ② البقرة: ۲۶۹/۲۔

③ محمد فواد عبد الباقی، معجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم، الانتشارات الاسلامی، تهران۔

④ النصر: ۲/۱۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہی وہ شخصی کردار کی تاثیر تھی جس کو بطورِ اسلوب منہج دعوت میں اختیار کیا گیا، جس کو دوسرے الفاظ میں "الحکمۃ" کہا گیا ہے جس کی بدولت اسلامی دعوت کامیاب ٹھہری۔

اس کا اتباع عصر حاضر اور عصر سابق میں کیوں ضروری ہے؟ اس کا جواب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے جو وہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« فرج سقف بيتي و أنا بمكة، فنزل جبريل صلى الله عليه وسلم ففرج صدري ثم غسله بماء زمزم ثم جاء بطست من ذهب ممتلئ حكمة و إيمانا فأفرغه في صدري ثم أطبقه ثم أخذ بيدي فعرج بي السماء الدنيا »[1]

"میں (اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر) مکہ میں سویا ہوا تھا کہ میرے مکان کی چھت کھولی گئی، وہاں سے جبریل ﷺ اترے، انھوں نے میرا سینا چاک کیا پھر اس کو آبِ زم زم کے ساتھ دھویا پھر سونے کا ایک تھال لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا، اس کو میرے سینے میں ڈال دیا گیا پھر اس کو بند کر دیا گیا، پھر جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے معراج کروائی گئی۔"

یہ تھا وہ رازِ حکمت جس کی بدولت آپ دعوت میں کامیاب ہوئے اور آپ کے شخصی کردار کی تاثیر جس نے دنیا کو فتح کیا۔ آج داعی حضرات کے لیے اپنی دعوت میں اصولِ حکمت کو اختیار کرنا از حد ضروری ہے۔

---

[1] بخاري، محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح، باب كيف فرضت الصلوة في الاسراء- و في المسلم بلفظ، كتاب الايمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ، ن مكتبة قديمي كتب خانه آرام باغ كراچي نمبر ١-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکمت کے معنی اور اس میں وسعت:

بعض لوگوں کے خیال کے مطابق حکمت کے معنی دعوت میں صرف نرم گفتگو، مودّت، محبت، شفقت، تحمل، بردباری، برداشت اور اچھے رویے کے ہیں، لیکن یہ معنی وہاں مراد ہوں گے جب مدعوین مان لینے والے اور تسلیم کر لینے والے ہوں۔

لیکن جب مدعوین ضدی، ہٹ دھرم اور رکاوٹ ڈالنے والے ہوں تو پھر حکمت کے معنی ہیں قوت والی گفتگو، دلائل سے بات کا ثبوت پیش کرنا، اگر پھر بھی مدعو نہ مانے، ہٹ دھرمی دکھائے تو پھر اسلامی حکومت یا جماعت جس کے پاس سلطہ ہو، قوت ہو وہ ایسے لوگوں سے جہاد کرے۔ یہ بھی حکمت ہے، بعض اوقات اس کے بغیر بھی کام نہیں بنتا ہے اور اسلام کو اپنے راستے کی رکاوٹوں کو سیف و سنان کے ساتھ بھی دور کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں، جن کا ذکر سماحۃ الشیخ عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں کیا ہے، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے اور ان کے شاگردِ رشید علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ [1]

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دعا المصطفی دهرًا بمكة لم يجب
و قد لان منه جانب و خطاب
فلما دعا والسيف صلت بكفه
له اسلموا واستسلموا و أنابوا

---

[1] ابن تيمية، احمد بن عبد الحليم بن تيمية، مجموع الفتاوىٰ، ن خادم الحرمين الشريفين، فهد بن عبد العزيز، الرئاسة العامة لشئون الحرمين، سعودی عرب، ج ۲، ص ۴۵، ج ۱۹، ص ۱۶۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"نبی ﷺ نے ایک لمبا زمانہ لوگوں کو مکے میں دعوت دی لیکن لوگوں نے اس کو قبول نہیں کیا اور جب طریقہ تبدیل کر کے ہاتھ میں تلوار سونت کر لوگوں کو بلایا تو پھر مسلمان بھی ہوئے اور تسلیم بھی کرلیا اور رجوع بھی کرنے لگے۔" ①

اسلام نے جب بھی تلوار اٹھائی ہے ہمیشہ اپنے دفاع میں اُٹھائی ہے، اپنی شان و شوکت اور عظمت کے اظہار میں اُٹھائی ہے، جبر اور ظلم کے خاتمے میں اُٹھائی ہے، مظلوموں کی مدد میں اُٹھائی ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار بھی اسی پس منظر کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسلام نے اپنی تاریخ میں کبھی بھی کسی شخص یا فرد کو جبر کے ساتھ مسلمان نہ کیا اور نہ ہی کسی کو مسلمان ہونے پر مجبور کیا ہے۔ اسلام ہمیشہ سے اپنی تعلیمات کی سچائی، حسن کردار، دلیل کی قوت اور حکمت کے ساتھ ہی پھیلا ہے۔ اس سلسلہ میں جو کفار کی طرف سے پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ اسلام بذریعہ تلوار پھیلایا گیا ہے یہ بالکل غلط بات ہے اور جو لوگ اس پروپیگنڈے سے خوف زدہ ہو کر جہاد جیسے عظیم عمل سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ذکر کردہ اشعار پر محدثین کرام تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" و صدق هذا القائل فقد قال : قولا صادقا مطابقا للحق ولهذا قال النبی صلی الله علیه وسلم أن من الشعر حكمة " ②

"اس کہنے والے نے بالکل سچ کہا ہے، اس کا کہنا سچا ہے اور حق کے عین مطابق ہے، اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک شعروں میں بھی حکمت ہوتی ہے۔"

---

① ابن باز، سماحة الشیخ عبد العزیز بن عبد الله بن باز، مجموع الفتاویٰ، ج ٣، ص ١٨٤، ٢٠٤، بحواله الحكمة فی الدعوة الی الله، سعید بن علی بن وهف القحطانی، ن وزارة الشئون، اسلامیة والاوقاف والدعوة والارشاد المملكة العربية السعودية، ط، ١٤٢٣ھ، ج٢، ص ٥٢٢۔

② البخاری، ابو عبد الله محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، باب ما یجوز من الشعر و الرجز، ن قدیمی کتب خانه آرام باغ، کراچی نمبر ١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بوقت ضرورت مسلمانوں کے دفاع میں عسکری قوت کا استعمال بھی حکمت کا عین تقاضا ہوتا ہے۔

قرآنِ مجید میں اسلوبِ دعوت وتبلیغ:

قرآن مجید کا اسلوب دعوت وتبلیغ بڑا آسان اور واضح ہے۔ اس کے اندازِ گفتگو میں تنوع پایا جاتا ہے، اس کی عبارتوں میں کوئی پیچیدگی نہیں، عام فہم اور سادہ ہیں۔ اندازِ بیان کوئی فلسفیانہ نہیں، اس میں بیان کردہ مثالیں محض خیالی اور تصوراتی نہیں، ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾ ①

''ہم نے قرآنِ مجید کو نصیحت کے لیے آسان بنا دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

اگر اس کے باوجود بھی کوئی قرآن مجید کو نہ سمجھے تو اس کی اپنی مرضی ہے، ورنہ: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ② (کہہ دو کہ اللہ ایک ہے) اس میں سمجھ میں نہ آنے والی کون سی بات ہے؟ اور فرمایا: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ③ (کہو کہ میں پناہ چاہتا ہوں لوگوں کے رب کی) اب یہ بات بالکل واضح اور آسان ہے کہ اللہ تعلیم دے رہا ہے کہ یوں پناہ مانگا کرو۔ اس میں ایسی کوئی مشکل بات نہیں جو سمجھ میں نہ آتی ہو۔ قرآن مجید کا طرزِ تکلم، طرزِ تخاطب اور معنی ومفہوم کسی عربی کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے، سوائے چند الفاظ کے جو عربوں کے ہاں متروک ہو چکے ہیں۔ جہاں تک قرآن مجید کے اسلوب کا تعلق ہے، تو قرآن مجید نے مختلف اسلوب اپنائے ہیں۔ اس میں آپ بیک وقت حتمی فیصلہ اور پختہ حکم بھی سنیں گے اور اسی اثنا میں پرتاثیر واقعات، عبرت آمیز مثالیں، سابقہ قوموں کے

❶ القمر: ۵۴/۱۷۔
❷ الاخلاص: ۱۱۲/۱۔
❸ الناس: ۱۱۴/۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واقعات، ٹھوس احکام و مسائل اور مستقبل کی خبریں بھی۔ پھر اچانک قیامت کے مختلف منظر اور پھر جنت اور جہنم کے تذکرے اس انداز سے آپ سنیں گے کہ جیسے یہ آپ کی آنکھوں کے سامنے سب کچھ موجود ہو۔ جنتیوں اور جہنمیوں دونوں کے ساتھ پیش آمدہ صورت حال کو ایک دفعہ سن کر دیکھیں۔ دوزخی کہیں گے:

﴿وَ نَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ ①

''جہنمی پکاریں گے، اے جہنم کے داروغے! تمھارا پروردگار ہمیں موت دے دے۔ وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو گے۔''

اور جنتی کہیں گے:

﴿وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ﴾ ②

''اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کر دیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا، ہم جہاں چاہیں جنت میں رہیں، پس کتنا اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔''

اس گفتگو میں آپ کو ایک عجیب کیفیت طاری کر دینے والا منظر دکھائی دے گا، جس میں بیک وقت عقلی دلائل اور وجدانی محرکات کھلے طور پر بیان کیے جا رہے ہیں اور یہ سب ایک ایسے انداز میں ہے کہ دیکھنے والے کو ترغیب کے موقع پر قوتِ تاثیر نظر آئے گی۔ اندازِ بیان میں سوز اور تخویف پائی جا رہی ہے۔ وہ اس میں الفت بھرے راز دیکھے گا جو نرم دلوں سے محو راز ہیں۔ جن سے انس و محبت ٹپک رہی ہے اور بے چینی کے بعد طمانیت حاصل ہو رہی ہے۔ اسی اثنا میں آپ کو وجدان میں لانے اور شعور کو بیدار کرنے

① الزخرف: ٤٣/ ٧٧۔

② الزمر: ٣٩/ ٧٤۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے لیے وعظ ونصیحت کے الفاظ بھی دکھائی دیں گے اور اسی کے ساتھ جب جہنم کا تذکرہ سنیں گے تو انسان کے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور انسان سرزنش محسوس کرتا ہے اور دل ڈر جاتے ہیں۔ آپ کو قرآن مجید میں محکم اور متشابہ بھی نظر آئے گا اور مجمل اور مفصل بھی اور شفقت بھرے الفاظ جو کہ رس گھولنے والے ہوں اور سچے وعدے بھی ملیں گے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾ [1]

''اگر تم اللہ کے شکر گزار بندے بن جاؤ اور ایمان لانے والے ہو جاؤ تو تمھیں اللہ عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اللہ تعالیٰ تو بڑے قدر دان اور بہتر جاننے والے ہیں۔''

اور ارشادِ گرامی ہے:

﴿اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ [2]

''بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔''

کبھی سخت الفاظ کے ذریعے دھمکی دی جا رہی ہے اور سخت وعید سنائی جا رہی ہے:

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ [3]

''وہ ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔''

یہ پر کشش اسلوب اور جاذب نظر الفاظ ایسے انداز میں ہیں کہ کوئی بھی صاحب دل ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو شوق دلانے سے متاثر نہ ہو وہ خوف دلانے سے ڈر جاتا ہے اور سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ

[1] النساء: ۴/۱۴۷۔ [2] الشوریٰ: ۴۲/۲۷۔
[3] الشعراء: ۲۶/۲۲۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ ①

''اللہ تعالیٰ نے ایسی عمدہ کتاب اتاری ہے جو بار بار پڑھی جاتی ہے، اس سے لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں، پھر ان کے چمڑے نرم ہو جاتے ہیں اور دل اللہ کی یاد میں لگ جاتے ہیں، یہ اللہ کی طرف سے ہدایت ہے، وہ جس کو چاہتا ہے ایسی ہدایت دے دیتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت عطا نہیں کر سکتا۔''

قرآن مجید کی ان مثالوں پر غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ یہ کتنی آسان، عام فہم، شاندار اور دلوں پر اثرات مرتب کرنے والی ہیں۔ عربی و عجمی، شہری و دیہاتی، پڑھے لکھے وان پڑھ سب کے لیے برابر ہیں، لوگوں کی ثقافت، رنگ ونسل، زبان و ادب کے اختلاف کے باوجود سب کے لیے تاثیر ایک جیسی ہے۔ اس طرح کا اعجاز اور اسلوب دنیا جہاں میں قرآن مجید کے سوا کسی اور کتاب کا نہیں ہے۔

جذبات اور عقل وخرد کو اُبھارنا:

داعی کے حسن اسلوب اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور متاثر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کی گفتگو جذبے کو ابھارنے پر مشتمل ہو، وہ اس میں حد سے نہ بڑھے۔ اس کے ساتھ اس میں ٹھوس دلائل اور اسلوب کی متانت بھی نمایاں ہو جو انسانی عقل وفکر کو حرکت میں لائے، لیکن وہ محض اسی پر اکتفا نہ کرے، کیونکہ کچھ لوگ ایسے جذبات یا ایسی فکر رکھتے ہیں کہ وہ دل کو گرمانے اور احساس کو تحریک دینے والی گفتگو سے متاثر ہوتے ہیں، کچھ عقلی اور فکری دلائل سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے داعی کی دانائی

① الزمر: ۲۳/۳۹۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ اس کی تقریر دونوں قسم کے سامعین کے لیے ہو۔اس کا انداز عقل پسند اور جذباتی دونوں قسم کے افراد کے لیے ہو۔اگر داعی کا اسلوب جذبے کو ابھارنے کی حد تک محدود ہے، اس کی گفتگو میں سوچ و بچار کی دعوت نہیں ہے، عقلی اور فکری دلائل نہیں ہیں تو اس کے کچھ مدعوین اس کی بات سننے سے گریز اور اسے کم تر سمجھتے ہوئے بے رخی اختیار کر لیتے ہیں۔جیسا کہ محض عقل وفکر کی انگیخت پر زور دیتے رہنے سے بیشتر لوگ اکتا جاتے ہیں اور سمجھ نہ پانے کی بنا پر اپنا رُخ موڑ لیتے ہیں اور متنفر ہو جاتے ہیں جو داعی اور دعوت کے لیے نقصان دہ بات ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں دل و دماغ کو مخاطب کرنے میں اعتدال:

قرآن مجید نے لوگوں کو مخاطب کرنے اور دل و دماغ کو متحرک کرنے میں اعتدال کی راہ اپنائی ہے۔قرآن مجید بیک وقت دلیل بھی پیش کرتا ہے اور عقل و شعور کو ابھار بھی رہا ہوتا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَمِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ ۝ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ﴾ ①

’’یا انھوں نے زمین سے کوئی معبود بنا لیے ہیں، جو زندہ کریں گے۔اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔‘‘

اور ارشادِ گرامی ہے:

﴿ قُل لَّوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴾ ②

’’کہہ دو کہ اللہ کے سوا اگر کوئی اور معبود بھی ہوتا جیسا کہ یہ کہہ رہے ہیں تو یہ

① الأنبیاء: ۲۱/۲۱، ۲۲۔
② الاسراء: ۱۷/۴۲۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لوگ ضرور اس کے ساتھ جھگڑنے کے لیے عرش کی طرف کوئی راستہ تلاش کر لیتے۔''

اور فرمایا:

﴿ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴾ ①

''کیا یہ بغیر کسی کے پیدا کرنے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟''

قرآن مجید میں یہ کیسے عقلی اور فکری دلائل ہیں جن کے سامنے عقل سلیم اور فہم کریم رکھنے والا سوائے تسلیم و رضا کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴾ ②

''کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔''

کتنے رقت آمیز اور پُر تاثیر الفاظ ہیں کہ انسان اثرات قبول کیے بغیر رہ نہیں سکتا۔

اور فرمایا:

﴿ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴾ ③

① الطور: ٥٢/٣٥۔ ② الحديد: ٥٧/١٦۔

③ النساء: ٤/٢٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ تمھیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزار ہو جاؤ اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان اور علم والا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا﴾ ①

''اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر فضل کرے اور وہ لوگ جو اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ②

''ان کو کہیں کیا تم نہیں دیکھتے اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک رات ہی رات کر دے تو اس کے سوا اور کون الٰہ ہے جو روشنی پیدا کر دے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟''

کتنا اچھوتا اور نرالا اسلوب ہے کہ بات دل کی گہرائیوں تک اترتی چلی جا رہی ہے۔

اور ارشادِ گرامی ہے:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ﴾ ③

''کہہ دیجیے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھاری سماعت اور بصارت کو

① النساء: ٤/٦٦۔
② القصص: ٢٨/٧١۔
③ الأنعام: ٦/٤٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھین لے اور تمھارے دلوں پر مہریں لگا دے تو کون ہے اللہ اللہ کے سوا جو دوبارہ تمھیں یہ چیزیں عطا کر دے، دیکھو ہم کس طرح مثالیں بیان کرتے ہیں، پھر بھی وہ لوگ روگردانی کرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾ ①

''کہہ دو کہ کیا دیکھا تم نے کہ اگر وہ تمھارا پانی خشک کر دے جو تم استعمال کرتے ہو تو کون ہے جو تمھیں میٹھا پانی عطا کر دے؟''

اللہ تعالیٰ نے کس طرح انسانی عقل کو تحریک دی ہے اور اس کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دیا ہے، تاکہ انسان غور وفکر کرے اور سمجھنے کی کوشش کرے اور ایمان لے آئے۔

قرآنِ مجید کا منہج دعوت میں اصولِ تدریج:

جس طرح قرآنِ مجید انسان کی راہنمائی زندگی کے تمام پہلوؤں پر کرتا ہے اسی طرح دعوت وتبلیغ بھی قرآن مجید کا خاص موضوع ہے۔ دعوت وتبلیغ کے اصول وضوابط بھی قرآن مجید ہی بیان کرتا ہے۔ دعوت وتبلیغ کے قوانین اور اصولوں میں سے ایک اہم اصول اصولِ تدریج ہے، جس کا مطلب ہے کہ ساری کی ساری شریعت ایک ہی بار نہ بیان کر دی جائے بلکہ مدعوین کے حالات وظروف کا لحاظ کیا جائے، ان کی نفسیاتی اور واقعاتی صورت حال کو بھی سامنے رکھا جائے۔ اہم در اہم کو ترجیح دی جائے، آہستہ آہستہ حسب موقع ضرورت کے مطابق بیان کیا جائے۔ ایک داعی کے لیے یہ چیز بہت اہم ہے کہ وہ ایک واضح منہج اختیار کرے۔ پہلے سب سے زیادہ اہم چیز کو بیان کرے، پھر اس کے بعد دوسری چیز کو بیان کرے۔ ایسا کرنے سے دعوتی اثرات بہت بہتر ہوں گے،

① الملك: ٦٧/ ٣٠۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ورنہ بغیر پلاننگ کے دعوت وقت کا ضیاع ہے۔

تدریج کا مطلب ہے کہ مخاطب کو آسان سے مشکل کی طرف، ایک قاعدے سے دوسرے قاعدے کی طرف پھر ان کی جزئیات کی طرف بلایا جائے۔نظریاتی دعوت سے عملی دعوت کی طرف، ایمانیات سے اعمال کی طرف اور توحید سے عبادت کی طرف بلایا جائے۔ پہلے بڑے گناہوں کے بارے میں بتایا جائے پھر چھوٹے گناہوں کی بات کی جائے، تاکہ آدمی اس کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جائے۔انسان مزاجی طور پر بیک وقت تمام احکام کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ تمام حرام اور غلط کاموں کو یک دم چھوڑ سکتا ہے، کیونکہ وہ قبل از اسلام ان چیزوں کا عادی تھا، اب فوراً ان کو ترک کرنا اس کے لیے مشکل ہے۔اس لیے شریعت کا اصولِ تدریج عین فطرتِ انسان کے مطابق ہے۔

مختلف کاموں میں تدریج کا اصول:

نزولِ قرآن تدریج کی اعلیٰ ترین مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارا قرآن یک بار نازل نہیں کیا بلکہ حسب ضرورت آہستہ آہستہ نازل کیا ہے۔ جب ایمان دلوں میں جڑ پکڑ لے اور توحید مضبوط ہو جائے، پھر اس کے بعد باری باری ارکانِ اسلام کی طرف دعوت دی جائے، پھر اس کے بعد حرام کاموں سے روکا جائے، ایسا کرنے سے آدمی حرام کاموں سے باز آ جاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾ [1]

”بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں

[1] العنکبوت: ۲۹/ ۴۵۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

واضح حکم نازل فرما، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ ①

''آپ سے وہ شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دو کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو انھوں نے پھر خواہش کی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں کوئی ایسا واضح حکم نازل فرما کہ جس کے بعد مزید وضاحت کی ضرورت نہ رہے، تو پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى ﴾ ②

''اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو انھوں نے پھر کہا کہ اے اللہ! واضح حکم نازل فرما، تو پھر یہ آیت اتری:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴾ ③

''شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں! ہم رک گئے۔'' ④

زنا جیسے عمل کو بتدریج روکنا ناممکن تھا اس لیے وہاں یہ قاعدہ استعمال نہیں ہوا، سو زنا

① البقرة: ۲/ ۲۱۹۔

② النساء: ٤/ ٤٣۔

③ المائدة: ٥/ ٩١۔

④ أبو داوٗد، كتاب الأشربة، باب في تحريم الخمر۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کو حرام قرار دے دیا گیا، جبکہ متعہ کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی لیکن جب مخصوص حالات کا خاتمہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے متعہ کو بھی حرام قرار دے دیا۔ اصولِ تدریج اپنانے سے کوئی کام نہ حلال ہوتا ہے نہ حرام اور نہ ہی کوئی فرض ساقط ہوتا ہے۔

اصولِ تدریج آج بھی موجود ہے، منسوخ نہیں ہوا۔ ان لوگوں کا قول محل نظر ہے جو کہتے ہیں کہ اب شریعت سازی کا عمل مکمل ہو چکا ہے، اب اصولِ تدریج باقی نہیں رہا۔

تدریج ایک طریق دعوت ہے، اسے مرحلہ وار اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ حلال اور حرام کے مسائل کی طرح قابل نسخ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی حلال و حرام کے مسائل نازل ہونے کے بعد بھی تدریج کا اصول اپنایا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر دلیل ہے، آپ نے انھیں اصولِ تدریج اختیار کرنے کو کہا تھا۔ [1]

اصولِ تدریج خاص وجہ کی بنیاد پر اپنایا جاتا ہے، جب وہ وجہ ختم ہو جاتی ہے تو اصولِ تدریج بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ ہے دہریت اور سیکولر زدہ معاشروں کو اسلام کی طرف دعوت دینا۔ جب تک اس طرح کے لوگ موجود رہیں گے اور یہ قیامت تک موجود رہیں گے تو اصولِ تدریج بھی موجود رہے گا۔ فرض کریں اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہونا چاہتا ہے لیکن وہ شراب کا عادی ہے، وہ شراب فی الواقت چھوڑنا نہیں چاہتا تو اس کو اسلام قبول کروا دینا چاہیے۔ یا پھر وہ حج کرنا مشکل سمجھتا ہے تو بھی اس کو اسلام لانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ بعد میں اللہ تعالیٰ اس کو اس کی بھی ہدایت دے دیں گے۔ اگر کوئی خاتون اسلام قبول کرنا چاہتی ہے اور اس کو پردہ کی اہمیت کا کوئی پتا نہیں اور وہ کہتی ہے کہ میں پردہ نہیں کروں گی لیکن میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں تو اس کو اسلام سے نہ روکا جائے۔ مختصر یہ کہ کفر کے علاوہ لوگوں پر ہر حال میں اسلام کا دروازہ کھلا رہنا چاہیے۔ ان کے لیے یہ دروازہ بند نہ کریں، بعد میں آہستہ آہستہ دیگر ارکان کی تعلیم کا انتظام بھی کریں۔

[1] أبو داوٗد، کتاب الأشربة، باب في تحريم الخمر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واضح حکم نازل فرما، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ①

''آپ سے وہ شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دو کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو انھوں نے پھر خواہش کی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں کوئی ایسا واضح حکم نازل فرما کہ جس کے بعد مزید وضاحت کی ضرورت نہ رہے، تو پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ ②

''اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو انھوں نے پھر کہا کہ اے اللہ! واضح حکم نازل فرما، تو پھر یہ آیت اتری:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ ③

''شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں! ہم رک گئے۔'' ④

زنا جیسے عمل کو بتدریج روکنا ناممکن تھا اس لیے وہاں یہ قاعدہ استعمال نہیں ہوا، سو زنا

① البقرۃ : ۲/۲۱۹۔
② النساء : ٤/٤٣۔
③ المائدۃ : ٥/٩١۔
④ أبو داؤد، کتاب الأشربة، باب فی تحریم الخمر۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کو حرام قرار دے دیا گیا، جبکہ متعہ کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی لیکن جب مخصوص حالات کا خاتمہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے متعہ کو بھی حرام قرار دے دیا۔ اصولِ تدریج اپنانے سے کوئی کام نہ حلال ہوتا ہے نہ حرام اور نہ ہی کوئی فرض ساقط ہوتا ہے۔

اصولِ تدریج آج بھی موجود ہے، منسوخ نہیں ہوا۔ ان لوگوں کا قول محلِ نظر ہے جو کہتے ہیں کہ اب شریعت سازی کا عمل مکمل ہو چکا ہے، اب اصولِ تدریج باقی نہیں رہا۔

تدریج ایک طریقِ دعوت ہے، اسے مرحلہ وار اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ حلال اور حرام کے مسائل کی طرح قابلِ نسخ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی حلال و حرام کے مسائل نازل ہونے کے بعد بھی تدریج کا اصول اپنایا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر دلیل ہے، آپ نے انھیں اصولِ تدریج اختیار کرنے کو کہا تھا۔ [1]

اصولِ تدریج خاص وجہ کی بنیاد پر اپنایا جاتا ہے، جب وہ وجہ ختم ہو جاتی ہے تو اصولِ تدریج بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ ہے دہریت اور سیکولر زدہ معاشروں کو اسلام کی طرف دعوت دینا۔ جب تک اس طرح کے لوگ موجود رہیں گے اور یہ قیامت تک موجود رہیں گے تو اصولِ تدریج بھی موجود رہے گا۔ فرض کریں اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہونا چاہتا ہے لیکن وہ شراب کا عادی ہے، وہ شراب فی الواقت چھوڑنا نہیں چاہتا تو اس کو اسلام قبول کروا دینا چاہیے۔ یا پھر وہ حج کرنا مشکل سمجھتا ہے تو بھی اس کو اسلام لانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ بعد میں اللہ تعالیٰ اس کو اس کی بھی ہدایت دے دیں گے۔ اگر کوئی خاتون اسلام قبول کرنا چاہتی ہے اور اس کو پردہ کی اہمیت کا کوئی پتا نہیں اور وہ کہتی ہے کہ میں پردہ نہیں کروں گی لیکن میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں تو اس کو اسلام سے نہ روکا جائے۔ مختصر یہ کہ کفر کے علاوہ لوگوں پر ہر حال میں اسلام کا دروازہ کھلا رہنا چاہیے۔ ان کے لیے یہ دروازہ بند نہ کریں، بعد میں آہستہ آہستہ دیگر ارکان کی تعلیم کا انتظام بھی کریں۔

[1] أبو داؤد، كتاب الأشربة، باب في تحريم الخمر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ثقیف قبیلہ کے لوگوں نے کس شرط پر اسلام قبول کیا تو انھوں نے کہا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت اس شرط پر کی کہ وہ زکوٰۃ بھی نہیں دیں گے اور جہاد بھی نہیں کریں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر یہ لوگ اسلام لے آئے تو زکوٰۃ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے۔ ①

آج کے اس دور میں بھی جہاں جہاں مسلمان کسی طرح دباؤ کا شکار ہیں اور وہ کھل کر اسلام کے اوپر عمل نہیں کر سکتے تو ایسے لوگوں پر کوئی عتاب اور وعید نہیں ہے۔

اصولِ تدریج دعوت میں ایک مؤثر ترین ہتھیار ہے جس کا استعمال داعی حضرات کے لیے بہت ضروری ہے۔ یورپ اور مغربی ممالک جو مادی ترقی میں بہت آگے ہیں ان میں اسلام بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے لیکن وہاں بھی لوگوں کے مسائل کچھ اسی طرح کے ہیں جن میں اصولِ تدریج کی اشد ضرورت ہے۔

برما، اریٹیریا، ہندوستان، چائنا جیسے ممالک میں بھی مسلمان اور نومسلم حضرات کے لیے کئی طرح کے مسائل ہیں، سماجی دباؤ، معاشی بدحالی، غربت، تعلیمی جہالت، وسائل کی کمی اور مسائل کی زیادتی، غیر مسلم حکومتوں کا عدمِ تعاون اور دیگر بے شمار قسم کی رُکاوٹیں ہیں جن میں عام مسلمانوں کے ایمان کو بچانے کے لیے اور ان کو مایوسی اور پریشانی سے نجات دلانے کی غرض سے وہاں کے حالات و ظروف کے مطابق اصولِ تدریج پر عمل ضروری ہے۔

منہج دعوت میں الموعظة الحسنہ اور جدال بالاحسن کا اصول:

منہج دعوت میں شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر، داعی کا کردار، داعی کا اسلوب، داعی کا

① الامام، أحمد ابن حنبل، المسند أحمد، ج ۲، ص ۳٤۱، مؤسسة قرطبة۔ بحواله، منهج الدعوة فی ضوء المعاصر، ترجمه عبد الرحمن یوسف، ڈاکٹر، ص ۲٦۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منہج، داعی کی ذات، داعی کی گفتگو، داعی کا خلوص اور داعی کی قابلیت ایسے اوصاف ہیں جو دعوت میں کامیابی کے لیے از حد ضروری ہیں۔ انھی اوصاف کی بنا پر نبی ﷺ اپنی دعوت اور مشن میں کامیاب ہوئے۔ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کسی پر ٹھونسی نہیں اور نہ اپنی بات جبر سے منوائی ہے اور نہ ہی اسلام تشدد کے ساتھ پھیلا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ ①

"دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے، ہدایت گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے۔"

اسلام کی دعوت بات کھول کر بیان کرنے، دلائل فراہم کرنے اور باطل نظریات کی بیخ کنی کے ذریعے دی جاتی ہے اور اس میں جو طریق کار اختیار کیا جاتا ہے وہ ہے الموعظة الحسنة اور جدال بالاحسن کا اسلوب اور یہی اسلوب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سکھلایا اور اس کی پیروی کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ ②

"اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ حکمت کے ساتھ اور اچھے وعظ کے ذریعے اور ان سے بات چیت کرو بڑے اچھے انداز سے، بے شک آپ کا رب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی جانتا ہے۔"

یعنی اے نبی! آپ کی ذمہ داری بات منوانا نہیں تبلیغ کرنا ہے۔ وما علينا الا البلاغ المبين ہمارے ذمے تو بات کو پہنچانا ہے۔ (انك لا تهدى من أحببت ولكن الله يهدى من يشآء)

① البقرة: ٢/٢٥٦۔ ② النحل: ١٦/١٢٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاف ہے۔ جب آپ کسی کی اصلاح کے لیے بات چیت کا آغاز کر رہے ہیں تو پھر اس کی عزتِ نفس کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے، تاکہ آپ کی بات اس پر اثر کرے، حالانکہ وہ ہیں تو کافر لیکن موقع کی مناسبت سے اجتناب بہتر ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں:

﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ [1] اور ﴿فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ﴾ [2]

وغیرہ کے انداز میں بھی ان کو مخاطب کیا گیا ہے۔ موقع کی مناسبت سے ضرورت کے مطابق ان الفاظ کا استعمال ہو بھی سکتا ہے، حالات کے مطابق داعی خود فیصلہ کرے، تاکہ عملِ دعوت متاثر نہ ہو۔

❶ الكافرون: ١٠٩/١۔ ❷ البقرة: ٢٥٨/٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

منہجِ دعوت کی اہمیت حدیث کی روشنی میں

عملِ دعوت کی ضرورت واہمیت:

اسلام کی قوت کا راز دعوت میں مضمر ہے، اس لیے دعوت کے اس عمل کو ایک لحہ بھی رکنا نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں آباد کرنے کے ساتھ ہی نبوت و رسالت اور وحی والہام کا سلسلہ جاری کر دیا، تاکہ عمل دعوت جاری رہے اور انسانی معاشرے بگاڑ اور انتشار سے محفوظ رہیں۔ ورنہ دعوت کے بغیر کائنات اور اس جہاں میں اصلاحِ انسانیت کا اور کوئی بھی معتبر ذریعہ موجود نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ قانون رہا ہے کہ اہلِ ایمان جس قدر چشمۂ وحی سے دور ہوں گے اور ان کا زمانی فاصلہ دورِ رسالت سے جس قدر بڑھتا چلا جائے گا وہ اُسی قدر ناقص الایمان، سنگ دل، دین سے دور اور صراطِ مستقیم سے بھٹکتے چلے جائیں گے، جیسے کہ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے، فرمایا:

﴿ وَ لَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ کَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [1]

[1] الحدید : ١٦/٥٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''ایسے لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جن کو اس سے پہلے کتاب دی گئی، جب ان پر لمبا عرصہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور زیادہ تر ان میں فاسق ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ کفر کو مٹایا جائے، کافروں کو اصل فطرت اور ایمان کی طرف واپس لایا جائے اور ان کے سامنے دین واضح طور پر بیان کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اہل ایمان کے ایمان کی تجدید ہو، ان کے قلوب و اذہان کی صفائی ہو اور ان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے جوڑے رکھا جائے، تاکہ ان کا ایمان مضبوط ہو اور وہ راہِ ہدایت پر گامزن رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ دعوت دین ہی کافروں کی ہدایت، مومنوں کے ایمان کی تجدید اور بگڑے ہوئے معاشروں کی اصلاح کا ذریعہ بنے، بشرطیکہ یہ دعوت ایک خاص اسلوب اور منہج اور قانون کے مطابق ہو۔

جس قدر عمل دعوت کمزور اور اپنے منہج سے دور ہوگا اسی قدر لوگ برائی کے قریب اور دین سے دور ہوں گے۔ اس کی ایک بڑی دلیل قوموں میں پایا جانے والا مذہبی تفاوت ہے۔ جن قوموں کے عقیدے اچھے ہیں وہ بہتر انداز میں بات سمجھتی ہیں اور آسانی سے تسلیم بھی کر لیتی ہیں اور ان میں فساد و بگاڑ بہت کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قومیں صحیح دعوت پر مضبوطی سے کھڑی ہیں۔ جبکہ بعض اقوام کے عقائد خراب ہیں، ان میں بدعات کی کثرت، معاشرے میں فساد و بگاڑ بہت زیادہ ہے۔ اس کی وجہ دعوت میں کمزوری ہے۔

عقائد کی خرابی، منہج کا بگاڑ، اخلاقی انحطاط، فکری انتشار اور عملی بے راہ روی جو مسلمانوں میں تیزی سے بڑھتی نظر آ رہی ہے یہ تمام تر دعوت دین میں کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ یا پھر عمل دعوت میں اسلام کے پیش کردہ بلند مقاصد سے ہٹ جانے یا راہِ اعتدال کو ترک کرنے کی بنا پر ہے۔

عصر جدید میں یہ بات لازمی ہوگئی ہے کہ گمراہوں کو راہِ راست پر لایا جائے، بگڑے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہوؤں کو سنوارا جائے، انحراف کرنے والوں کو سیدھا کیا جائے، کمزور ایمان کی تجدید کی جائے، دعوت کے کام کو درست بنیادوں پر کھڑا کیا جائے۔ نئے اور جدید اسلوب اپنائے جائیں، جدید ٹیکنالوجی اور ذرائع کا استعمال کیا جائے، تعلیمی اداروں اور دعوتی اداروں کو اس مقصد کے لیے فعال کیا جائے، دعوت کی اہمیت کو اُجاگر کیا جائے اور دعوتی تربیت کا انتظام کیا جائے۔ جس طرح دیگر علوم میں سپیشلیزین ہوتی ہے اسی طرح علماء کو دعوت میں سپیشل پروفیشنل ٹریننگ دی جائے۔ دعات کی تربیت کے مخصوص ادارے اور اکیڈمیوں کا انتظام عمل میں لایا جائے۔ جدید پڑھے لکھے لوگوں کی زیرِ نگرانی یہ کام کروایا جائے، تاکہ فرقہ واریت سے محفوظ ہو کر یہ کام سرانجام دیا جا سکے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا:

« من رأى منكم منكرا فالیغیره بیده فإن لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه ذلك أضعف الإیمان »[1]

''تم میں سے جو بھی کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ کے ساتھ روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر زبان کے ساتھ روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر دل ہی سے برا جانے، یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

انسانی معاشروں کی اصلاح اور دعوت دین اور نہی عن المنکر کے حوالے سے یہ فرمان نبوی ﷺ ایک اساسی حیثیت رکھتا ہے جو ہر مسلمان کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے کہ وہ برائی کو روکے، یعنی وہ نہ خود برائی کرے اور نہ ہونے دے اور دل میں ایک ایسا سچا جذبہ ہو جو ہمہ وقت انسان میں ذمہ داری کا احساس اُجاگر کرتا رہے۔

[1] المسلم، باب بیان کون النهی عن المنكر من الإیمان......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

« مثل القائم على حدود الله والواقع فيها كمثل قوم استهموا على سفينة، فأصاب بعضهم أعلاها و بعضهم أسفلها، فكان الذين في أسفلها إذا استقوا من الماء مروا على من فوقهم فقالوا لو أنا خرقنا في نصيبنا خرقا و لم نؤذ من فوقنا، فإن يتركوهم وما أرادوا هلكوا جميعا و إن أخذوا على أيديهم نجوا و نجوا جميعا » ①

"مثال اس شخص کی جو اللہ کا فرماں بردار ہے اور اس کی جو نافرمان ہے ان لوگوں کی طرح ہے جو (ایک پانی کے) جہاز پر سوار ہوں، قرعہ سے جہاز کی منزلیں مقرر ہوگئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر والے حصے میں ہوں اور بعض نیچے والے حصے میں ہوں۔ نیچے والوں کو جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اوپر آتے ہیں اور اُوپر کی منزل پر بیٹھنے والوں کے پاس سے گزرتے ہیں۔ انھوں نے سوچا کہ اگر ہم اپنے نیچے والے حصے میں سوراخ کر کے پانی لے لیں تاکہ ہماری وجہ سے اوپر والوں کو تکلیف نہ ہو (تو بہتر ہو) اب اگر اوپر والے ان کو ایسا کرنے سے منع نہ کریں تو وہ سب کو ہلاک کر دیں گے۔ اگر اوپر والے ان کو ایسا کرنے سے روک دیں تو وہ بھی بچ جائیں گے اور سب لوگ بھی بچ جائیں گے۔"

اس حدیث مبارکہ میں دنیا کو ایک جہاز سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس دنیا میں رہنے والوں کو جہاز کے مسافروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس میں فرماں بردار بھی ہیں اور

① البخاري، باب شركة، باب هل يقرع في القسمة والاستهام فيه ؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نافرمان بھی، اگر نافرمان عام ہوں تو اس سے صرف وہی طبقہ متاثر نہیں ہوگا جو نافرمانی میں مبتلا ہے، بلکہ پوری قوم اور پوری دنیا متاثر ہوگی، اس لیے انسانی معاشروں کو تباہی سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو روکا جائے، اگر ایسا نہ ہوا تو سارا معاشرہ اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ یہ حدیث دعوت وتبلیغ کی ضرورت واہمیت کو بالکل واضح کر رہی ہے کہ یہ کام پوری امت مسلمہ کے ذمہ ہے۔

اسی طرح حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« والذی نفسی بیده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابًا منه ثم تدعونه فلا يستجاب لكم »[1]

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم کرتے رہو گے اور برائی سے روکتے رہو گے، ورنہ تم پر ایسا عذاب آئے گا (کہ اس کے آنے کے بعد) پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو گے تو وہ تمھاری دعا بھی نہیں سنے گا۔"

نیز فرمانِ نبوی ﷺ ہے، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے حجۃ الوداع کے خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمایا:

« ألا هل بلغت ؟ قلنا نعم ! قال : اللهم اشهد فليبلغ الشاهد الغائب، فانه ربّ مبلغ يبلغه من هو أوعى له »[2]

---

1. ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ الترمذی، جامع الترمذی، باب ما جاء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر، ن قدیمی کتب خانه آرام باغ، کراچی نمبر ۱۔
2. البخاری، ابو عبد الله محمد بن اسماعیل، الجامع صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ لا ترجع بعدی کفارًا، ن قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی نمبر : ۱ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ تو تمام حاضرین نے کہا: ہاں! تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو ان پر گواہ ہو جا کہ میں نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی۔ پھر آپ نے فرمایا: جو یہاں موجود ہیں وہ ان باتوں کو ان تک پہنچا دیں جو اب یہاں موجود نہیں ہیں، کیونکہ بعض اوقات وہ لوگ زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو پہچانے والے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سننے والے بات کو صرف اپنے تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس کو آگے دوسروں تک پہنچائیں، کیونکہ بعض اوقات وہ لوگ پہلے لوگوں کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے دین بچا رہتا ہے اور فریضۂ دعوت آگے بڑھتا رہتا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

« نضر الله امرأ سمع منا شيئا فبلغه كما سمع فرب مبلغ أوعى من سامع »[1]

''اللہ تعالیٰ خوش وخرم رکھے ایسے آدمی کو جو ہم سے کوئی بات سنتا ہے، پھر اس کو آگے پہنچاتا ہے جس طرح اس نے سنی تھی، کیونکہ بہت سے وہ لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والوں سے زیادہ محافظ ہوتے ہیں۔''

حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے مبلغ اور داعی کے لیے خوش خرمی کی دعا فرمائی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پیشہ کوئی معمولی نہیں، یہ بہت بلند پایہ مقام ہے۔ آج اس دور میں لوگ تبلیغ کرنے والوں کو حقیر سمجھتے ہیں، جب کہ یہ ایک خوش قسمتی کی بات ہے۔ مبلغ ہونا میراثِ نبوت میں سے ہے۔ ترمذی میں حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذي، جامع ترمذي، كتاب العلم، باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع، ن قديمي كتب خانه، آرام باغ كراچي نمبر ١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

«إن العلماء ورثة الأنبياء»

''علماء انبیاء (علیہم السلام) کے وارث ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں:

« كان غلام يهودى يخدم النبى صلى الله عليه وسلم فمرض فأتاه النبى صلى الله عليه وسلم يعوده فقعد عند رأسه فقال له اسلم فنظر الى ابيه وهو عنده فقال له : اطع أبا قاسم صلى الله عليه وسلم فاسلم فخرج النبى صلى الله عليه وسلم وهو يقول: الحمد لله الذى أنقذه من النار »[1]

''ایک یہودی بچہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگیا تو نبی اکرم ﷺ اس کی تیمار داری کے لیے اس کے گھر تشریف فرما ہوئے، آپ ﷺ اس کے سرہانے آ کر بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام قبول کر لے۔ اس بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس وقت وہاں موجود تھا۔ اس یہودی نے اپنے بچے سے کہا ابو القاسم ﷺ کی بات مان لو۔ تو وہ بچہ مسلمان ہوگیا۔ جب نبی اکرم ﷺ اس کے پاس سے اُٹھ کر نکلے تو آپ فرما رہے تھے: اس ذات کا شکر ہے جس نے اس کو آگ سے بچالیا۔''

فائدہ: یہ حدیث عمل دعوت کی ضرورت واہمیت اور نبی اکرم ﷺ کی دعوت میں رغبت کو ظاہر کرتی ہے اور یہ ان لوگوں کے لیے بھی ایک دلیل ہے جو بچوں کے اسلام قبول کرنے پر اسمبلی میں بل پاس کر رہے ہیں کہ اٹھارہ سال سے کم عمر کا آدمی اسلام قبول نہیں کر سکتا۔ ایسے حکمرانوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور ایسی کوئی قانون سازی

[1] البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح للبخاری، باب إذا أسلم الصبي فمات، ن، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی ١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرنی چاہیے جو صریحاً اسلام کے خلاف ہو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كأنّي أنظر الى إلنبى صلى الله عليه وسلم يحكى نبيا من الأنبياء ضربه قومه فأدموه وهو يمسح الدم عن وجهه و يقول اللهم اغفر لقومى فإنه لا يعلمون »①

''گویا کہ میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں، آپ نبیوں میں سے کسی نبی کی بابت بیان کر رہے تھے کہ اس کی قوم نے اس کو اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا، وہ اپنے چہرے سے خون پونچھ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے، وہ میری قدر و منزلت کو نہیں جانتے۔''

اسی طرح کا واقعہ خود نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بھی پیش آیا غزوۂ احد اور طائف میں، لیکن آپ نے اس کے باوجود دعوت و تبلیغ کے کام کو نہ ترک کیا اور نہ ہی کوتاہی کی، بلکہ دن رات محنت بھی کرتے رہے اور قوم کی ہدایت کے لیے دعائیں بھی مانگتے رہے کہ اے اللہ! اس قوم کو ہدایت عطا کر۔ یہ تھی آپ کے شخصی کردار کی تاثیر کہ جس نے دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا عرب مسلمان ہو گیا اور جو آپ کے دیرینہ دشمن تھے وہ دوست بن گئے۔ ذکر کردہ احادیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو رہی ہے کہ داعی کا شخصی کردار مثالی ہونا دعوت کے عمل میں از حد ضروری ہے۔ بغیر عمل کے کوئی بھی داعی اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی دعوت کامیاب ہو سکتی ہے۔

① البخاری، باب حدیث الغار۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منہجِ دعوت کی اہمیت حدیث کی روشنی میں:

دعوتی عمل میں منہجِ دعوت اور اسلوبِ دعوت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ داعی کا انداز سامعین کی توجہ مبذول کروانے، حق کو پذیرائی دلوانے اور دعوتی عمل کے پھیلاؤ پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ جو لوگ مواد کو نصف کامیابی اور اندازِ بیاں کو باقی نصف کامیابی قرار دیتے ہیں ان کی بات انصاف کے عین مطابق ہے۔

فرض کریں ایک مقرر توحید جیسے اہم موضوع پر صحیح منہج پر رہتے ہوئے، اصول وقواعد کے مطابق اور حاضرین کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے بات کر رہا ہو اور دلائل بھی عمدہ طریقے سے پیش کر رہا ہو، لیکن اس کے الفاظ سخت ہوں، آواز ست ہو یا پھر حد سے زیادہ بلند ہو، چہرہ خوف ناک ہو۔ جملوں کی ترکیب پیچیدہ ہو، مشکل ترین الفاظ استعمال کر رہا ہو اور اندازِ گفتگو جارحانہ ہو تو کیا اس طرح کا جھگڑالو آدمی اپنی دعوت میں کامیاب ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ تو ہمیشہ ناکام ہوگا اور لوگ اس سے متنفر ہوں گے۔

اس کے مقابلے میں ایک ایسا داعی جس کا لہجہ نرم ہو، چہرہ ہشاش بشاش ہو، جس پر اطمینان ظاہر ہو رہا ہو، محبت ٹپکتی نظر آ رہی ہو، عوام الناس کا خیر خواہ ہو، انسانی ہمدردی کا پیکر ہو، درمیانی آواز ہو، سنجیدہ گفتگو کرنے والا ہو، فصیح الکلام ہو، فقرے خوبصورت ہوں، افکار و خیالات مرتب ہوں، اسلوب بیاں آسان ہو، اندازِ بیان شیریں ہو، خوبصورت مثالیں بیان کر رہا ہو اور سامع کے سامنے مسکرا کر بات کر رہا ہو، گویا کہ وہ ہر کسی کے ساتھ ہے، آپ خود اس سے اندازہ لگائیں کہ اس کی بات کتنی مقبول ہوگی اور یہ کس حد تک کامیاب ہوگا؟

پہلے کے مقابلے میں یہ دوسرا داعی اپنی دعوت میں کامیاب ہوگا اور سامعین کے ہاں پسندیدہ اور مقبول ٹھہرے گا۔ کیونکہ اچھی گفتگو کو پسند کرنا، عمدہ اسلوب کو غور سے سننا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سے متاثر ہونا انسانی فطرت میں شامل ہے۔ کتنی ہی ایسی تقریریں ہوتی ہیں جو خطبہ جمعہ سے بھی زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں اور کتنی ہی تقریریں ایسی ہوتی ہیں جو نفرت کے بیج بوتی ہیں اور بجائے اتفاق و اتحاد کے لڑائی جھگڑے کو جنم دیتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

« الكلمة الطيبة صدقة »[1]

''اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔''

صحیح دعوت بارہا اسلوب کی غلطی کی وجہ سے ناکام ہو جاتی ہے، جبکہ بہت سی غلط تبلیغ و دعوت حسن اسلوب کی بنا پر توجہ کا مرکز بن جاتی ہے۔ خوبصورت اسلوب اور عمدہ گفتگو سامعین کی رگوں میں اترتی چلی جاتی ہے، ان کے کانوں میں رس گھولتی ہے، آنکھیں دیکھتی رہ جاتی ہیں، دل کے دریچے کھلتے چلے جاتے ہیں اور انسانی دل زرخیز اور نرم ہوتے چلے جاتے ہیں، نصیحت کو قبول کرتے ہیں اور اللہ کا خوف پیدا ہوتا چلا جاتا ہے اور انسان عمل کی طرف راغب ہوتا چلا جاتا ہے۔ کاش کہ آج کا داعی اس بات کو سمجھے اور خود اپنا تجزیہ کرے اور خود اپنا محاسبہ کرے۔

اسلوب اور منہج کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے عمل دعوت کافی حد تک برباد ہو چکا ہے۔ بہت سے لوگ مذہب سے دور جا چکے ہیں۔ داعی کی مثال ڈاکٹر کی طرح ہے اور مدعوین کی حیثیت مریض کی طرح ہے۔ جس طرح ڈاکٹر اپنے مریض کے ساتھ مخلص ہوتا ہے، بغیر رنگ و نسل اور مذہب ہر کسی کے ساتھ اخلاص اور نرمی کا برتاؤ کرتا ہے، اچھے انداز سے پیش آتا ہے اسی طرح ایک داعی کو بھی اپنے سامعین کے ساتھ پیش آنا چاہیے، وہ مسلمان ہوں یا کافر، نیک ہوں یا بد، بڑے ہوں یا چھوٹے، امیر ہوں یا غریب ان سب کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنا اور ان کی غلطیوں کو نظر انداز کرنا اور ان کے فسق و فجور

[1] المسلم، كتاب الكسوف، باب بيان أن إسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، رقم الحديث: ١٠٠٩۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے صرف نظر کرنا ایک اچھے داعی کی نشانی ہے۔

بعض داعی حضرات مدعو کے فسق و فجور اور اس کے طرزِ عمل سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اپنا رویہ سخت کر لیتے ہیں اور مدعو کے اکھڑ پن کا جواب بھی اکھڑ پن سے دینے کی کوشش کرتے ہیں، بڑے سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں اور لب و لہجہ بھی بڑا ترش اختیار کر لیتے ہیں، ان کی آواز بھرا جاتی ہے اور چہرہ خوفناک ہو جاتا ہے، اگر داعی یہ سمجھتا ہے کہ ایسے شخص کا یہی علاج ہے تو یہ انداز بالکل غلط ہے اور اسلوب و منہج کے خلاف ہے۔ ایسا کرنے سے آپ مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتے اور دعوت کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی ہے اور آج کل اکثر داعین کی یہی صورت حال ہے اور اس کی وجہ دعوتی تربیت کا نہ ہونا ہے۔

منہج دعوت کے اصول وضوابط حدیث کی روشنی میں:

اچھے اسلوب، عمدہ کلام اور حسن معاشرت سے لوگوں کی عام زندگی پر بہتر اثرات اور دیگر کئی فوائد مرتب ہوتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور داعیانِ اسلام کو اس کی ترغیب دی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« إن الرفق لا يكون في شيء إلا زانه ولا ينزع من شيء إلا شانه »[1]

”نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے خوبصورت بنا دیتی ہے اور نرمی جس چیز سے بھی ختم کر دی جاتی ہے اسے بدصورت بنا دیتی ہے۔“

دعوت میں سختی خطرناک چیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] المسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب فضل الرفق۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

« الكلمة الطيبة صدقة » ①

''اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔''

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« تبسمك في وجه أخيك لك صدقة » ②

''مسلمان بھائی کو مسکرا کر ملنا صدقہ ہے۔''

قارئین کرام! ذیل کے واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ رسول اللہ ﷺ کا اسلام اور مسلمانوں کے سخت ترین دشمن کے ساتھ بھی کتنا عمدہ اخلاق ہے۔ اس سے دین اسلام کی فراخی اور اصلاحی کاوش آشکارا ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کچھ یہودی نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: ''السام علیکم'' جس کا مطلب ہے تم مر جاؤ۔ یعنی سلام کہنے کے بہانے انھوں نے آپ ﷺ کے لیے بددعا کی۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم مر جاؤ اور تم پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر فرمایا کہ اے عائشہ! نرمی کرو، سختی اور فحش کلامی سے بچو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: یارسول اللہ! کیا آپ نے نہیں سنا کہ انھوں نے کیا کہا؟ آپ نے کہا: عائشہ! جو میں کہہ رہا ہوں تو نے وہ بھی تو سن لیا ہے نا۔ میں نے بددعا ان کو واپس کر دی ہے اور اس انداز سے کر دی ہے کہ میری بددعا ان پر اثر کرے گی اور ان کی مجھ پر اثر نہیں کرے گی۔ ③

① المسلم، كتاب الكسوف، باب بيان أن إسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، رقم الحديث: ١٠٠٩۔

② ترمذی، ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سورة (م ٣٧٩ھ) سنن ترمذی، کتاب البر والصلة باب ما جاء فی صنائع المعروف، تحقیق، احمد محمد شاکر، ن، شرکة مکتبة و طبعة مصطفى البابي، الحلبي، مصر۔

③ البخاری، كتاب الأدب، باب لم يكن نبي ﷺ فاحشا ولا متفحشا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم ﷺ نے غلط رویے، سخت لہجے اور ترش بات کے ذریعے لوگوں کو دعوتِ دین سے متنفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ایک ارشادِ گرامی ہے:

« إن منكم منفرين »

''تم میں سے کچھ لوگ متنفر کرتے ہیں۔''

آپ ﷺ کے پاس قریش اور دیگر مخالفین کے کئی وفود ملاقات کے لیے آئے لیکن آپ نے کبھی کسی سے سخت رویہ نہیں اپنایا اور ان کے تمام تر ظلم و جبر کو بھلا دیا اور آپ کا لہجہ کبھی تبدیل نہیں ہوا، جیسا کہ آج کل ہمارے داعین کا ہو جاتا ہے۔نرمی، آسانی اور سہولت پیدا کی جائے، درشتی اور سخت مزاجی سے پرہیز کرنا چاہیے، ایسے اسلوب کو اپنانا شرعی حکم ہے، فرمایا:

﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾ ①

''اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« ان الله يحب الرفق فى الأمر كلّه » ②

''اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی پسند کرتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

« من يحرم الرفق يحرم خير كله »

''جو شخص نرمی سے محروم ہو گیا وہ ہر خیر سے محروم ہو گیا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« يا عائشة ! إن الله رفيق يحب الرفق، و يعطى على الرفق ما لا

---

① طٰہٰ : ٢٠/٤٤۔

② المسلم، كتاب الآداب، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام و كيف يرد عليهم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعطی علی العنف وما لا یعطی علی ما سواہ » [1]

”اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نرم ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے اور وہ نرمی کے ذریعے وہ کچھ دیتا ہے جو سختی کے ذریعے اور کسی دوسرے طریقے سے نہیں دیتا۔“

خود نبی اکرم ﷺ کا حضرت عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ماتھے پر تیوڑی چڑھانے کی وجہ سے آپ ﷺ پر سورۂ عبس کا نزول کتنی بڑی سرزنش ہے، اس دور کے خطباء کا کیا بنے گا۔

شفقت اور خیر خواہی، نہ کہ سرزنش اور رسوائی:

عوام الناس مریض ہیں، داعی ان کا ڈاکٹر ہے، خیر خواہ ڈاکٹر مریضوں کے لیے مشفق ہوتا ہے۔ اس کا ہدف ان کا علاج کرنا، تندرستی عطا کرنا، تکلیف سے نجات دلانا ہوتا ہے۔ انھیں ڈانٹنا، رسوا کرنا، مایوس کرنا اس کے لیے صحیح نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے اس رویے سے ان کا مرض مزید بڑھے گا، جس سے ان کو مایوسی ہو گی۔ داعی کو مشفق ہونا چاہیے اور خیر خواہ ہونا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« الدین النصیحۃ » [2]

”دین خیر خواہی کا نام ہے۔“

آپ ﷺ کے نزدیک دعوت کا مرکز نصیحت ہے۔ نصیحت اور فضیحت میں بہت زیادہ فرق ہے۔ مسلمانوں کی کوتاہیاں تلاش کرنا اور ان کے عیوب بیان کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ ارشادِ گرامی ہے:

❶ المسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق۔

❷ المسلم، کتاب الایمان، باب بیان أن الدین النصیحۃ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

« من ستر مسلمًا ستره الله في الدنيا والآخرة » ①

''جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی کرے گا۔''

نبی اکرم ﷺ جب کسی کو غلطی کرتے ہوئے دیکھتے تو اس کو برسرِ منبر نام لے کر بیان نہ کرتے بلکہ یوں فرماتے:

« ما بال أقوام » ②

''پتا نہیں ان لوگوں کا کیا بنے گا۔''

آپ نصیحت بھی کر دیتے اور پردہ پوشی بھی فرما دیتے۔

نبی اکرم ﷺ کا اسلوبِ دعوت:

دعوت و تبلیغ کا مقصد ہوتا ہے کہ عوام الناس تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا جائے اور سامعین کو سمجھایا جائے نہ کہ خطیبانہ بلاغت، مسجع جملے اور مقفٰی عبارتیں پیش کی جائیں۔ اتنا زیادہ مشکل انداز اختیار کیا جائے کہ سامعین کو کچھ سمجھ ہی نہ آئے۔

داعی اعظم نبی اکرم ﷺ کا انداز اتنا آسان، عام فہم اور بلیغ ہوتا کہ صحابہ فوراً آپ کی بات کو سمجھ جاتے اور آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ہر طبقے کا آدمی آپ کی زبان کو آسانی سے سمجھ رہا ہے۔

فرمانِ عالی شان ہے کہ جس کا اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے، جس کا اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے۔ جس کا اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان ہے وہ جب بات کرے اچھی کرے، ورنہ خاموش رہے۔ ③

① المسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم۔
② البخاری، کتاب الأذان، باب رفع البصر إلی السماء فی الصلوٰۃ۔
③ البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

« المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يحقره » ①

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو حقیر جانے۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

« إنما الأعمال بالنيات » ②

''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

نبی اکرم ﷺ بعض اوقات ایک بات تین تین بار دہراتے، تاکہ لوگ آسانی سے سمجھ سکیں۔ ③

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اس طرح گفتگو کرتے کہ اگر کوئی آپ کے الفاظ کو گننا چاہتا تو آسانی سے گن سکتا تھا۔ ④

آپ ﷺ نے بڑی خوبصورت مثال دی ہے، فرمایا: ''اچھے دوست اور برے دوست خوشبو فروخت کرنے والے اور بھٹی میں آگ جلانے والے کی طرح ہیں۔''

منافق کی مثال ایک بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان چلتی ہے۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں حدیث میں موجود ہیں جو آج کا انسان بھی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔ عمدہ اور مفید انداز، آسان الفاظ، قابل فہم عبارتیں، خوبصورت طرزِ بیان، حسین و جمیل گفتگو کہ ہر طبقے کا انسان بغیر کسی مشقت کے بات کو آسانی سے سمجھ جائے۔ ہمارے آج کے داعی حضرات کو اپنے دعوتی اسلوب پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور اپنی دعوت کو عوامی

❶ المسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم ظلم المسلم و خذله واحتقاره ودمه۔
❷ البخاري، باب بدء الوحي، رقم الحديث : ١۔
❸ المسلم، كتاب المناقب، باب في صفة النبي ﷺ۔
❹ المسلم، كتاب المناقب، باب في صفة النبي ﷺ۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

معیار کے مطابق کرنا چاہیے۔ اپنی خطابت کے جوہر دکھانے کی بجائے مقاصد پر توجہ دیں۔

منہجِ دعوت میں عقل وشعور کا لحاظ حدیث کی روشنی میں:

نبی اکرم ﷺ کا اسلوب اور منہج قرآن مجید اور دیگر انبیاء علیہم السلام ہی سے حاصل کردہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا اسلوب اس طرح کا ہوا کرتا تھا کہ اس میں عقل وشعور ادراک و وجدان اور دل کی کیفیت دونوں کو بیک وقت حرکت میں لے آتا۔ مثلاً ایک نوجوان نے زنا کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو ان الفاظ میں جواب دیا کہ کیا تم یہ کام اپنی ماں بہن کے لیے پسند کرو گے۔

اس میں وجدان، شعور اور فطرت انسانی دونوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا:

« إنما انا لكم بمنزلة والد »

"میرا تمھارے ساتھ ایک والد کا سا تعلق ہے۔"

یہ تحریک جذبہ کا کیسا شاندار انداز ہے۔ آپ مختلف کاموں کے ذریعے شفقت اور محبت پیدا کرنے کے لیے کوشش کرتے۔ مثلاً آپ بچوں کو بوسہ دیتے، آپ نے کبھی کسی کو ہاتھ یا زبان سے تکلیف نہیں دی، زیادتی کرنے والوں سے درگزر فرماتے۔ ایک داعی اور مبلغ کا اسلوب بھی صرف گفتگو کی حد تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ اس کے ذاتی شخصی کردار کی تاثیر ہی اصل چیز ہے جو سامع کو متاثر ہونے پر مجبور کرتی ہے۔

منہجِ دعوت میں اسلوبِ بیان کے مختلف طریقے حدیث کی روشنی میں:

عمدہ اور کامیاب اسلوبِ بیان کے لیے مختلف الفاظ اور تعبیرات ہیں، داعی کو ان چیزوں سے بھی صرفِ نظر نہیں کرنا چاہیے۔ ان میں سے چند ایک کو یہاں بیان کرتے ہیں جو انتہائی اہم ہیں، جو عمل دعوت کو بہتر بنانے میں داعی حضرات کے لیے بہت ضروری ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ا۔ جمع کے لفظ سے مخاطب ہونا:

ایک طریق کار یہ ہے کہ جمع متکلم کا صیغہ مثلاً: ''ہم لوگ'' استعمال کیا جائے۔ مخاطب کے الفاظ ''آپ، تم'' اور ''تمھیں'' وغیرہ کے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔ غلطیوں کی اصلاح کرتے ہوئے یوں نہ کہا جائے کہ مسلمان بھائیو! تم نے یوں کیا، تم نے ایسا کیا، تم دل شکستہ ہو گئے، تمھارے اس گناہ کی وجہ سے تم پر یہ آزمائش آئی، تمھیں اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہیے، تمھیں اللہ اور اس کے رسول کا طریقہ اپنانا چاہیے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ ہم مسلمانوں سے کوتاہی ہوئی، اگر ہم ایسا کر لیتے، اگر ہم توبہ کر لیں وغیرہ...... یا پھر شرطیہ الفاظ استعمال کیے جائیں، مثلاً: جو شخص ایسے کرے گا اسے یہ ملے گا، اسے اتنا گناہ ہو گا۔ یا پھر عام صیغہ استعمال کریں، مثلاً: اگر مسلمان توبہ کر لیں، اگر مسلمان فلاں کام کرنے لگ جائیں۔

لفظ ''تم'' کو اس لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے کہ یہ سامعین کو مجرم بناتا ہے اور داعی کے بارے میں سامعین میں نفرت پیدا کرتا ہے۔ اس کی بجائے لفظ ''ہم'' کا استعمال کیا جائے تو بہتر ہے، اس سے داعی کی عاجزی اور انکساری ظاہر ہوتی ہے اور سامعین داعی کے بارے میں تواضع، عجز و انکساری کا تصور ذہنوں میں رکھتے ہیں۔

ہماری ان باتوں کے خلاف ان آیات کو حجت نہ بنایا جائے جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ اسلوب اختیار کیا ہوا ہے، کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ خود متکلم ہیں، ان کو یہ حق پہنچتا ہے، کیونکہ وہ علیم ہے، خبیر ہے، حقائق کا ادراک رکھتا ہے، جبکہ عام آدمی کو اس کا علم نہیں ہوتا۔

۲۔ عام طرزِ گفتگو:

بہتر یہ ہے کہ داعی اپنی تقریر میں کچھ افراد یا کچھ اقوام کو نشانہ بنانے کی بجائے ان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کی اصلاح کے لیے عام الفاظ استعمال کرے۔ وہ اپنی غلطیوں پر مصر ہوں یا بار بار دہرا رہے ہوں تب بھی یہی انداز اپنائے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

« ما بال أقوام »[1]

''پتا نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، پتا نہیں ان لوگوں کا کیا بنے گا؟''

باوجود اس کے کہ آپ کو ان لوگوں کا پتا تھا جنھوں نے غلطی کی تھی لیکن آپ ﷺ نے سیدھا ان کو نہیں کہا، فرمایا:

« ما بال أقوام يشترون شروطًا ليست في كتاب الله ...... »[2]

''پتا نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں......۔''

پتا نہیں کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ بغیر وضو کے نماز میں شامل ہو جاتے ہیں......۔

نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ وضو کرتے وقت ایڑیوں کو خشک چھوڑ دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« ويل للأعقاب من النار »[3]

''خشک ایڑیوں کو جہنم کی آگ کا عذاب ہوگا۔''

آپ ﷺ نے ان لوگوں کے بارے میں یا ان کی ایڑیوں کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں سنایا بلکہ لوگوں کا نام تک نہیں لیا اور نہ ہی ''تمھارے'' کا لفظ استعمال کیا ہے کہ تمھاری ایڑیوں کے لیے یا تمھارے لیے عذاب ہے۔

❶ البخاري، كتاب الأذان، باب رفع البصر إلى السماء في الصلوة۔
❷ البخاري، كتاب البيوع، باب إذا اشترط شروطاً في البيع لا تحل۔
❸ ابن حنبل، المسند، مسند عبد الله بن حارث، ج ۱، ص ۶۴۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم ﷺ کبھی کبھی یوں فرماتے: ''ہم لوگ یوں کرتے ہیں'' حالانکہ بذاتِ خود آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے پہلے ہم اپنا سود ختم کرتے ہیں، وہ ہے عباس بن عبدالمطلب کا سود۔''①

جبکہ نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی سودی کام نہیں کیا۔

اندازہ کریں! منافقوں نے آپ کو کتنا تنگ کیا، بغیر وضو کے نماز پڑھ لیتے، جہاد میں نہ جاتے، گناہوں میں مبتلا رہتے، آپ ﷺ کو تکالیف دیتے، لیکن آپ نے نہ تو کبھی ان کا نام لیا اور نہ ہی ان سے بچنے کی تلقین کی۔ نبی اکرم ﷺ نے شرعی احکام کی تلقین بھی کی ہے، ان کی تبلیغ بھی کی ہے، تعلیم بھی دی ہے لیکن کسی کو نہ زخم لگایا ہے اور نہ تکلیف دی ہے۔ کاش کہ آج ہم بھی اپنے لیے یہ اصول بنا لیں کہ ہم اصلاح کریں، زخمی نہ کریں۔

ایک سمجھدار داعی منبر پر چڑھ کر کبھی لوگوں کی غلطیوں کو نہیں اُچھالتا، نہ نام لے لے کر انھیں بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ منبر و محراب کے وقار کے لائق نہیں ہے کہ وہ ایسا کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا طریق کار تو یہ تھا کہ جہاں آپ غلطی کرنے والے کا نام لے کر اصلاح کرنے سے گریز کرتے وہاں اہل علم اور اہل مرتبہ کا نام لے کر سرعام تذکرہ کرتے، تاکہ لوگوں میں عمل کی اہمیت اُجاگر ہو اور عمل کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے سب سے زیادہ مہربان و مشفق ابوبکر ہیں جو لوگوں کے لیے خیر خواہ ہیں۔ دین اسلام میں عمل کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر بن خطاب ہیں، سب سے زیادہ باحیا عثمان ہیں، قرآن مجید کو سب سے زیادہ بہتر پڑھنے والے اُبی بن کعب ہیں، مسائل وراثت کو زیادہ

① المسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جاننے والے زید بن ثابت ہیں۔ حلال و حرام کے زیادہ مسائل جاننے والے معاذ بن جبل ہیں۔ لوگو! ہر امت کا امین ہوتا ہے، میری امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔ ①

آپ ﷺ نے ترغیب پیدا کرنے کے لیے دس صحابہ کو جنت کی بشارت دی اور ان کے نام بھی اپنی زبان مبارک سے لیے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں صدق دل سے کہتا ہوں کہ میں نے آں حضرت ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے یہ دس لوگ جنتی ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ میں چاہوں تو دسویں شخص کا نام بھی لے لوں۔ سامعین نے دریافت کیا وہ کون ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ وہ سعید بن زید ہیں۔ ②

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ابوبکر بہت اچھے آدمی ہیں، عمر بہت اچھے آدمی ہیں، ابوعبیدہ بن جراح بہت اچھے آدمی ہیں، اسید بن حضیر بہت اچھے آدمی ہیں، ثابت بن قیس بہت اچھے آدمی ہیں، معاذ بن جبل بہت اچھے آدمی ہیں۔ معاذ بن عمرو بن جموح بہت اچھے آدمی ہیں۔ ③

۳۔ امید اور استفہام کا انداز اختیار کرنا:

داعی کا زیادہ تر انداز بیاں استفہامیہ ہونا چاہیے۔ وہ حقیقی استفہام ہو یا انکاری، یا تعجب کی صورت میں، اسے کثرت کے ساتھ امید بھرے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ یاس اور ناامیدی کو نہ پھیلائے بلکہ عوام الناس میں امید کی کرن روشن کرے، حوصلہ دے

① الترمذي، المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل......

② أبو داؤد، كتاب السنة، باب في الخلفاء۔

③ ابن حنبل، إمام أحمد بن حنبل الشيباني، (م۲٤۱ھ) المسند، ج ۱، ص ۱۸۷، ن، مؤسسة القرطبة۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مایوس نہ کرے، اگر تقریر میں براہِ راست تنقید بھی ہو تب بھی استفہام اور امید کے الفاظ کے استعمال سے اس کے مثبت اثرات زیادہ اور منفی اثرات کم ہوں گے، مثلاً بجائے اس کے کہ یوں کہے: ایک مسلمان کے لیے سگریٹ نوشی حرام ہے یا رمضان کا تقدس پامال کرنا حرام ہے، تم اس مجرمانہ حالت میں اللہ کے سامنے پیش ہو گے، تمھاری بداعمالیاں نیکیوں سے بڑھ نہ جائیں گی، بلکہ وہ اس طرح کہے: کیا ایسے میں ہماری نیکیاں ہمارے گناہوں سے بڑھ جائیں گی؟ بجائے اس کے کہ وہ اس طرح کہے: تم اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتے ہو۔ اس کی بجائے اسے یوں کہنا چاہیے: کیا اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھنے والا ایسی مخالفت کرے گا؟ یا اس طرح کہے: شاید ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے تائب ہو جائیں۔ کیا خیال ہے اگر ہم اللہ کے سامنے توبہ کر لیں؟

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: اس وقت تمھاری کیا کیفیت ہوگی جب کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ①

آں حضرت ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو کہا تھا: کیا تم نے اسے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ ②

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امر بالمعروف کرتے ہوئے فرمایا کہ تم دونوں میاں بیوی نماز کیوں نہیں پڑھ لیتے۔ ③

آپ ﷺ نے حکمانہ انداز میں نہیں فرمایا کہ اُٹھو اور نماز پڑھو۔

---

① ابن حنبل، امام أحمد بن حنبل الشیبانی (م ٢٤١هـ) المسند، ج ١، ص ١٦٠۔
② البخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ أسامة بن زید إلی الحرقات من جهینة، رقم الحدیث: ٤٢٦٩۔
③ البخاری، کتاب الجمعة، باب تحریض النبی ﷺ علی صلوٰة اللیل والنوافل من غیر إیجاب، رقم الحدیث: ١١٢٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک انصاری صحابی نے ماعز اسلمی (کو زنا کی سزا کے دوران) گدھے کی ہڈی مار کر گرا دیا تھا پھر وہ زخم کی تکلیف کی وجہ سے بھاگ گیا تھا۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اُسے چھوڑ کیوں نہیں دیا؟ شاید وہ توبہ کر لیتا اور اس کی توبہ قبول ہو جاتی۔ ①

داعی حضرات کو نبی اکرم ﷺ کے اس اسلوب پر غور کرنا چاہیے ''تم نے اُسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟ شاید وہ توبہ کر لیتا؟'' نبی اکرم ﷺ یہ الفاظ حد کے نافذ ہو جانے کے بعد کہہ رہے ہیں۔

بے شمار احادیث ایسی ہیں جن میں ''شاید'' ''تم مجھے بتاؤ'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ داعی کو اپنی دعوت میں ایسا اسلوب اپنانا چاہیے جس سے ہمدردی ظاہر ہوتی ہو، سننے والے کو لذت محسوس ہو، بات کا رُخ سب کی طرف ہو۔

۴۔ تاریخی واقعات اور ضرب الامثال بیان کرنا:

دورانِ دعوت اللہ تعالیٰ نے جن بہترین اسالیب کو اختیار کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ تاریخی واقعات اور ضرب الامثال بیان کی جائیں۔ بامقصد واقعات اور واضح مثالوں کو سننے کو جی چاہتا ہے اور ان کا دل پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ جہاں یہ متکلم کا مقصد واضح کرتے ہیں اور واقعہ سے آگاہ کرتے ہیں وہاں یہ گفتگو کے سیاق کو مدلل بھی بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اللہ ﷺ نے اسے احادیث میں کثرت سے اپنایا ہے، فرمایا:

﴿فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ ②

---

① النسائی، ابو عبد الرحمٰن، احمد بن شعیب (م ۳۰۳ھ) السنن الکبریٰ، مؤسسة الرسالة بیروت، کتاب الرجم، باب ذکر من اعتراف بحدّ ولم یمسه۔

② الأعراف : ۷/۱۷۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''آپ انھیں اچھے اچھے قصے سنائیں تاکہ یہ غور وفکر کریں۔''

واقعات اور مثالوں سے تقریر میں حلاوت پیدا ہوتی ہے، ان کے بیان سے بات لوگوں کی سمجھ کے قریب ترین ہو جاتی ہے اور اسے پذیرائی ملتی ہے۔ یہ تنگی اور اکتاہٹ پیدا نہیں ہونے دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی زیادہ تر بڑی سورتوں یا کئی چھوٹی سورتوں میں ایک یا زیادہ واقعات اور مثالیں بیان ہوتی ہیں، بلکہ بعض اوقات پوری کی پوری سورت ایک واقعہ یا کئی واقعات پر مشتمل ہوتی ہے، مثلاً سورۂ ہود، سورۂ یوسف، سورۂ قصص اور سورۂ انبیاء وغیرہ۔

حدیث نبوی میں بھی واقعات اور مثالوں کی کمی نہیں ہے، وہ بھی اس سلسلے میں بحرِ بے کراں ہے۔ بعض حضرات نے تو اس عنوان پر مستقل کتب تحریر کی ہیں جن میں قرآن وحدیث میں سے ''القصص'' اور ''ضرب الامثال'' کو علیحدہ کیا گیا ہے۔

تاریخی واقعات کو بیان کرنے کی شرائط اور مثالیں:

کسی واقعہ اور مثال کو بیان کرنے کی کچھ شرائط ہوتی ہیں جن میں سے چند ضروری ضروری یہاں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ واقعہ سچائی اور عبرت سے لبریز ہو، پرتاثیر باتوں پر مشتمل ہو اور اس کا مفہوم واضح ہو۔

۲۔ واقعہ نہ تو انتہائی مختصر ہو کہ اس کا اصل مقصد سمجھنا دشوار ہو جائے اور نہ ہی اتنا طویل ہو کہ اکتاہٹ اور بوجھل پن کا باعث بن جائے۔

۳۔ واقعہ ایسا نہ ہو کہ داعی کی تقریر پر چھا جائے اور اس میں ضروری مسائل جو قابل بیان تھے وہ رہ ہی جائیں اور داعی کی حیثیت ایک قصہ گو کی بن جائے، جس کا مقصد قصہ گوئی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

۴۔ واقعہ کے دوران عملی بنیاد سازی ہو، اس کے مقصد سے آگاہ کر دیا جائے، اس کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فوائد بتائے جائیں۔ یہ ساری چیزیں قرآن وحدیث کے واقعات میں نمایاں طور پر موجود ہیں، مثلاً: حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں ہے:

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ ①

''اے میرے جیل کے ساتھیو! کیا جدا جدا خدا بہتر ہیں یا کہ ایک اکیلا ہی جو زبردست قوت والا ہے۔''

اور اس واقعہ میں ہے:

﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ ﴾ ②

''جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو صرف نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھے ہوئے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ ③

''حکم تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہیں، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی پر پس لازم ہے کہ بھروسا کرنے والے بھروسا کریں۔''

قرآن مجید میں تاریخی واقعات:

قرآن مجید میں تاریخی واقعات مختلف الفاظ اور مختلف پیراؤں میں بیان ہوئے ہیں، کہیں تو پوری سورت یا سورت کے بیشتر حصے میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے اور کہیں ایک واقعہ صرف چار پانچ آیات میں مختصر بیان ہوا ہے کہ اس سے مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ایک پوری سورت پر مشتمل ہے۔ قاری بغیر کسی اکتاہٹ کے اسے پڑھتا چلا جاتا ہے، بلکہ اسے بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور اس کے معلوم ہونے کے باوجود شوق تلاوت اس کی جزئیات پر ٹھہرنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔

① یوسف: ۱۲/۳۹۔ ② یوسف: ۱۲/۴۰۔ ③ یوسف: ۱۲/۶۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں کئی بار بیان ہوا ہے، لیکن ہر مرتبہ اسے پرکشش انداز، جذبات کو حرکت میں لانے والے نظریات اور نئی معلومات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ کہیں طویل ذکر ہوا ہے جیسے سورۂ طٰہٰ، سورۂ قصص، سورۂ اعراف اور سورۂ شعراء میں ہے اور کہیں مختصر جیسے سورۂ مومنون اور سورۂ نازعات میں ہے۔ یہ تمام تر تنوع مخصوص مقاصد کے پیشِ نظر اور کئی عبرت آموز اسباق کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔

حدیث اور تاریخی واقعات:

حدیث میں بھی آسان انداز اور مختصر الفاظ میں لوگوں کو سمجھانے کی خاطر تاریخی واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ ان تمام کو مفصل بیان کرنا تو مشکل ہے، ان میں سے چند ایک کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ پہلا واقعہ ہے ان تین افراد کا جن لوگوں نے غار میں پناہ لی اور غار کا راستہ بند ہو گیا۔[1]

اس واقعہ میں غور کرنے سے بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں۔

۲۔ دوسرا واقعہ وہ ہے جو ان تین افراد کا ہے جن میں سے ایک اندھا، ایک گنجا اور ایک برص زدہ تھا۔ ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی شکل میں آیا......۔[2] اس میں بھی بہت سے اسباق و دروس ہیں۔

۳۔ ایک واقعہ وہ ہے جس میں ننانوے افراد کے قاتل کا ذکر ہے، پھر اس نے ایک صوفی وزاہد کے مایوس کرنے پر اسے بھی قتل کر دیا اور سو افراد کا قاتل بن گیا۔ پھر اس کو ایک عالم نے توبہ قبول ہونے کا طریقہ بتایا اور اس نے توبہ کر لی۔

[1] البخاري، كتاب البيوع، باب إذا يشترى شيئًا لغيره بغير إذنه فرضي، رقم الحديث: ٢٢١٥۔

[2] البخاري، كتاب أحاديث الانبياء، باب حديث أبرص واعمى وأقرع فى بنى إسرائيل، رقم الحديث: ٣٤٦٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ واقعہ بھی بہت عظیم ہے جو اپنے اندر کئی اسباق کو سموئے ہوئے ہے۔

منہجِ دعوت میں ضرب الامثال اور ان کے اصول قرآن وحدیث کی روشنی میں:

۱۔ مثال ایسی ہونی چاہیے جو معاشرے میں وقوع پذیر ہو اور اسے بیشتر سامعین سمجھ سکیں۔ وہ محض خیالی اور فرضی نہ ہو جسے لوگ سمجھ ہی نہ پائیں۔

۲۔ اس کا انداز سادہ، عام فہم اور سامعین کو سمجھ آ رہا ہو۔

۳۔ اس کے ساتھ کوئی واضح مقصد اور کوئی مفاد وابستہ ہو۔

قرآن مجید کی مثالیں:

قرآن مجید کی مثالوں پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ماحول پر منطبق ہونے کے ساتھ ساتھ اسلوب کی عمدگی، مقصد کی گہرائی اور آسانی کا عنصر موجود ہے۔ وہ عام فہم اور انسانی دماغوں کے مطابق ہیں۔ ایک انصاف پسند اور معتدل آدمی اسے سن کر گہری فکر حاصل کرتا ہے اور حد درجہ متاثر ہو جاتا ہے۔

غور فرمایئے اللہ تعالیٰ نے اس مثال میں مخلوق میں کسی بھی چیز کی تخلیق کی صلاحیت نہ ہونے کا مضمون کیسے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴾ [1]

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے اسے غور سے سنو، جن کو تم اللہ کے

[1] الحج: ۲۲/۷۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، اگر وہ سب کے سب جمع ہو
1 جائیں اور پھر اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑا
بھی نہیں سکتے، طالب اور مطلوب دونوں ہی کمزور ہیں۔''

غور کریں، سبحان اللہ کتنی شاندار مثال ہے، عام آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ﴾ ①

''ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں مکڑی جیسی ہے، جس نے گھر بنایا اور بے شک سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہے۔''

دیکھئے مکھی اور مکڑی کو کون نہیں جانتا؟ مکڑے کے بارے میں کسے معلوم نہیں؟ کیا ممکن ہے کہ کسی شخص کو اس کی سمجھ نہ آ سکے؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾ ②

''کیا تم دیکھتے نہیں جو تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم اس کو اُگاتے ہیں؟''

نیز ارشادِ گرامی ہے:

﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾ ③

''ذرا غور کرو اس پانی پر جو تم پیتے ہو، کیا تم اس کو بادلوں سے اتارا ہے یا ہم اُتارنے والے ہیں؟''

① العنکبوت : ٤١/٢٩۔ ② الواقعة : ٦٣/٥٦، ٦٤۔
③ الواقعة : ٦٨/٥٦، ٦٩۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ﴾ ①

''ذرا اس آگ پر غور کرو جس کو تم جلاتے ہو، کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟''

کتنی آسان اور عام فہم مثال دے کر سمجھایا گیا ہے، کون ہے جو ان مثالوں کو نہ سمجھ سکتا ہو؟ اور فرمایا:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ﴾ ②

''ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور اس کی ہر بالی پہ سو دانے ہوں۔''

کون سا ایسا انسان ہے جو گندم کو نہ جانتا ہو یا اس کو اس مثال کی سمجھ نہ آئی ہو۔

جو لوگ عالم ہوتے ہوئے اور اس علم پر عمل نہیں کرتے ان کی مثال پر غور کریں، اللہ تعالیٰ نے بڑی باکمال مثال بیان فرمائی ہے، فرمایا:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ﴾ ③

''ان لوگوں کی مثال جن کو تورات دی گئی پھر انھوں نے اس کو نہ اُٹھایا اس گدھے جیسی ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہو۔''

کوئی ہے ایسا انسان جس کو کتابوں کا پتا نہ ہو، گدھے اور اس کے مزاج سے واقف

① الواقعة : ٥٦/ ٧١، ٧٢۔
② البقرة : ٢/ ٢٦١۔
③ الجمعة : ٦٢/ ٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو، کوئی ہے جو اس مثال کو نہ سمجھ سکتا ہو؟

حدیث نبوی میں سے چند مثالیں:

حدیث نبوی میں بیان کردہ مثالوں کا انداز بھی قرآن مجید کی طرح ہی کا ہے۔ اس میں بھی حقیقت پسندی، ماحول سے مطابقت، منظرکشی اور سہل اندازی کے سارے پہلو موجود ہیں۔ نبی اکرم ﷺ مثالیں بیان کر کے بات کو ذہنوں کے قریب لاتے تھے اور آپ کا اسلوب بڑا دل نشیں اور پرکشش ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے باہمی اتحاد کی مثال بڑے دلکش انداز میں بیان کی ہے، مثال پر ذرا غور کریں، آپ ﷺ فرماتے ہیں:

« ترى المؤمنين فى تراحمهم و توادهم و تعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى عضوا تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى »[1]

''مسلمانوں کی باہمی محبت و الفت اور نرمی کی مثال ایک آدمی کے جسم کی طرح ہے، اگر اس کے کسی ایک حصے میں تکلیف ہو تو باقی سارا جسم بے چین اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

آں حضرت ﷺ کے اس فرمان میں مومن کے عمل، گفتگو اور محنت کے بارے میں دی گئی مثال پر غور کریں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''مومن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے جو عمدہ خوراک لیتا ہے اور عمدہ ہی پھل دیتا ہے۔''[2]

[1] البخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، رقم الحديث: ٦٠١١۔

[2] ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد (م ٣٥٤هـ) الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان، ن، مؤسسة الرسالة، بيروت ط ١٩٨٨، ١١٢٧، باب ما جاء فى صفات المؤمنين، باب ذكر تمثيل المصطفى ﷺ المؤمن بالنحلة فى أكل الطيب و وضع الطيب، رقم: ٢٤٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے امت کو ترغیب دینے کی خاطر اور سمجھانے کی غرض سے مثال بیان کی ہے، آپ کا فرمان ہے: اگر کسی شخص کے گھر کے دروازے سے نہر گزرتی ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں نہائے، تو کیا اس کی میل باقی رہے گی؟ صحابہ نے کہا، نہیں، آپ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

قارئین غور کریں کتنی باکمال مثال ہے جو ہر کسی کی سمجھ میں آنے والی ہے۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ داعی حضرات کو بھی اپنے خطاب میں مثالیں بیان کرنی چاہییں، تاکہ ایسا کرنے سے خطاب میں تنوع آ جائے۔ اس کی تقریر عبرت آموز واقعات سے مزین اور وضاحتی مثالوں سے آراستہ ہو۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سامعین دلچسپی سے بات کو سنتے اور سمجھتے ہیں پھر اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، ورنہ تقریر خشک اور اکتاہٹ کا باعث بن جاتی ہے۔

پُر مزاح اسلوب:

خوش طبعی کے ذریعے اسلوب کلام میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ گفتگو مزین اور بات دل نشیں ہو جاتی ہے اور گفتگو کرنے والا سامعین کے لیے پسندیدہ قرار پاتا ہے۔ بے ڈھب اسلوب کی وجہ سے خشکی، گفتگو قابل نفرت اور ثقیل ہو جاتی ہے، جس سے سامعین اکتا جاتے ہیں اور عمل پر بھی راغب نہیں ہوتے ہیں۔

خوش طبعی اور مزاح کی حیثیت کھانے میں نمک اور شربت میں چینی کی سی ہے، نبی اکرم ﷺ خوش طبعی کرتے لیکن ایک سنجیدہ اور معتدل انداز میں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ تو خوش طبعی بھی کر لیتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« إنى لا أقول إلا حقًّا »[1]

[1] ابن حنبل، امام احمد بن حنبل الشیبانی (م ۲۴۱ھ) المسند، ج ۲، ص ۲۶۰، ن مؤسسة القرطبة، ط ، ن ، م۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''میں صرف حق بات کرتا ہوں۔''

یعنی آپ مزاح بھی فضول اور لغو نہیں کرتے تھے، اس میں بھی سچائی ہوتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے آپ سے سواری مانگی تو آپ نے کہا کہ میں تمھیں اونٹنی کا بچہ دیتا ہوں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ تو آپ نے فرمایا: ''اونٹ بھی تو اونٹوں کے بچے ہی ہیں نا؟''①

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ فرمانے لگے، ارے! جنت میں تو کوئی بڑھیا نہیں جائے گی۔ تو وہ الگ ہو کر رونے لگی، یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اسے بتاؤ کہ وہ بڑھیا ہوتے ہوئے جنت میں نہیں جائے گی بلکہ وہ نوعمر بن کر جنت میں جائے گی۔

کچھ لوگ خوش طبعی کو غلط قرار دیتے ہیں حالانکہ ان کی بات اور سوچ حقیقت کے خلاف ہے۔ ہاں حد سے زیادہ بڑھنا جائز نہیں ہے، تماشے اور تقریر میں فرق ہونا چاہیے۔ بھانڈ اور مولوی صاحب دونوں کے کام مختلف ہیں، تقریر کے درمیان زیادہ ہنسانا اچھی بات نہیں ہے، اس سے دل مردہ ہو جاتے ہیں اور بات بھی دل پر اثر نہیں کرتی ہے۔

دورانِ تقریر سامعین کی طرف رُخ کرنا اور مناسب حرکت کرنا:

اللہ تعالیٰ نے آنکھ کو دیکھنے کے لیے، کان کو سننے کے لیے، عقل کو سوچ بچار کے لیے اور دل کو فیصلہ کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ جب یہ تمام اعضا خطاب میں ایک ساتھ کام کریں تو ان کا اثر پرزور اور فیصلہ زیادہ بہتر ہو جاتا ہے۔

اسی لیے داعی کو اپنی تقریر میں جامد نہیں ہونا چاہیے۔ اسے اشارات کے ساتھ اہم اور غیر اہم میں فرق کرنا چاہیے۔ عقل مند داعی وہ ہے جو اپنی گفتگو میں عمدہ اشارات و حرکات

① ابن حنبل، المسند: ج ۳، ص ۲۶۷۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے سامعین کو اپنی طرف متوجہ رکھے۔ اس کی آواز معتدل ہو اور سنائی دے رہی ہو، نہ زیادہ دھیمی اور آہستہ ہو اور نہ ہی زیادہ بلند ہو کہ تکلیف کا باعث بن رہی ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب خطاب فرماتے تو ان کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز اونچی ہو جاتی اور غصے میں آ جاتے۔ داعی اپنا چہرہ عوام اور سامعین کی طرف رکھے، نبی کریم ﷺ خطاب کے دوران سامعین کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کی رات بارش کے بعد ہمیں نماز فجر پڑھائی، اسلام پھیرنے کے بعد لوگوں کی طرف رُخ کیا اور فرمانے لگے کہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے رب نے تمھیں کیا کہا ہے؟ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ لکڑی کے ساتھ زمین کریدنے لگ گئے، پھر فرمانے لگے: ''تم میں سے ہر ایک کا ٹھکانا جنت اور جہنم میں تیار ہو چکا ہے۔'' [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر منبر پر چڑھ گئے، پھر دونوں ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''میں نے ابھی نماز کے بعد جنت اور دوزخ کو دیکھا ہے، آج تک میں نے اس جیسا اچھا اور برا منظر نہیں دیکھا۔'' [3]

---

[1] البخاري، كتاب الاستسقاء، باب قول الله تعالىٰ: ﴿وتجعلون رزقكم أنكم تكذبون﴾ رقم الحديث: ١٠٣٨۔

[2] البخاري، كتاب الأدب، باب الرجل ينكت الشيء بيده في الأرض، رقم الحديث: ٦٢١٧۔

[3] المسلم، كتاب الفضائل، باب توقيره ﷺ و ترك إكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه...... رقم الحديث: ٢٣٥٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ حجۃ الوداع کے خطبے میں بھی لوگوں کی طرف انگلی اُٹھا کر اشارے کرتے اور فرماتے:

« اللّٰھم ! اشھد، اللّٰھم ! اشھد، اللّٰھم ! اشھد »[1]

''اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ! گواہ رہنا۔''

منہجِ دعوت میں مختلف اسلوب خطاب:

تمام انسان عقل و فہم اور ذہنی صلاحیتوں میں برابر نہیں ہوتے، لہٰذا کامیاب داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام حاضرین کو نگاہ میں رکھے اور شرکاء کی صلاحیتوں کے مطابق ہر کسی کو اپنے خطاب میں شامل رکھے، تاکہ اکتاہٹ بھی محسوس نہ ہو اور تمام لوگوں کو معلومات بھی مل جائیں اور حسبِ ضرورت اور موقع کی مناسبت سے منصوبہ بندی کرے، جہاں تقریر کی ضرورت ہو وہاں تقریر کرے اور جہاں سوال و جواب کا موقع بنتا ہو وہاں سوال جواب کرے۔ اگر کسی کا کوئی سوال ہے تو اس کا جواب دے۔ اگر مکالمہ کی صورت بنتی ہے تو مکالمہ کرے۔ مناظرہ کی جگہ مناظرہ کرے۔ یہ تمام اسلوب اور منہج نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر کے بعد ایک پر تاثیر وعظ ارشاد فرمایا جسے سن کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے، دل پر خوف طاری ہو گیا۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں ایسے نصیحت فرمائی ہے جس طرح رخصت کرنے والا نصیحت کرتا ہے۔[2]

1. المسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۱۲۱۸۔
2. ابن ماجه، ابو عبد الله محمد بن یزید القزوینی (م ۲۷۳ھ) ن، دار إحیاء الكتب العربیة، فیصل عیسیٰ البابی الحلبی، کتاب السنة، باب إتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین: ۴۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کبھی کبھی آپ ﷺ اپنے شاگردوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال و جواب کرتے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا: آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا: آج تم میں سے کس نے جنازہ پڑھا ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کس نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آج تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت کی ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: میں نے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

« ما اجتمعن في امرىء إلا دخل الجنة » ①

''یہ کام جس آدمی میں اکٹھے ہوگئے وہ جنت میں جائے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے، وہ مسلمان کی طرح مفید ہے، تم بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں نے جنگل کے مختلف درختوں کے نام لیے۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں شرما گیا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ خود ہی ہمیں بتائیں کہ وہ کون سا درخت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''وہ کھجور کا درخت ہے۔'' ②

آپ ﷺ کتنے کامیاب مدرس اور خطیب تھے، آپ ﷺ کا اسلوب انتہائی دلکش اور دلربا تھا کہ آپ کی ہر بات سامع پر اثر انداز ہوتی چلی جاتی۔ بڑی باکمال تھی منہجِ دعوت میں آپ کی شخصی کردار کی تاثیر۔

گفتگو زیادہ طویل نہ ہو، تکلف، تصنع اور ذو معنی الفاظ کا استعمال نہ ہونا:

زیادہ لمبی تقریر لوگوں کو بور کر دیتی ہے، لوگ اکتا جاتے ہیں۔ انسانی عادت ہے کہ

① المسلم، كتاب الزكاة، باب من جمع الصدقة وأعمال البرّ، رقم: ١٠٢٨۔
② البخاري، كتاب العلم، باب قول المحدث حدثنا وأخبرنا و أنبانا، رقم: ٦١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ تکلف اور تصنع کو ناپسند کرتا ہے۔ بہت زیادہ مشکل الفاظ نہ بولے جائیں، بے تکی تکرار نہ ہو۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« أوتيت جوامع الكلم »[1]

''مجھے جامع کلمات دیے گئے ہیں۔''

جامع سے مراد مختصر مگر مؤثر اور وسیع مفہوم رکھنے والے کلمات۔ آپ نے فرمایا:

« إن طول صلوة الرجل و قصر خطبته مئنة من فقهه »[2]

''نماز میں طوالت اور گفتگو اور تقریر میں اختصار آدمی کی عقل مندی کی نشانی ہے۔''

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے: لوگوں کو ہفتے میں ایک دفعہ وعظ کیا کرو، اگر ایسے نہیں تو دو دفعہ کرلیا کرو۔ اگر زیادہ ہی کرنا چاہتے ہو تو تین مرتبہ، لوگوں کو اس قرآن سے متنفر نہ کرو۔[3]

عمل دعوت کی تاثیر کو غیر مؤثر کرنے والے اعمال اور ان سے اجتناب:

طویل عرصے سے دعوتی عمل اسلامی ممالک اور اسلامی معاشروں میں وہ اثرات مرتب نہیں کر رہا جن کی ضرورت تھی۔ حقیقی طور پر اگر ہم اسلامی ملکوں میں مسلمانوں کی مجموعی صورت حال کا غیر جانب دارانہ تجزیہ کریں تو ان ملکوں میں اسلامی دعوت انحطاط اور انتشار کا شکار نظر آتی ہے اور مسلمان آپس میں باہمی اختلاف میں الجھے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہ اختلافات کم ہونے کی بجائے تیزی کے ساتھ سخت ہوتے چلے جارہے

---

1. البخاری، كتاب الجهاد والسير، باب قول النبي ﷺ نصرت بالرعب مسيرة شهر، رقم الحديث: ۲۹۷۷۔
2. المسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، رقم الحديث: ۸۶۹۔
3. البخاری، كتاب الدعوات، باب ما يكره من المسجع في الدعاء، رقم: ۶۳۳۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور مزید بڑھتے جا رہے ہیں۔ یہ صورت حال مسلمانوں کے اجتماعی مفادات اور ملی وحدت کے لیے انتہائی خطرناک نظر آ رہی ہے۔ اس تمام تر بگڑتی ہوئی صورت حال کی ذمہ دار دعوت میں پائی جانے والی خامیاں ہیں۔ اگر ہم اپنی دعوت میں ان کمزوریوں کی اصلاح کر لیں تو موجودہ صورت حال بدل سکتی ہے اور یہ عصر حاضر کا ایک اہم تقاضا بھی ہے اور ضرورت بھی۔

ذیل میں ہم چند اہم خرابیوں کا تذکرہ اور ان کی اصلاح کا طریقہ کار بیان کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اگر مسلمان دعاۃ اپنی دعوت میں ان سے اجتناب کریں تو ان شاء اللہ دعوت کے مطلوبہ نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

اپنی اپنی شخصیات اور جماعتوں کی بجائے دعوت صرف اللہ اور رسول کی دی جائے:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شاگرد فطرتی طور پر اپنے استاد سے متاثر ہوتا ہے اور کسی نا کسی جماعت سے اس کی وابستگی بھی ہوتی ہے اور وہ کسی شخصیت سے متاثر بھی ہو سکتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں مسلمانوں کی تمام دینی و مذہبی جماعتوں کے کارکنان کے اندر پائی جاتی ہیں، لیکن اس کی ایک حد ہے۔ جب ہم اس حد کو توڑ دیتے ہیں اور ایک مخصوص عینک لگا لیتے ہیں، جس میں ہمیں اپنی جماعت کے سوا باقی تمام گمراہ نظر آتے ہیں، اپنی پسندیدہ شخصیت کے علاوہ دوسرے کسی کا احترام ہمارے ذمے باقی نہیں رہ جاتا، تو یہی چیز ہے جو دین کے نام پر فساد برپا کرتی ہے۔ ایسے حالات میں یہ بات بہت ہی ضروری ہے کہ اسلام کے فلسفۂ دعوت کو سمجھیں اور عصر حاضر میں اپنی دعوت کو اسلامی دعوت بنائیں اور جماعتی فرقہ واریت سے نجات حاصل کریں۔

کامیاب مسلمان داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دعوت کی بنیاد ان چیزوں پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکھے۔ وہ لوگوں کو صرف اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے اور انھی کی پیروی کی تلقین کرے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف دعوت دینا ہی اصل فریضہ ہے، ان سے ہٹ کر کسی خاص گروہ یا جماعت یا شخصیت یا بزرگ ہستی کی طرف دعوت دینا کوئی خدمتِ اسلام نہیں ہے اور آج کل یہی کچھ ہو رہا ہے۔

اسلامی دعوت کا مطلب ہے دین کے مبادیات، قواعد و کلیات، بنیادی تعلیمات و احکام اور عقائد و ارکان کی دعوت۔ یہ شخصی یا گروہی دعوت نہیں، یہ تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی دعوت ہے، اس کے دین کی پیروی کی دعوت ہے، اس کے رسول کی اتباع کی دعوت ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَهُۥ دَعْوَةُ ٱلْحَقِّ﴾ ①

''حقیقی دعوت تو صرف اللہ کے لیے ہے۔''

اللہ کے سوا کسی اور کی طرف بلانا، کسی دوسرے سے محبت کرنا، اسلام کے نام پر شخصیات تک محدود ہو کر رہ جانا، یا پھر اپنی اپنی جماعتوں کو اسلامی وحدت پر ترجیح دینا، قومی و ملی مفاد کو نقصان پہنچانا، یہ چیزیں اسلامی فکر و فلسفہ کے خلاف ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خود تمام انبیاء علیہم السلام اور ہمارے آقا سیدنا محمد ﷺ کو بھی صرف اور صرف اپنی طرف دعوت دینے کا حکم دیا ہے، ارشادِ گرامی ہے:

﴿ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ﴾ ②

''اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ۔''

یعنی دعوت و تبلیغ میں جو مرکزی نقطہ ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کہ دعوت کا

① الرعد: ١٣/ ١٤۔

② النحل: ١٦/ ١٢٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انحصار صرف اسی پر ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ ①

''تمھارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

لہٰذا ایک مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو واجب الاتباع نمونہ قرار دینا، اسے اسوۂ حسنہ سمجھنا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴾ ②

''اور جو شخص راہِ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے گا ہم اس کو اسی راہ پر ڈال دیں گے جس پر وہ چل نکلا اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔''

لہٰذا مسلمانوں کا راستہ و منہج اور طریق کار وہی ہے جو اہلِ اسلام کا نزول قرآن کے وقت تھا۔ اس آیت میں اہلِ ایمان سے مراد صحابہ کرام ہیں، اس کے بعد وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کے طریق کار کو اپنایا۔ جو شخص کتاب اللہ، سنت رسول اور منہج صحابہ کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی دعوت دے گا اس کی دعوت گمراہی اور قابل تردید ہوگی۔ اس کی دعوت قابل انکار اور مختلف راستوں کی دعوت ہے۔ مزید ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ ③

① الأحزاب: ٢١/٣٣۔ ② النساء: ١١٥/٤۔

③ الأنعام: ١٥٣/٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے، اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس راہ سے الگ کر دیں گے۔ یہ ایسی بات ہے جس کی اتباع کی تمھیں تلقین کی جاتی ہے، تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کی بڑی عمدہ تفسیر بیان کی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: ''یہ اللہ کا راستہ ہے اور پھر اس کے دائیں بائیں اور لکیریں کھینچ کر فرمایا یہ دوسرے راستے ہیں، جو گمراہی کے راستے ہیں، ان میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ➊

''اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے، اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، وہ تمھیں اس کی راہ سے الگ کر دیں گے۔'' ➋

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ➌

''اسی کے فرماں بردار بن جاؤ اور اُسی سے ڈرو اور نماز پڑھا کرو اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ ایسے لوگوں کی طرح جنھوں نے اپنے دین میں فرقے بنا لیے اور جدا جدا ہو گئے اور ہر گروہ اپنے اپنے فرقے پر خوش ہے۔''

➊ الأنعام: ١٥٣/٦۔
➋ ابن حنبل، امام أحمد بن حنبل الشیبانی، المسند، ج ١، ص ٤٣٥، ن مؤسسة القرطبة۔
➌ الروم: ٣٠/ ٣١، ٣٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منہجِ دعوت کے اصول وقوانین کی مخالفت سے پیدا ہونے والی صورتحال اور غلطیاں:

قرآن مجید کا منہج اس قدر واضح ہونے کے باوجود کچھ داعی حضرات دعوت کا غلط تصور رکھتے ہیں۔ کسی کی فکر میں غلطی ہے تو کسی کا انداز غلط ہے۔ ان میں سے چند ایک کی ذیل میں وضاحت کی جاتی ہے۔ ان اغلاط کی نشاندہی کا مقصد کسی پر تنقید کرنا یا کسی کی مخالفت مقصود نہیں ہے، یہ صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے ہے۔

پہلی غلطی: کسی معین یا غیر معین فرقے کی دعوت:

بہت سے مبلغین لوگوں کو اپنے اپنے گروہ کی طرف بلاتے ہیں، یا کسی بدعت یا خاص جمعیت یا کسی تنگ مذہب کی دعوت دیتے ہیں۔ ایسے لوگ اگرچہ اسلام کے سائے میں رہتے ہیں اور اپنی دعوت بھی اسلام کے نام پر ہی پیش کرتے ہیں اور لبادہ بھی دین ہی کا اوڑھا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ کچھ اور عزائم کی تکمیل کر رہے ہوتے ہیں۔ تاہم وہ اس چیز سے غافل ہیں یا جان بوجھ کر غافل بنے ہوئے ہیں کہ گروہی دعوت کا نتیجہ اسلام کی جامعیت کو محدود کرنا ہے اور اس کی وسعت کو تنگ کرنے والی بات ہے۔ اس طرح کی گروہی دعوت کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

اگر کسی مسلک یا جماعت کی دعوت ضروری ہے تو اس کا سب سے زیادہ مستحق اور افضل ترین مسلک اور جماعت وہ ہے جن کی موجودگی میں قرآن مجید نازل ہوا۔ انھوں نے اس کی تعلیمات اور ہدایات کو سمجھا اور دین کا فہم اس وقت حاصل کیا جب یہ اختلافات اور انتشار سے پاک اور اپنی اصل حالت میں تر و تازہ تھا۔ اس کے اولین سرچشمۂ فیض سے سراب ہوئے۔ جس کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی تربیت کی اور وہ اللہ کے ہاں نیک لوگوں میں سرفہرست شمار ہوئے۔ قرآن مجید نے انتہائی واضح اور ٹھوس انداز میں ان کی پارسائی کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ﴾ ①

''اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کا پابند بنایا اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اہل تھے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو کلمۂ توحید ''لا الٰہ الا اللہ'' کا صحیح ترین وارث بنایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ فرمانِ ربانی ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ ②

''تم بہترین امت ہو جن کو لوگوں کی راہنمائی کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔''

''خَيْرَ اُمَّةٍ'' کے بہترین مصداق صحابہ کرام ہیں۔ لہٰذا انھی کے طریقے کی دعوت دی جائے جو کہ کتاب و سنت کا راستہ ہے، نیک اور صالحین کا راستہ ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کی فکر کی قطعاً دعوت نہ دی جائے۔ ہر وہ دعوت جس کا رُخ کسی خاص طریقے، خاص گروہ یا صحابہ کے علاوہ کسی خاص جماعت کی طرف ہو وہ مختلف راستوں کی دعوت ہے اور امت کو فرقہ واریت کی دعوت ہے۔

فروعی مسائل کی تفہیم میں اختلاف ایک فطرتی امر ہے، یہ صحابہ میں بھی تھا اور علماء میں بھی ہے اور قیامت تک رہے گا اور یہی اسلام کی خوبی ہے اور اس کی وسعت ظرفی ہے، ہر کسی کی ذہنی صلاحیتیں الگ الگ ہیں، ہر کسی کا تفہیم کا انداز اپنا اپنا ہے۔ اسلام مسائل کے استنباط میں کتاب و سنت کی مرکزی حیثیت کی اتباع کو بطور ماخذ شریعت تسلیم کرنے کی تلقین کرتا ہے، تاکہ امت انتشار کا شکار نہ ہو۔ اس کی مثال دیکھیں کہ آج تک قرآن مجید اور حدیث کی جتنی بھی تفاسیر اور شروحات لکھی گئی ہیں ان میں ہر مفسر و شارح نے اپنی اپنی سمجھ اور اپنے اپنے علم کے مطابق لکھا ہے۔ اگر ہم غور سے پڑھیں

① الفتح: ٤٨/٢٦۔

② آل عمران: ٣/١١٠۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تو ہر تفسیر اور شرح میں بڑے بڑے مفید نکات ملتے ہیں اور اس بات کا بھی پتا چل جاتا ہے کہ فلاں جگہ مفسر یا شارح سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔ ہم درست چیز کو لے لیں اور باقی کو چھوڑ دیں۔ مفسر یا شارح پر کسی قسم کا فتویٰ صادر نہ کریں بلکہ اس کی خدمات کی تحسین کریں اور تمام علمائے اسلام کے لیے اپنا سینہ کشادہ کریں۔ جن کی بدولت آج اسلام کی روشنی تمام کائنات کو منور کر رہی ہے۔ اپنی دعاؤں میں علمائے کرام کو ہمیشہ شامل رکھیں، تاکہ داعی کو عمل دعوت اور منہج دعوت میں شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر کا ادراک ہو سکے۔

دوسری غلطی: منہجِ دعوت میں کسی بزرگ یا لیڈر کی طرف دعوت دینا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء کا احترام اور نیک بزرگوں کی تعظیم دینی فرائض میں شامل ہے لیکن سارے دین کو کسی ایک شخصیت میں محدود کر دینا اور لوگوں کو صرف اسی کی طرف بلانا، یا پھر اس کی تحقیقات و تعلیمات ہی کو حرفِ آخر سمجھنا اور اسے ایک معصوم کی طرح پیش کرنا مذہبی گروہ بندی اور صراطِ مستقیم سے انحراف ہے۔ عصر حاضر میں مسلمانوں کے بیشتر فرقوں کی یہی صورتحال ہے کہ وہ اپنے اپنے مذہبی پیشوا ہی کو مانتے ہیں، باقی کسی کو تسلیم نہیں کرتے، حالانکہ کوئی بھی علم کے مکمل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے:

﴿ اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ ①

''جو چیز تمھارے رب کی طرف سے تم پر اُتاری گئی ہے اس کی پیروی کرو۔''

ایک عالم کی علمی وجاہت، قابلیت، قائدانہ صلاحیتیں، جذبہ و جاں نثاری و قربانی، تقویٰ و پرہیز گاری، ملی اور دینی خدمات اپنی جگہ، لیکن اس کی اتباع کو فرض قرار دینا ایک اور بات

① الأعراف: ۷/۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے، جس سے امت میں انتشار کے دروازے کھلتے ہیں اور ہر گروہ اپنے لیڈر کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے اور دوسروں کو کم تر سمجھتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ ①

''اس نے تمھارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کی ہدایت اس نے نوح علیہ السلام کو فرمائی اور جس کی وحی ہم نے تمھاری طرف کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو دیا کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ پیدا نہ کرو۔ مشرکین پر وہ چیز شاق گزر رہی ہے جس کی طرف تم ان کو دعوت دے رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی طرف آنے کے لیے چن لیتا ہے اور وہ اپنی طرف ان لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔''

پیغمبر کے طریقے کے سوا کسی بھی شخص کا طریقہ اختیار کرنے کو نہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ نے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ ②

''آپ انھی کے طریقے کو اختیار کریں۔''

اور فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ③

❶ الشورىٰ : ٤٢/١٣۔
❷ الأنعام : ٦/٩٠۔
❸ الأحزاب : ٣٣/٢١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''تمھارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔''

اللہ کے رسول ﷺ کے سوا کوئی بھی انسان معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے سوا کسی کو بھی رول ماڈل مان لینا درست نہیں۔ آپ دیکھیں نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس وقت روک دیا جب ان کا ایک یہودی کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دینے میں اختلاف ہوا۔ آپ نے فرمایا:

« لا تخيروني على موسىٰ » ①

''مجھے موسیٰ (علیہ السلام) سے افضل قرار مت دو۔''

ایسا کرنے سے آپ ﷺ نے منع کیوں کر دیا؟ تاکہ یہود اور مسلمانوں میں شخصیات کا تفاضل وجہ اختلاف نہ بن جائے، حالانکہ امت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ اشرف الانبیاء ہیں۔ شخصیات کے تفاضل کے بارے میں منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کی بقا کسی شخص کی بقا کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ یہ شخصیات ہوں یا نہ ہوں اسلام تو باقی رہے گا۔ شخصیات کو اگر کوئی مقام حاصل ہے تو وہ اسلام پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر اور اس کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ ہم اسلام کے محتاج ہیں نا کہ اسلام ہمارا محتاج ہے۔

حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کون سی بڑی شخصیت ہے جن کی طرف لوگوں کو بلایا جائے؟ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کون لوگ ہیں جو امت کے لیے پیشوا بن سکتے ہیں؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی مکرم ﷺ کے علاوہ کسی بھی شخص کو امت کے سامنے پیش کر کے اس کے طریقے کو اپنانے کی دعوت دینا اور اس کی خاطر دوستی یا دشمنی کرنا جائز نہیں ہے

① البخاري، كتاب الخصومات، باب ما يذكر في الإشخاص والخصومات بين المسلم واليهود، رقم الحديث: ٢٤١١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات اور اجماع امت کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی بات کی خاطر کسی سے دوستی یا دشمنی کرنا جائز ہے۔ یہ تو اہل بدعت کا شیوہ ہے کہ وہ کسی شخصیت کی خاطر امت میں انتشار اور فرقہ واریت پھیلاتے ہیں اور اس کی وجہ سے دوستی یا دشمنی کرتے ہیں۔''[1]

اس سے قبل امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے بھی اپنے اپنے پیروکاروں کو یہی تعلیم دی ہے۔

جب سے امت میں شخصیات کی طرف دعوت دینے کا رجحان عام ہوا ہے اور شخصیات کے درمیان تفاضل و تفاخر کی فضا بنی ہے امت میں اختلافات اور فرقہ بندی آ گئی ہے، آپس میں تنازعات شروع ہو گئے ہیں۔ اپنے استاد اور پیشوا سے محبت ضرور کریں لیکن اس حد تک مت جائیں کہ اس کی وجہ سے دوستی یا دشمنی کرنے لگ جائیں۔ عصر حاضر میں منہج دعوت میں خرابی کی یہ دوسری بڑی وجہ ہے جس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔

تیسری غلطی: منہج دعوت کو کسی ایک کام تک محدود کر دینا:

دین اسلام عقائد، احکام و مسائل، عبادات، معاملات اور اخلاقیات سے مرکب ہے، یہ کسی ایک چیز کا نام نہیں ہے۔ دعوت بھی کسی ایک حصے کی بجائے پورے دین کی ہونی چاہیے۔ باری باری حسب ضرورت تمام پہلوؤں پر دعوت دی جائے، نا کہ ان میں سے کسی ایک چیز ہی کو اپنی دعوت کا محور و مرکز بنا لیں اور پھر اس کی بات ہی کرتے چلے جائیں اور اس میں شب و روز اپنے آپ کو کھپا لیں۔ کسی دوسرے پہلو کی طرف توجہ ہی نہ دیں، جبکہ مدعوین کی ضرورت اور تقاضا احوال و ظروف کے مطابق کچھ اور ہو۔ مثلاً

[1] ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوىٰ، خادم الحرمين فهد بن عبد العزيز آل سعود، لشئون الحرمين، ج ٢٠، ص : ١٦٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعض لوگ صرف عشق مصطفیٰ ہی کی بات کرتے رہتے ہیں، بعض لوگ ساری زندگی چھ نمبروں ہی کی بات کرتے رہتے ہیں، بعض لوگ جہاد ہی جہاد بیان کرتے رہتے ہیں، بعض داعی حضرات ساری عمر تنقید و مناظرہ ہی پر گزار دیتے ہیں۔ بعض داعی حضرات ٹوکے اور تلوار کے ساتھ چیلنج کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی دعوت کا لب لباب یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ ان کا رنگ اور اثر قبول کر لیں تو پھر آپ مسلمان وگرنہ گمراہ، دین سے دور اور پتا نہیں اور کیا کیا آپ کو سمجھا جائے گا۔

ان لوگوں کے ہاں دین کا دارو مدار صرف چند ایک چیزوں یا باتوں پر ہوتا ہے، وہ سارا کچھ اپنی ٹوپی اور پگڑی ہی کو سمجھتے ہیں، ان کے ہاں اگر وہ چیز رُک گئی تو سارا دین ہی رُک جائے گا۔ منہج دعوت کے لیے یہ کتنی خطرناک بات ہے کہ انسان کسی ایک فروعی مسئلے کو اپنی دوستی یا دشمنی کا معیار بنا لے اور اس پر بڑے بڑے فتنے برپا کر دے اور لوگوں کو قطع تعلقی کی تعلیم دے اور سلام دعا تک لینے سے روک دے۔ کیا آج ہمارے معاشرے میں اسی طرح نہیں ہو رہا؟

فقہی مسائل اور اجتہادی اختلافات جن کا منہج دعوت سے کوئی تعلق نہیں ہے ان کو ہوا دینا بھی دعوت کی منہجی غلطیوں میں شامل ہے۔ داعی ایسی باتوں سے اجتناب کرتا ہے، امت میں وحدت، پیار و محبت اور تعلیم و تربیت کی بات کرتا ہے، وہ اپنی دعوت میں فقہی مسائل بیان کر کے لوگوں کو مشغول نہیں کرتا۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ فقہی اختلافات مجبوری ہیں تو یہ دعوتی مجبوری ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ ان کا تعلق اہل علم کی مجالس سے ہے، مسجد کے منبر اور تبلیغ کے اسٹیج ان کی جگہ نہیں ہیں۔ مثلاً رؤیت ہلال پر مطالع کا اختلاف ہے، سجدۂ سہو کے مسائل ہیں، سیاسی مسائل ہیں جن میں اہل علم کے ہاں شروع ہی سے اختلاف چلا آ رہا ہے، ان کو برسرِ عام دعوت کا موضوع نہ بنایا جائے۔ اگر کہیں بامر مجبوری ان کو بیان کرنا ہی پڑ جائے تو انتہائی دانائی اور حکمت کے ساتھ بیان کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منہج دعوت کی اصلاح کے چند اصول حدیث کی روشنی میں:

لوگوں کو مانوس کرنے کے لیے اور دین کی طرف راغب کرنے کی غرض سے مستحب کو چھوڑنا جائز ہے۔ مستحب ایسا کام ہے جس کے کرنے پر ثواب ہو اور چھوڑنے پر گناہ نہ ہو۔[1]

کسی دینی مصلحت کی خاطر اگر آدمی مستحب کام کو ترک کر دیتا ہے اور اس کی نسبت ٹھیک ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں فلاں کام جو میری دعوت میں رکاوٹ بن رہا ہے اسے میں احوال وظروف کی بنا پر وقتی طور پر ترک کر دوں تو میری دعوت کے لیے راستہ نکل سکتا ہے، تو ایسے داعی کو مستحب کو ترک کر دینا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

« ما ترك عبد شيئا لله لا يتركه إلا له إلا عوضه الله منه ما هو خير له في دينه و دنياه »[2]

”جو شخص اللہ کے لیے کسی کام کو ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے دین و دنیا کے اعتبار سے بہتر عطا کر دیتا ہے۔“

عبداللہ بن ابی ابن سلول کو قتل کرنے سے آپ نے اسی لیے منع کر دیا تھا کہ وہ فتنے کا باعث بنے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

« لا يتحدث الناس أن محمدًا يقتل أصحابه »[3]

---

1. الجرجانی، الشريف علی بن محمد الجرجانی، التعريفات، دارالكتب العلمية، بيروت، ط ، ١٩٨٨، ص ٢١٢۔
2. ابو نعیم، حافظ ابن نعیم، احمد بن عبد الله، حلية الأولياء، دارالكتب العلمية، بيروت، ط ١٩٨٨، ج ٢، ص ١٩٦۔
3. البخاری، كتاب التفسير، باب قوله ﴿سواء عليهم أستغفرت لهم﴾: رقم الحديث : ٣٥١٨۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

"ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ محمد (ﷺ) تو اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔"

اگر ایک داعی ایسے علاقے میں آئے جہاں شرک و بدعت عام ہے، اگر وہاں پر وہ شروع ہی سے سخت موقف اپنائے گا تو لوگ اس کی بات نہیں سنیں گے۔ لوگ اس پر طرح طرح کے الزام عائد کر کے اسے بدنام کرنے کی کوشش کریں گے اور دعوت کے راستے کو مسدود کر دیں گے اور اس کی بات سننے سے دور بھاگیں گے تو ایسے حالات میں وہ مسنون کام کو مؤخر کر دے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بہتر ہے کہ ایسے حالات میں لوگوں کو قریب لانے کے لیے مستحبات کو چھوڑ دیا جائے، کیونکہ لوگوں کو بھگانے کی بجائے قریب لانے میں زیادہ فائدہ ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کی عمارت میں تبدیلی کو اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ اسے اسی حالت میں چھوڑنے میں لوگوں کو قریب لانے کا پہلو تھا۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دورانِ سفر نماز پوری پڑھنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے، پھر بھی انھوں نے ان کے پیچھے پوری نماز پڑھی اور فرمانے لگے: "اختلاف کرنا بری بات ہے۔"" [1]

مدعوین کے سابقہ حالات کو نہ چھیڑا جائے:

داعی حضرات کے لیے یہ نقطے کی بات ہے کہ وہ اپنے مدعوین کے ماضی کو نہ چھیڑیں، ان کی سابقہ زندگی کو موضوعِ بحث نہ بنائیں جن اغلاط میں وہ ملوث رہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام گناہ گاروں کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے۔ داعی کو چاہیے کہ وہ اپنے مدعوین کی راہنمائی اس دروازے کی جانب کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] ابن تیمیة، احمد بن عبد الحلیم بن تیمیة، مجموع الفتاویٰ، فهد بن عبد العزیز آل سعود وزارة الشئون الحرمین، سعودی عرب، ج ۲۲، ص ۴۰۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ ①

''کہہ دو اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کرنے والا ہے (بلکہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو نیکیوں میں بھی تبدیل کر دیتے ہیں)۔''

حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود اپنے بھائیوں کی زیادتی کے فرمایا:

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ②

''آج تمھارا کوئی مؤاخذہ نہیں ہے، اللہ تم کو معاف کرے۔''

بھائیوں کی یوسف علیہ السلام پر کتنی بڑی زیادتیاں ہیں لیکن پھر بھی معاف کر دیا۔ مدعوین کو بھی ہمدردی کی ضرورت ہوتی ہے، داعی حضرات کو ان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا سلوک کرنا چاہیے، تاکہ وہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح خود بخود اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور توبہ کر لیں۔

اگر کوئی شخص کسی عالم کے فتوے پر عمل کرے تو اُسے منع نہ کیا جائے:

اکثر لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ داعی کو اس سلسلہ میں تین باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ اسے اجتہادی مسائل کا پتا ہو اور وہ ان میں اور قابل انکار کاموں میں فرق کر سکتا ہو۔

۲۔ اجتہادی مسائل میں تردید کی ضرورت نہیں ہوتی بشرطیکہ یہ اجتہاد باصلاحیت افراد نے کیے ہوں۔

۳۔ ایسے اجتہادی مسائل جن میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے ان میں باہمی خیر خواہی کا

① الزمر: ۳۹/۵۳۔

② یوسف: ۱۲/۹۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلو سامنے ہو۔

اگر کوئی شخص کسی قابلِ اعتماد عالم کے فتویٰ پر عمل کرتا نظر آئے اور داعی کی رائے اس سے مختلف ہو تو اسے اس کی تردید نہیں کرنی چاہیے، بلکہ احسن انداز میں اس کی راہنمائی کرنی چاہیے۔ اس کو برا بھلا کہنے کی بجائے مسئلہ تفصیل سے بیان کرنا چاہیے۔ مثلاً اگر کسی عورت نے چہرے کا پردہ نہیں کیا ہوا اور وہ کسی ایسے عالم کی رائے سے متفق ہے جو چہرے کے پردے کے قائل نہیں ہیں تو اسے فاسق و فاجر کہنے کی بجائے صحیح نقطہ نظر بیان کرنا چاہیے اور نصیحت کرنی چاہیے، جیسا کہ بعض لوگوں کے ہاں یہ اصول ہے: ''ہم نصیحت کریں تردید نہ کریں، ہم نقطہ نظر واضح کریں سرزنش نہ کریں۔''

منہجِ دعوت میں ایک غلط رجحان کی اصلاح:

ہمارے بہت سے علماء اور داعی حضرات اپنے اپنے مسلک کی چند ایک کتب پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ صرف اور صرف ہماری رائے ہی درست ہے، باقی لوگ غلطی پر ہیں اور وہ اپنے سطحی سے مطالعہ کو تحقیق کا درجہ دے دیتے ہیں اور پھر اس پر مناظرے شروع کر دیتے ہیں، جن کا نتیجہ اختلاف اور فساد کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ حالانکہ کسی بھی اجتہادی مسئلے میں فوراً حتمی رائے قائم نہیں کر لینی چاہیے۔ اہلِ علم کا یہ شیوا نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ حق کی تلاش میں کوشاں رہتے ہیں اور اپنی رائے کے خلاف اگر دوسری جانب سے کوئی بہتر رائے یا دلیل سامنے آ جائے تو وہ اپنی رائے کو ترک کر کے دوسری بہتر تحقیق کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور ایسا ہی کرنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل پنجم

منہجِ دعوت کی اہمیت سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

داعی کی شخصیت، مقام و مرتبہ اور صفات:

داعی دعوتِ دین کی بنیاد ہے۔ اس کا مقام و مرتبہ انتہائی اہم اور نازک ہے۔ وہ کائنات کا عظیم ترین پیغام پہنچانے میں انبیاء کا نائب ہے۔ جس طرح وقت کا نبی عالی المرتبہ ہوتا ہے اسی طرح داعی کو بھی اسلام میں بلند مقام و مرتبہ حاصل ہے، کیوں کہ وہ بھی انبیاء کی طرح پیغام رسانی اور دعوت و تبلیغ جیسا عظیم کام کرتا ہے۔

داعی کی اہمیت کا راز یہ ہے کہ وہ مدعوین کے لیے نمونہ ہے۔ اکثر لوگ بات کی بجائے عمل سے متاثر ہوتے ہیں اور ان میں سے زیادہ تر سننے کی بجائے دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالت کی ذمہ داری ایسے شخص کو دیتے ہیں جو صداقت اور اخلاق میں سب سے افضل ہو اور تمام انسانوں میں عقل و فہم میں برتر ہو۔

نبی اکرم ﷺ کو جب تبلیغ رسالت کا حکم ہوا تو آپ نے روسائے قریش اور قبائلِ عرب کے سرداروں کو کوہِ صفا پر بلایا اور اپنی چالیس سالہ سابقہ زندگی اور کردار کے بارے میں سوال کیا کہ اے اہل عرب! تم نے مجھے کیسا پایا ہے؟ تو تمام نے یک زبان ہو کر تصدیق کی:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

« ما جربنا عليك إلا صدقا » ①

”ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔“

یہی وہ آفاقی اور عالمگیر سچائی تھی جس کو عرب تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ﴾ ②

”اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی اپنے رسول چنتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔“

جو فرشتے منتخب ہوتے ہیں وہ بھی سب سے اعلیٰ اور جو انسانوں میں رسول منتخب ہوتے ہیں وہ بھی تمام انسانوں میں اعلیٰ۔ جبریل امین رسول ہیں تمام فرشتوں میں سے اعلیٰ اور محمد ﷺ رسول ہیں تمام انسانوں میں سے اعلیٰ۔

مشہور مفسر ابن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے ایسے افراد کو پیغمبر منتخب فرماتے ہیں جو اپنی نوع میں پاکیزہ ترین ہوں۔ صفات و کمال میں لا جواب اور لائق انتخاب ہوں، لہٰذا تمام رسول پوری مخلوق میں سے افضل ترین ہوتے ہیں۔ ③

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ ④

① البخاری، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح للبخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ وأنذر عشيرتك الاقربين ﴾ : ٤٧٧٠۔

② الحج : ٢٢/٧٥۔

③ السعدی، عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی، تيسير الكريم الرحمٰن فی تفسير كلام المنان، المحقق عبد الرحمٰن بن معلا اللويحق، ن، مؤسسة الرسالة، ط ٢٠٠٠م ج ١، ص ٥٤٦۔

④ الأحزاب : ٣٣/٢١۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

"تمھارے لیے اللہ کے رسول بہترین نمونہ ہیں۔"

نیز ارشادِ گرامی ہے

﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ ①

"تم بھی انھی کے طریقے کی پیروی کرو۔"

اس لیے انبیاء علیہم السلام کے تمام کام وحی کا حصہ اور اس کا تکمیلی جز ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو داعی بنا کر اس لیے ان کی پیروی کا حکم دیا گیا کہ داعی کی شخصیت، اس کی خوبیاں اور اس کے اسلوب کا مدعوین پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ لوگ داعی کی شخصیت، اسلوب، اخلاق اور لین دین سے اس کے علم وتبلیغ کی نسبت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ یہی تاثر لوگوں کو داعی کی بات ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ داعی جس قدر اچھی خوبیوں اور صفات سے متصف ہوگا اسی قدر اس کی دعوت زیادہ مؤثر اور پر تاثیر ہوگی اور لوگوں میں اس کی قبولیت زیادہ ہوگی۔

داعی کے لیے ضروری ہے کہ اس کی کچھ خاص صفات اور خوبیاں ہوں، وہ مخصوص عادات کا پابند ہو اور قابل قدر امتیازات کا حامل ہو، تاکہ وہ مدعوین کو متاثر کرے اور اس کی دعوت بارآور ثابت ہو۔ وگرنہ اس کے بغیر دعوت کامیاب نہیں ہوگی۔

اسی ضرورت کے پیشِ نظر ہم نے اس عنوان کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے، تاکہ ہم اس بات کا جائزہ لے سکیں کہ "منہج دعوت میں شخصی کردار کی اہمیت وتاثیر" کیا اثرات رکھتی ہے۔ آج اگر اسلامی دعوت مطلوبہ نتائج فراہم نہیں کر رہی تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟ ان وجوہات کی تفصیل درج ذیل ہے:

اخلاص وتقویٰ:

دین کی دعوت کوئی عام دعوت نہیں ہے کہ انسان اس پر یقین رکھے، اس کے ساتھ

① الأنعام: ٦/ ٩٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مخلص ہوئے اور صدقِ دل سے اس پر عمل پیرا ہوئے بغیر اس پر گفتگو کرتا چلا جائے۔

اہل دعوت کے لیے تقویٰ، اخلاص نیت اور صداقت پہلی اور لازمی شرائط ہیں، تاکہ داعی ان صفات کی بدولت اپنے مشن میں کامیاب بھی ہو اور اس کو اجر وثواب بھی مل سکے۔ کیونکہ نیت کا خالص ہونا عمل میں اس کی قبولیت کے لیے لازمی ہے اور دعوت ان عملوں میں سرفہرست ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ﴾ ①

''خبردار! اللہ کو صرف خالص دین چاہیے۔''

نیز فرمایا:

﴿ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴾ ②

''کہہ دو کہ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں مخلص ہو کر اللہ کی عبادت کروں۔''

داعی کے لیے تقویٰ اتنا ہی ضروری ہے جتنا کے فصل کے لیے پانی اور جسم کے لیے روح۔ تقویٰ یہ ہے کہ انسان ظاہر و باطن سے اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل پیرا ہو، بالخصوص اپنی دعوت کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔ اگر کوئی شخص اپنی دعوت کے مطابق عمل نہیں کرتا تو وہ اللہ کی توفیق سے محروم اور عمل کی قبولیت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴾ ③

''اللہ تعالیٰ تو صرف اپنے متقی بندوں کے عمل قبول کرتا ہے۔''

اسی کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھی تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، فرمایا:

① الزمر: ۳۹/۳۔ ② الزمر: ۳۹/۱۱۔
③ المائدۃ: ۵/۲۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾ ①

''اے نبی! اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی بات ہرگز نہ مانو، بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

گو یہ خطاب ساری امت کو ہے لیکن بطورِ خاص نام لے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے۔

تقویٰ کے ذریعے ہی گفتار و کردار کی اصلاح کی توفیق ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ ②

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور بات درست کیا کرو، اس سے اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر لے گا۔''

تقویٰ کے ذریعے اللہ تعالیٰ داعی کو حق و باطل میں امتیاز کا ملکہ عطا فرماتے ہیں، اس کے ذریعے دعوتی مشکلات آسان ہوتی ہیں اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ ③

① الأحزاب: ۳۳/۱۔ ② الأحزاب: ۳۳/ ۷۰، ۷۱۔
③ الأنفال: ۸/ ۲۹۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کر لو تو اللہ تعالیٰ تمھارے لیے آسانیاں پیدا کر دے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔''

داعی کی دیگر صفات کے ساتھ ساتھ تقویٰ کا مدعوین پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ لوگوں کی فطرت ہے کہ وہ سچے آدمی کی بات مانتے ہیں اور جھوٹے سے نفرت کرتے ہیں۔ جبکہ ان کے ہاں سچ اور جھوٹ کا معیار داعی کے عمل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ داعی کی دعوت پر عمل کرنے سے لوگوں کو دعوت کے صحیح ہونے اور داعی کے سچا ہونے کا سبق ملتا ہے اور وہ لوگوں کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ جبکہ داعی کے بے عمل ہونے سے لوگوں کے دلوں میں دعوت کے غلط ہونے اور داعی کے جھوٹا ہونے کا خیال نظر آتا ہے اور یہ چیز ان کے دلوں میں نفرت اور حقارت پیدا کرتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس چیز کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ تمام انبیاء کا کردار قبل از نبوت مثالی ہوتا تھا۔ ہمارے نبی ﷺ کو کردار کی بنیاد پر ہی لوگ صادق و امین کے لقب سے پکارتے تھے اور اپنی امانتیں بھی آپ ﷺ کے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے اس ذمہ داری کا ثبوت پیش کرتے ہوئے ہجرت کی مشکل رات کو بھی اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلایا اور کہا کہ صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر کے ہمارے پیچھے آ جانا۔

داعی کے شخصی کردار کی تاثیر دعوت میں ایسے ہی اثرات رکھتی ہے جیسے جسم میں روح۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ ①

''اے ایمان والو! تم وہ بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے لیے یہ

① الصف: ۶۱/۲، ۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بات زیادہ ناراضگی والی ہے کہ تم ایسی بات کہو اور خود نہ کرو۔“

نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اس کی آنتیں باہر آ جائیں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح چکر کاٹے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ جہنمی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ اے بھائی! تمھیں کیا ہو گیا؟ تم نیک کام کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ وہ آگے سے جواب دے گا کہ میں تمھیں تو نیک کام کرنے کو کہتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا، تمھیں برائی سے روکتا تھا لیکن خود ملوث رہتا تھا۔ [1]

داعی کو عامل اور پرہیز گار ہونا چاہیے، تاکہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کریں۔ اگر داعی پرہیز گار نہ ہو اور لوگ اس کی دعوت پر عمل بھی کر لیں تو اسے کیا فائدہ؟ جبکہ وہ خود قیامت کے دن اللہ کے دربار میں خالی ہاتھ آئے گا اور اللہ اس کے عمل کو برباد کر چکا ہو گا، کیونکہ اس میں اخلاص و تقویٰ نہیں تھا۔ اس کے برعکس تقویٰ اختیار کرنے سے نیکی کی توفیق بھی ملتی ہے اور اجر و ثواب بھی ہوتا ہے۔

تقویٰ عمل دعوت میں داعی کا ہتھیار ہے جس سے وہ دعوت کے راستے کی تکالیف کو دور کرتا ہے اور اپنی دعوت کے اہداف کو حاصل کرتا ہے۔

مضمونِ دعوت کو اچھی طرح سمجھنا:

داعی کے لیے یہ بات از حد ضروری ہے کہ وہ جس چیز کی دعوت دے رہا ہے اس کو پہلے خود اچھی طرح سمجھتا ہو۔ داعی کے لیے اس بات کو بطورِ اصول بیان کیا گیا ہے اور اس کی تعمیل کا حکم خود نبی اکرم ﷺ کو بھی دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ

[1] البخاري، أبو عبد الله محمد بن اسماعيل، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، رقم الحديث: ٣٢٦٧۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

﴿مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ①

''کہہ دو کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ اور میرے ماننے والے بھی اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

بصیرت ایک مخصوص ملکہ اور وصف ہے جو عام معلومات سے ہٹ کر ہے، اس میں دلیل، گہرا ادراک اور فہم و فراست کے اضافی معنی شامل ہیں۔ ②

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علم، نرمی اور صبر یہ تین چیزیں داعی کے لیے از حد ضروری ہیں۔ دعوت سے پہلے علم، دعوت دیتے وقت نرمی اور اس کے بعد صبر۔ ③

علم کے بغیر دعوت دینے سے داعی میں انحراف آ جاتا ہے اور بصیرت کے بغیر لغزش کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہزاروں ایسے لوگ آپ کو ملیں گے جنھوں نے بغیر علم کے دعوت کا کام کیا اور آج وہ مختلف جرائم میں مبتلا ہیں۔ نماز روزے کی بھی ان کو فرصت نہیں ہے۔ ہماری آج کی مذہبی جماعتوں کے کارکنان میں اسی وجہ سے بگاڑ ہے۔

بصیرت کے بغیر دعوت دینا گناہ ہے، کیونکہ اس میں اللہ کے حکم کی مخالفت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ﴾ ④

''ایسے لوگ جو بغیر علم کے اللہ کی ذات کے بارے میں بحث کرتے ہیں وہ تو شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔''

---

① يوسف: ١٢/ ١٠٨۔

② ابن منظور، محمد بن مكرم بن منظور الافريكي، لسان العرب، حرف راء ماده، بصر، ن، دار الصادر، بيروت۔

③ ابن تيمية، احمد بن عبد الحليم ابن تيمية، مجموع الفتاوىٰ، ج ١١، ص ٣٩٧۔

④ الحج: ٢٢/ ٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کچھ لوگ سطحی اور کم علمی کی وجہ سے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کر دیتے ہیں اور کتنا بڑا نقصان کر دیتے ہیں، آج کل گمراہ اور بدعتی فرقے یہی کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [1]

”بہت سے ایسے لوگ ہیں جو بغیر علم کے انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے۔“

اہل علم علماء کے فرائض میں یہ بات شامل ہونی چاہیے کہ وہ اپنے دروس میں عالم اور خودنما عالم میں فرق بیان کریں، تاکہ لوگ گمراہ فرقوں اور گمراہ لوگوں سے بچ سکیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کچھ لوگ علم کے ابجد حفظ کرتے ہیں، ان میں قرآن مجید بھی شامل ہے لیکن انھیں فہم وادراک نہیں ہوتا۔“ [2]

آخر کار داعی جو خود گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہی پھیلاتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہیں حالانکہ وہ خودنما عالم ہوتے ہیں، آج کل گمراہ فرقوں کی یہی صورتحال ہے۔

داعی کے لیے تمام علوم سے بہرہ ور ہونا ضروری نہیں ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اس کو اپنی دعوت کے بارے میں بصیرت ہو۔ بہت سے ایسے مبلغ جو اپنی دعوت کے بارے میں بصیرت رکھتے ہیں اپنے سے بڑے عالم سے بہتر ہوتے ہیں جو بصیرت سے محروم ہو۔ داعی کے علم سے مراد شریعت کا علم اور سماجی صورتحال سے واقفیت ہے۔ اس کو توحید کی اقسام، ارکان ایمان، ارکان اسلام کی مبادیات، سنت اور بدعت میں فرق، عبادات، ان کی اقسام، فرض، نفل، سنت کا علم، معروف اور منکر، حلال وحرام اور مکروہ اور جائز اور ناجائز کا علم ہونا ضروری ہے۔ داعی کا عالم مطلق ہونا شرط نہیں۔ عمومی حالات میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام ہر مسلمان پر حسب استطاعت ضروری ہے۔

1 الأنعام: ٦/١١٩۔

2 ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم ابن تيمية، مجموع الفتاوى، ج ٢٨، ص ١٣٧۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

صبر و بردباری:

جس طرح داعی کے لیے علم ضروری شرط ہے اسی طرح داعی میں صبر و تحمل بھی ضروری ہے۔ اگر بصیرت داعی کے لیے ضروری ہے جو اس کی دعوت کا نور ہے تو حلم و بردباری اس کی زادِ راہ ہے۔ جس طرح زادِ راہ کے بغیر سفر ممکن نہیں اسی طرح بردباری کے بغیر دعوت کا کام ممکن نہیں۔ اسی لیے اللہ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو حکم ہوا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ .... وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴾ ①

"اے چادر لپیٹنے والے! اُٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر ...... اور اپنے رب کے لیے صبر کر۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:

« وما أعطى أحد عطاء خيرا و أوسع من الصبر » ②

"کسی شخص کو صبر سے بہتر کوئی انعام نہیں ملا۔"

میدانِ دعوت میں صبر سے مراد یہ ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں دعوت پر ثابت قدم رہا جائے اور اپنے مدعوین سے کسی بھی طرح برا سلوک نہ کیا جائے۔

صبر کا یہ مطلب بھی ہے کہ لوگوں سے انتقام نہ لیا جائے، تنگ آ کر انھیں چھوڑا نہ جائے، ناکامی دیکھ کر ناامید نہ ہو۔ ہر حال میں استقامت اختیار کرے۔ دعوت کی قبولیت میں اس کا بڑا عمل دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

① المدثر: ٧٤/ ١ تا ٣، ٧۔

② البخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسئلة، رقم: ١٤٦٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ①

''اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو یہ بہت بڑا کام ہے۔''

صبر کے بغیر جلد بازی سے دعوت کو نقصان پہنچتا ہے اور دعوت پسپا ہو جاتی ہے۔ اگر داعی ذاتی انتقام پر اتر آئے تو یہ دعوت کے لیے خطرناک ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:

﴿وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ②

''نیکی کا حکم کر اور برائی سے منع کر اور جو بھی تکلیف آئے اس پر صبر کر، بے شک یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھی یہی حکم دیا، فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ﴾ ③

''اپنے رب کے حکم تک صبر کرو اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جاؤ۔''

کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام انوارِ تجلیات سے نکل کر مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تھے۔

جو شخص بھی دعوت دین میں صبر و تحمل کی بجائے سختی، ہٹ دھرمی، مقابلہ بازی کی کوشش کرتا ہے ناکامی کی صورت میں بھیانک نتائج کا سامنا کرتا ہے۔ دعوت میں تمام انبیاء کی یہی سنت رہی ہے، کسی نبی نے اپنی قوم سے انتقام نہیں لیا اور نہ ہی مادی طاقت کا استعمال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ ④

''تم بھی اسی طرح صبر کرو جس طرح صاحب عزم رسولوں نے صبر کیا۔''

① آل عمران: ۳/۱۸۶۔ ② لقمان: ۳۱/۱۷۔
③ القلم: ۶۸/۴۸۔ ④ الأحقاف: ۴۶/۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کی ایذا رسانی پر صبر کیا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ، ابراہیم، عیسیٰ، زکریا اور یحییٰ علیہم السلام نے صبر کیا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے جس صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا تاریخ میں اس کی مثال ملنا محال ہے۔ صبر کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند سال بعد سارا مکہ مسلمان ہو گیا۔ دوس قبیلے کے کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے، انھوں نے واپس جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی جسے انھوں نے مسترد کر دیا۔ یہ لوگ پھر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے، کہنے لگے یا رسول اللہ! ہماری قوم نے دعوت کو مسترد کر دیا ہے، آپ ان کے لیے بد دعا کریں۔ یہ سن کر صحابہ نے کہا کہ اگر آپ ﷺ نے بد دعا کر دی تو اس قوم کا کچھ نہیں رہے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! دوس قبیلے کو ہدایت عطا فرما اور انھیں میرے پاس پہنچا دے۔''①

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوس قبیلہ بہت جلد اسلام میں آ گیا۔②

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں موجود تھے، ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے لیے مدد کی دعا کریں۔ آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں کی یہ حالت تھی کہ ایک شخص کو گڑھے میں کھڑا کر دیا جاتا اور اس کے جسم پر آرا چلا کر اسے دو ٹکڑے کر دیا جاتا لیکن وہ پھر بھی دین کو نہ چھوڑتا، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا جب ایک مسافر صنعاء سے حضر موت تک سواری پر سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا، تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔

داعی مستقل مزاج ہونا چاہیے کہ وہ ہر حالت میں ثابت قدم رہے، اپنے مشن کی

① البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الدعاء للمشرکین بالهدی لتالیفهم، رقم: ۲۹۳۷۔

② البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، رقم الحدیث: ۳۶۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرف گامزن رہے اور کسی لمحہ بھی سستی اور کاہلی کا شکار نہ ہو۔ ایک داعی اور قاضی میں فرق ہے۔ داعی کا کام یہ ہے کہ وہ اذیت پر صبر کرے اور قاضی کا کام یہ ہے کہ وہ فیصلہ سنائے۔ یہ دونوں مختلف کام ہیں، نہ داعی کو قاضی بننا چاہیے اور نہ قاضی کو داعی ہونا چاہیے۔

دوسری اہم بات جو داعی کے لیے ضروری ہے وہ تربیت کا انتظام ہے جس کی عصر حاضر میں اشد ضرورت ہے۔ ہمارے دینی مدارس میں بھی دعوت کی تربیت کا کوئی خاص انتظام موجود نہیں ہے۔ ہر مکتب فکر کے مدارس میں ہفتہ وار پروگرام میں نظم، نعت، تقریر اور تلاوت کی حد تک چند چیزوں کی مشق کروائی جاتی ہے، اس کے علاوہ منہج و اسلوب کے بارے میں کوئی بھی کتاب شامل نصاب نہیں ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی مدارس دعوتی لوگ پیدا کرنے میں ناکام ہیں۔ اپنے اپنے مسلک کی تبلیغ اور دوسروں پر تنقید کی تربیت تو ہوتی ہے لیکن دینی تبلیغ کا کوئی خاطر خواہ کام نظر نہیں آتا۔ بین المسالک اختلافات اتنے سخت بنا دیے گئے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ سلام تک لینا حرام سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں بڑے بڑے مشائخ کا رویہ بڑا تلخ اور سخت ہوتا ہے اور وہ ہر وقت انتقامی سوچ میں کھوئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ صبر و بردباری داعی کے لیے بے پناہ فوائد مہیا کرتی ہے اور مدد کے دروازے کھولتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ ①

”بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« و أن النصر مع الصبر » ②

”کہ بے شک مدد صبر کے ساتھ ہے۔“

① الأنفال: ٨/٤٦۔

② ابن حنبل، الامام احمد بن حنبل الشيباني، المسند: ج ١، ص ٣٠٧۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جو صبر کریں گے کامیاب ہوں گے، جو غصہ کریں گے ناکام ہوں گے، شرمندہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ①

''اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ ②

''بے شک صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

نبی اکرم ﷺ کا فرمان اقدس ہے:

« والصبر ضياء » ③

''صبر روشنی ہے۔''

صبر وتحمل کا فائدہ یہ ہے کہ لوگ داعی سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور لوگ جس سے محبت کرنے لگ جائیں اس کی دعوت پھیلتی ہے۔

عفو و درگزر:

صبر عفو و درگزر کا لازمی حصہ ہے اور حلم و بردباری چشم پوشی کا بنیادی تقاضا ہے، لیکن ان دونوں خوبیوں کو الگ الگ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ ان دونوں کا دعوت کے مقبول ہونے یا نہ ہونے میں بڑا عمل دخل ہے۔ میدانِ دعوت میں اذیت رسانی شروع ہی سے چلی آ رہی ہے۔ اذیت دینے والے سے دور رہنا یا اس سے انتقام لینا انسانی فطرت کا تقاضا ہے، اسی طرح انتقام پسند داعی کی دعوت کو مسترد کرنا اور اس سے نفرت کرنا بھی انسانی مزاج

① آل عمران : ۳/۱۴۶۔
② الزمر : ۳۹/۱۰۔
③ المسلم، رقم الحدیث : ۲۲۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جب یہ صورتحال ہوتی ہے تو داعی کو نقصان ہوتا ہے، مدعوین دور ہو جاتے ہیں اور دعوت کو نقصان ہوتا ہے، دعوت رُک جاتی ہے اور لوگوں کو راہ ہدایت نہیں ملتی ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے داعی کو مدعوین سے چشم پوشی اور عفو و درگزر کرنے کو کہا ہے، تاکہ لوگوں کے دل و دماغ ہر قسم کی قدورت سے پاک ہوں اور دعوت کی طرف پوری طرح متوجہ ہوں، اسے قبول کریں، اس کا مقابلہ یا اس سے نفرت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ①

''اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ عزیمت کے اوصاف میں سے ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو عموماً اور اہل دعوت کو خصوصاً مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ ②

''درگزر کرو اور نظر انداز کر دو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمائے۔''

اس لیے داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ عفو و درگزر اور چشم پوشی سے مزین ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام کی اکثریت جاہل ہوتی ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ داعی اپنی دعوت کے ذریعے ہماری آزادی سلب کرنا چاہتا ہے اور وہ دین کو اپنے لیے دنیا کی زندگی میں رکاوٹ سمجھتے ہیں، اس لیے وہ داعی کو اذیت دینے پر اتر آتے ہیں اور دعوت کے راستے کو روکنا لازمی اور ضروری خیال کرتے ہیں۔ آج کل میڈیا کا یہی طرزِ عمل ہے کہ وہ علماء کو مختلف بہانوں سے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر حکمرانوں کا طرزِ عمل دیکھیں تو وہ بھی عوامی حقوق کی حفاظت کے نام پر یہی کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ایسے حالات میں

① الشوریٰ: ۴۲/۴۳۔
② البقرۃ: ۲/۱۰۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر داعی ان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ اپنے وسائل کے ساتھ داعی کو پسپائی پر مجبور کر دیتے ہیں، جس سے دعوت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لیے داعی کے دل میں اذیت دینے والے کے خلاف کوئی کینہ یا انتقام کا نظریہ نہ ہو۔ داعی معاف کرنے والا اور چشم پوشی کرنے والا ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [1]

''اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جو غصے کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« وما زاد الله عبدا بعفو إلا عزا » [2]

''اللہ تعالیٰ معاف کرنے سے آدمی کی عزت میں اضافہ کرتا ہے۔''

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایمان کا اعلیٰ درجہ کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: صبر کرنا اور معاف کرنا، چشم پوشی سے کام لینا۔ یہ دونوں خوبیاں مسلمان کی عظیم خوبیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام اور ہمارے نبی ﷺ کو کتنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن انھوں نے کبھی بھی بے صبری کا دامن نہیں چھوڑا، ہمیشہ چشم پوشی کی، یہی ان کا شعار رہا ہے۔ میدانِ طائف میں جب آپ دعوت دینے کے لیے گئے تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو مار مار کر لہولہان کر دیا تھا، آپ کی عزتِ نفس کو بری طرح پامال کیا لیکن آپ ﷺ نے ایک بھی لفظ ان کے بارے میں برا نہیں کہا بلکہ ان کے لیے ہدایت کی دعا کی۔ [3]

1. آل عمران: ۳/۱۳۴۔
2. المسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع، رقم الحدیث: ۲۵۸۸۔
3. ابن هشام، ج ۲، ص ۶۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فتح مکہ کے موقع پر آپ نے عام معافی کا اعلان کر کے لوگوں کو حیران کر دیا، حالانکہ مکہ والوں کی کتنی زیادتیاں تھیں۔

آپ ﷺ نے اس بدو کو بھی معاف کر دیا جس نے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر زور سے گھونٹ دیا اور آپ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گئے۔ ①

آپ ﷺ درخت کے نیچے آرام کے لیے لیٹے تو ایک بدو آپ پر حملہ آور ہوا، آپ نے اس کو بھی معاف کر دیا۔ جب وہ واپس اپنے ساتھیوں میں گیا تو جا کر کہنے لگا میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو سب کے لیے نیک ہے۔

عفو و درگزر سے داعی کو اطمینانِ قلب ملتا ہے۔عفو و درگزر کرنے سے لوگ داعی سے محبت کرتے ہیں اور اس کا دفاع بھی کرتے ہیں، جبکہ انتقام سے دور بھاگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی ایسی ہی تاثیر پیدا کرے کہ جو انسانوں کی رشد و ہدایت کا ذریعہ بنے اور ہمارے لیے نجات کا سبب ہو۔

عاجزی اختیار کرنا اور لوگوں سے مل جل کر رہنا:

ایک داعی لوگوں کے ہاں جتنا پسندیدہ ہوگا اسی قدر اس کی دعوت مقبول ہوگی، اس کے گرد لوگوں کا اجتماع زیادہ ہوگا۔ انکساری اور عاجزی کے سوا کوئی بھی چیز داعی کو لوگوں کا گرویدہ نہیں بناتی، اسی لیے اللہ نے اس کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور تکبر کو حرام قرار دیا ہے۔

انکساری لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے سے پیدا ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے، فرمایا:

﴿وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

① البخاري، كتاب فرض الخمس، باب ما كان النبي ﷺ يعطي المؤلفة قلوبهم وغيرهم من الخمس و نحوه، رقم: ٣١٤٩۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا﴾ ①

''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ وابستہ رکھو جو صبح و شام اپنے رب کی رضا جوئی چاہتے ہیں اور اس کو پکارتے ہیں اور آپ کی نگاہیں دنیا کی زینت کی خاطر ان سے ہٹنے نہ پائیں۔''

نیز فرمایا:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ ②

''اور لوگوں سے بے رُخی نہ کرو اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر » ③

''جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔''

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« وما تواضع أحد لله إلا رفعه الله » ④

''جو شخص اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کا مقام و مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بازار میں جاتے اور کسی قسم کی خرید و فروخت نہ کرتے بلکہ صرف لوگوں کو ''سلام'' کہتے۔ لوگ انھیں دیکھ کر خوش ہوتے اور ان کے گرد جمع ہو جاتے اور اپنے مسائل دریافت کرتے، آپ انھیں جوابات دیتے۔ ①

لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہنے سے لوگوں کے مسائل کا پتا چلتا ہے، حالات سے

---

① الکهف : ۱۸/۲۸۔ ② لقمان : ۳۱/۱۸۔

③ ابن حنبل، الامام احمد بن حنبل الشیبانی، المسند : ج ۱، ص ۴۱۲۔

④ المسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع، رقم الحدیث : ۲۵۸۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آ گاہی رہتی ہے۔ لوگوں کی ضروریات کا پتا چلتا ہے اور یہ چیز دعوت کو جس قدر مضبوط کرتی ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے ملنے والی اذیت پر صبر کرتا ہے وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے نہیں ملتا اور ان کی اذیت پر صبر نہیں کرتا۔'' ①

انبیائے کرام علیہم السلام کا یہی طریقہ رہا ہے، لوگوں میں گھل مل کر رہتے، غیر شادی شدہ کی شادی کرواتے، مریض کی عیادت کرتے، فوت شدہ کا جنازہ پڑھتے، غریب کی مدد کرتے، مریض اگر غیر مسلم یا دشمن بھی ہوتا پھر بھی اس کی عیادت کرتے حتیٰ کہ آپ نے ایک یہودی بچے کی عیادت کی اور وہ فوت ہونے سے قبل مسلمان ہو گیا اور نبی اکرم ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اسے جہنم سے بچا لیا ہے۔ ②

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لونڈی آپ کا دست مبارک پکڑ کر اپنے کام کے لیے آپ کو اپنے ساتھ لے جایا کرتی تھی۔ ③

آپ اس میں کوئی احساس کمتری محسوس نہیں کرتے تھے۔ آپ اگر نبی کو بحیثیت ڈاکٹر دیکھنا چاہیں تو وہ ڈاکٹر نظر آئیں گے، اگر آپ ان کو بحیثیت مصلح دیکھنا چاہیں تو وہ مصلح نظر آئیں گے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ اس کا خاوند اس کے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کرتا۔ ④

❶ البخاري، محمد بن اسماعيل بن ابراهيم (م ٢٥٦هـ) الأدب المفرد، دارالبشار الاسلامية، بيروت، ط ، ١٩٨٩ء، باب من خرج يسلم و يسلم عليه، رقم: ١٠٠٦۔

❷ مسند أحمد ابن حنبل : ج ٣، ص ٩٨۔

❸ البخاري، كتاب الجنائز، باب إذا سلم صبى فمات هل يصلى عليه وهل يعرض على الصبى السلام۔

❹ مسند أحمد ابن حنبل: ج ٣، ص ٩٨۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ایک صحابی کے گھر ملنے گئے تو اس کے بیٹے نے ایک پنجرے میں پرندہ پال رکھا تھا، اس کے مرنے کے وجہ سے وہ غمگین تھا تو آپ ﷺ نے اس کی دل جوئی کے لیے کہا:

« يا أبا عمير ! ما فعل النغير »①

''ابوعمیر! تمھاری بلبل کو کیا ہوگیا۔''

کتنا پر لطف تھا اسلوب محمد ﷺ، اگر یہی اسلوب آج ہمارا ہو تو کیسا لگے؟ لوگوں سے حسن سلوک اور تواضع کی انتہا ہے۔ لوگ بلا خوف اور بلا تردد اپنے مسائل دریافت کر رہے ہیں، اپنے مسائل نبی اکرم ﷺ سے شیئر کر رہے ہیں اور آپ ان کی راہنمائی فرما رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾②

''اپنی رحمت کے بازو مومنین کے لیے پھیلائے رکھو۔''

ایک دفعہ آپ نے ایک نابینے صحابی کی آمد کو نامناسب خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما دی:

﴿عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ۝ أَن جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ﴾③

''اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا، اس لیے کہ اس کے پاس اندھا آیا۔''

جس کے بعد آپ نے کبھی ایسا نہ کیا۔ عجز و انکساری آپ کی ذاتِ گرامی پر ختم تھی۔

عصر حاضر میں ہمارے علماء اور نوجوانوں میں دن بدن خلیج بڑھ رہی ہے، علماء نے اپنے فاصلے بڑھا لیے ہیں، نوجوانوں نے اپنے دروازے بند کر لیے ہیں، ان کی اصلاح کی

① البخاري، كتاب اللباس، باب الثياب الخضر، رقم الحديث: ٥٨٢٥۔
② البخاري۔
③ الحجر: ١٥/ ٨٨۔
④ عبس: ٨٠/ ١، ٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غرض سے ان کے پاس بیٹھنا چھوڑ دیا ہے۔ جس کی بدولت آج کا نوجوان اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو رہا ہے۔ اگر یہی صورتحال رہی تو مرض لا علاج ہو جائے گا۔ جس سے نوجوان طبقے کی بھی بدقسمتی ہوگی اور مسلمانوں کی نوجوان نسل تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گی۔ آج پھر اُس شخصی تاثیر کی ضرورت ہے جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھی۔

منہج دعوت میں داعی کا حسن اخلاق اور فراخ دلی:

منہج دعوت میں کوئی بھی ایسی خوبی نہیں جو حسن اخلاق سے بڑھ کر ہو اور حسن معاشرت سے بہتر کوئی طریقہ نہیں جس سے لوگوں کو گرویدہ کیا جائے۔ اچھے اخلاق کو پسند کرنا انسانی فطرت ہے، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح بد اخلاقی کو ناپسند کرنا اور بد اخلاق سے دور رہنا بھی انسانی مزاج میں شامل ہے، خواہ وہ کتنا بڑا شخص ہی کیوں نہ ہو۔ ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [1]

''اگر تم تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ سے بھاگ جاتے۔''

حسنِ اخلاق انسان کا تاج اور معنوی حسن ہے۔ خوش اخلاق داعی لوگوں کو اپنی خوش مزاجی سے اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو خوش اخلاقی سے کفر اور باطل کی دعوت بھی مقبول بنا لیتے ہیں اور بعض اوقات صحیح دعوت کو صرف داعی کی بد اخلاقی کی بنیاد پر مسترد کر دیا جاتا ہے۔ حسن اخلاق کے بغیر کوئی بھی قوم اور نہ ہی کوئی معاشرہ ترقی کر سکتا ہے۔ اگر عقیدہ اور ارکانِ اسلام معاشرے کی تعمیر میں اینٹوں کی حیثیت رکھتے ہیں تو اخلاق اس کا سیمنٹ ہے۔

[1] آل عمران: ۳/۱۵۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

« إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ »

''مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

سیرت النبی ﷺ اور حسنِ اخلاق:

حسنِ اخلاق کا انسانی زندگی پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے، انسانی زندگی کا کوئی موڑ ایسا نہیں جہاں حسن اخلاق کی ضرورت نہ ہو، لیکن بالخصوص دعوت میں اس کی ضرورت و اہمیت کا انکار ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں حسن اخلاق کی بدولت ہی آج تک روشنی بکھیر رہی ہیں، تاریخ ان کے حسن اخلاق کے سنہرے واقعات سے بھری پڑی ہے جنھیں پڑھ کر دلوں کو سرور ملتا ہے، یہ قیامت تک کے لیے ہر داعی کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾ ①

''بے شک آپ ایک اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔''

اس کی آیت کی تفسیر دو طرح سے ہو سکتی ہے، ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی عظیم اخلاق سے موصوف ہے۔

دوسری تفسیر یہ کہ آں حضرت ﷺ جس شریعت، منہج، معاملات و رویے پر گامزن تھے وہ خلق عظیم تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو ایک عظمت والا دین ملا۔ مجاہد، ربیع، ابو مالک، ضحاک اور ابن زید ان تمام حضرات نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ ②

① القلم: ٦٨/٤۔

② ابن کثیر، اسماعیل بن عمرو بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار المعرفہ، بیروت، ط ثانی، ج ٤، ص ٤٢٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیز ارشاد فرمایا:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ①

''معاف کر دیا کرو اور نیکی کا حکم دیتے رہو اور جاہلوں سے بچتے رہو۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بہترین اخلاق کے مالک تھے، آپ کا اخلاق قرآن مجید کا آئینہ دار تھا۔ ②

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« مَا مِنْ شَیْءٍ أَثْقَلُ فِي مِيْزَانِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَ إِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيْءَ » ③

''قیامت کے دن آدمی کے ترازو میں حسن اخلاق سے بڑھ کر وزنی اور کوئی عمل نہیں ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ فحش گو اور بدزبان آدمی کو ناپسند کرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا » ④

''مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ آدمی ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔''

داعی کو عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے، تاکہ یہ عوام الناس میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے، ورنہ بے دین لوگ داعی پر مختلف قسم کے الزام عائد کر کے دعوت کو روکنے کی

❶ الأعراف: ۷/۱۹۹۔

❷ ابن حنبل، المسند، ج٦، ص ۹۱۔

❸ الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی حسن الخلق، رقم الحدیث: ۲۰۰۲۔

❹ الترمذی، أبواب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها ...... رقم الحدیث: ۱۱٦۲۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کوشش کرتے ہیں، حسد کی وجہ سے پروپیگنڈا کرتے ہیں اور ان کے اس مرض کا علاج حسن اخلاق ہے اور جہلاء سے اجتناب ہے۔ نیز فرمایا:

﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَٰهِلُونَ قَالُوا سَلَٰمًا﴾ ①

''جب جہلاء سے واسطہ پڑ جائے تو سلام کر کے جان چھڑا لیا کرو (ان سے زیادہ بحث و مباحثہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے)۔''

داعی ایسے حکیمانہ انداز اور پُرحکمت اسلوب سے مزین ہو کہ حق بات کو بڑے احسن انداز میں پیش کر سکے اور اپنی پُرتاثیر شخصیت کے ذریعے مدعو پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا طریق کار تھا۔

① الفرقان: ۲۵/۶۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب
02

دعوتِ دین میں شخصی کردار (القدوۃ الشخصیۃ) کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں

فصل اول: انبیاء علیہم السلام کی سیرت وکردار کے نمونے

فصل دوم: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت وکردار کے نمونے (القدوۃ الحسنۃ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

انبیاء علیہم السلام کی سیرت وکردار کے نمونے

کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام انسانی رشد وہدایت کی خاطر کائنات میں تشریف لائے، جن میں سے تقریباً پچیس کا تذکرہ اور نام قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان انبیاء علیہم السلام کا اسلوب دعوت، منہج دعوت اور سیرت وکردار کے نمونے قرآن مجید اور احادیث میں مختلف مقامات پر بیان ہوئے ہیں۔ان میں زیادہ تر مشہور مندرجہ ذیل ہیں: سیدنا نوح علیہ السلام کی سیرت وکردار کا نمونہ، سیدنا ہود علیہ السلام کی سیرت وکردار کا نمونہ، سیدنا صالح علیہ السلام کی شخصیت وکردار کا نمونہ، سیدنا شعیب علیہ السلام کی سیرت وکردار کا نمونہ، لوط علیہ السلام کی سیرت وکردار کا نمونہ، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت وکردار کا نمونہ، سیدنا اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی دعوت وکردار کے نمونے، سیدنا یوسف علیہ السلام کی سیرت وکردار کا نمونہ، سیدنا موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی دعوت وسیرت کے نمونے اور سب سے زیادہ تفصیلی تذکرہ ہے اشرف الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی سیرت وکردار کا، جو دعوت الٰہی کا آخری مطلوب ومقصود ہیں۔ ان کے علاوہ بھی قرآن مجید میں کچھ لوگوں کی طرف اشارات دیے گئے جنھوں نے دعوت وتبلیغ کے کام میں اپنی اپنی اقوام میں فرائض سرانجام دیے اور فریضۂ دعوت ادا کیا۔جن میں سورۂ یٰس میں بیان کردہ انبیاء جو انطاقیہ نامی بستی کی طرف آئے، پھر اس مومن کی دعوت کا اسلوب جس نے ان نبیوں کی حمایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی اور مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوا اور قوم موسیٰ کا مومن اور اس کی سیرت و کردار کا نمونہ، اصحاب کہف اور اصحاب رقیم کی سیرت و کردار کے نمونے اور دیگر صالحین اور مصلحین کی شخصیات و کردار کے نمونے قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ مقالہ ہذا میں ان سب کا تذکرہ کرنا اور ان کا اسلوب و سیرت بیان کرنا تو انتہائی مشکل کام ہے، کیونکہ یہ عنوان بذات خود کئی مقالہ جات کا عنوان بن سکتا ہے۔ ہم یہاں اپنے عنوان کی مناسبت سے چند ایک نمونوں کا ذکر کریں گے جو ہماری تحقیق کے ساتھ مختص ہیں اور منہج دعوت میں شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر کو واضح کرتے ہیں۔

منہجِ دعوت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت و کردار کے دو نمونے:

یہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کے دو نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔ ان دونوں نمونوں کا باہمی موازنہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حکمت جو دعوت کا انتہائی اہم عنصر ہے کس درجہ حسن کمال کے ساتھ ان کی دعوت میں جلوہ گر ہے اور پیغمبرانہ اندازِ تبلیغ کی مکمل نمائندگی ان کے طرزِ خطاب میں موجود ہے۔

ایک نمونہ تو وہ ہے جب انھوں نے اپنے والد گرامی کو دعوت دین دی اور دوسرا نمونہ وہ ہے جس میں انھوں نے اپنی قوم کو مخاطب کیا۔ ان دونوں دعوتوں کے اندازِ بیان میں حکیمانہ تنوع پایا جاتا ہے، صرف اندازِ گفتگو ہی نرالہ نہیں ہے بلکہ موقع کا لحاظ اور مخاطب کی نفسیات کا گہرا علم بھی جھلکتا ہے اور وہ کس طرح اپنی بات کو مدعو کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اتارنا چاہتے ہیں۔ آپ اگر ان آیات کو پڑھیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس گفتگو کو نقل فرمایا گیا ہے جو انھوں نے اپنے والد کو دین کی طرف بلانے کے لیے کی اور پھر اس خطاب کو ملاحظہ فرمایئے جو انھوں نے اپنی قوم سے کیا تو آپ کو ان دونوں میں بڑا واضح فرق نظر آئے گا۔ پہلے اس نمونے کا ذکر کرتے ہیں جس میں انھوں نے اپنے والد کو دعوتِ توحید پیش کی۔ ایک بیٹا کس طرح اپنے باپ کو دعوتِ دین دیتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سورۂ مریم میں ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا ایک نادر نمونہ جس میں وہ اپنے والد کو دعوت دین دیتے ہیں، قرآن مجید نے ابراہیم علیہ السلام کی زبان دعوت کے الفاظ یوں بیان کیے ہیں:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴾ [1]

''اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کر، بے شک وہ بہت سچا تھا، نبی تھا، جب اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! تو اس چیز کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے اور نہ تیرے کسی کام آتی ہے؟ اے میرے باپ! بے شک میں، یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، اس لیے میرے پیچھے چل، میں تجھے سیدھے راستے پر لے جاؤں گا، اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان ہمیشہ سے رحمان کا سخت نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تجھ پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آ پڑے، پھر تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔ اس نے کہا کیا بے رغبتی کرنے والا ہے تو میرے معبودوں سے اے ابراہیم!؟ یقیناً اگر تو باز نہ آیا تو میں ضرور ہی تجھے سنگسار کر دوں گا اور مجھے چھوڑ جا، اس حال میں کہ تو صحیح سالم ہے۔''

مذکورہ بالا آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کے مندرجہ ذیل اسلوب و منہج کھل کر سامنے آتے ہیں:

[1] مریم: ۱۹/ ۴۱ تا ۴۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پدرانہ شفقت کے جذبات کو پوری قوت اور خلوص کے ساتھ اُجاگر کیا گیا ہے:

" یَآَبَتِ " کے طرزِ خطاب پر غور کیجیے ! اے میرے ابا جان ! اے میرے باپ! اے ابا جی! جس طرح بھی ترجمہ کر لیں، اس اندازِ خطاب میں بیٹے کی سعادت مندی، محبت اور الفت پوری طرح نمایاں ہو رہی ہے۔ اس اندازِ خطاب کے لطف کو سمجھنا ذوق سلیم پر موقوف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی زبان سے آشنا کیا ہے اور وہ اس کے لہجے کی تاثیر کو سمجھتے ہیں ان کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ جب وہ ایسی آیات پڑھتے تھے جن میں عذابِ الٰہی کا ذکر ہوتا ہے تو ان کی آوازیں بھرا جاتی ہیں اور چہرے ڈر سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان آیات کو پڑھتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے تو ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ جب ایک بیٹا اپنے باپ کو " یَآَبَتِ " کہہ کر پکارتا ہے تو باپ کا جذبۂ شفقت و ہمدردی پوری طرح بیدار ہو جاتا ہے۔ اگر وہ واعظین کے انداز میں تکبرانہ لہجے میں بات کرتا کہ جناب میری بات تو سنو! اے کاہن بزرگ! میری بات پر غور تو کرو، تو ابراہیم علیہ السلام کا یہ انداز ہرگز وہ تاثیر نہ رکھتا تھا جو " یَآَبَتِ " میں ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے یہ اندازِ تخاطب جان بوجھ کر اختیار کیا تھا تاکہ ان کی بات باپ کے دل کی گہرائی تک پہنچ جائے اور باپ کی پدرانہ محبت دل کے دروازے کھول دے۔ ایک باپ اپنے فرزند سے کتنا بھی خفا کیوں نہ ہو وہ جب اس کو " یَآَبَتِ " کہہ کر پکارتا ہے تو باپ کا دل فوراً نرم ہو جاتا ہے اور اس کی بات سننے کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعوت میں جذبۂ ایمان سے پہلے شفقت پدری کی تاروں کو چھیڑا اور یہ چیک کیا کہ محبت بسا اوقات ایمان سے پہلے دل میں گھر کرتی ہے۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ باپ شفیق باپ تو ہو مگر مومن نہ ہو، اس کی محبت کا چشمہ تو جاری ہے لیکن ایمان کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چشمہ خشک ہے۔ لہٰذا اگر اس کو دعوت دینا ہے تو اس دروازے سے داخل ہونا ہوگا جو کھلا ہوا ہے، ایک داعی ومبلغ جسے حکمت کی نعمت ملی ہے کبھی اس پہلو کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اگر وہ اس بات کو نظر انداز کرے گا تو خود اپنا بھی نقصان کرے گا اور دعوت کا بھی۔ داعی اگر خشک اور ترش مزاج ہو تو کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ فرمایا:

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ ①

"اور اگر آپ سنگ دل اور جھگڑالو ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔"

نبی کریم ﷺ نے جب اپنے چچا ابو طالب کو مخاطب فرمایا تو اُن سے یوں مخاطب ہوئے: یا عم! اے چچا جان! یہ وہ موقع ہے جب ابو طالب گومگوں کی کیفیت میں تھے اور قریش کے مقاطعہ کا خوف ان پر طاری تھا اور قبائل عرب ابو طالب کے پاس شکایت لے کر آئے تھے کہ آپ اپنے بھتیجے کو سمجھا لو، یا پھر اس کے راستے سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم خود اس کا علاج کر لیں۔ ابو طالب پر سخت قسم کا بیرونی دباؤ تھا۔ لیکن ایسی صورت حال میں آں حضرت ﷺ نے اپنے چچا کو انتہائی ادب سے فرمایا:

« يا عم! والله! لو وضعوا الشمس في يميني، والقمر في يساري على أن أترك هذا الأمر حتى يظهره الله، أو أهلك فيه، ما تركته »②

"اے چچا جان! اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں تو تب بھی میں اس کام سے باز نہیں آؤں گا، جب تک اللہ اس دعوت کو کامیاب نہ کر دے یا پھر میں اس کام میں اپنی جان

① آل عمران: ۱۵۹/۳۔

② ابن ہشام، أبو محمد عبد الملك بن هشام، السيرة النبوية، ن، اسلامی کتب خانہ، اردو بازار لاہور، ج ۱، ص ۲۵۸، ۲۵۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو قربان نہ کر دوں۔''

اس نرم گفتاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابو طالب کا انسانی جذبۂ ہمدردی و شفقت اُبھر آیا، باوجود اس کے کہ وہ آبائی دین پر قائم رہے، مگر انھوں نے کہا ''یا ابن اخی!'' اے میرے بھائی کے بیٹے! لفظی ترجمہ تو یہی ہوا لیکن اس لہجے میں شفقت کا اثر ہے، جیسے کوئی کہے میرے بیٹے! میرے بچے! جیسے با ادب لہجے میں نبی اکرم ﷺ نے بلایا تھا ''یا عم'' اے چچا جان! اسی طرح پُر شفقت جواب ابو طالب نے دیا، اے میرے بیٹے! اور فرمایا:

« اذهب يا ابن اخى فقل ما احببت فوالله ما اسلمك ابدا »[1]

''اے میرے بیٹے! جاؤ تم اپنا کام کرتے رہو اور جو چاہو کہو میں تمھیں اللہ کی قسم! کسی کے حوالے نہیں کروں گا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت میں مخاطب کی نفسیات کا لحاظ اور دلائل کا حسن انتخاب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے گفتگو کے وقت منطقی گرفت سے کام نہیں لیا اور نہ ایسی فلسفیانہ باتیں کہیں جن کو صرف ذہین قسم کے لوگ (Intellegents) ہی سمجھ سکیں، بلکہ روز مرہ کی جانی بوجھی باتوں سے ابتدا کی، ایسی بات کی جو ایک بچے کی سمجھ میں بھی آ سکے، اور واقعہ بھی یہی تھا کہ اگرچہ ان کے والد عمر رسیدہ تھے مگر عقل کا بچپن ختم نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا ان سے کہا اے ابا جان! آپ کیوں ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ کسی کام آ سکتی ہیں؟ اور پھر فرمایا کہ مجھ پر وہ حقیقت آشکار ہوگئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے۔ یہ بات بھی بجائے خود باپ کو خوش کرنے والی ہے کہ اس کا بیٹا علم و فہم میں اور سوچ بوجھ میں اس سے بڑھ جائے، اور یہ کوئی اچنبھے کی یا خرق عادت بات نہیں تھی، بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ باپ اَن پڑھ ہوتا ہے اور بیٹا

[1] ایضاً۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پڑھ لکھ کر عالم فاضل ہو گیا، یا باپ نے کم پڑھا تو بیٹا زیادہ پڑھ لکھ گیا۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے ابا جان! مجھ پر وہ حقیقت آشکار ہو گئی ہے جو آپ پر نہیں ہوئی، لہٰذا میری پیروی کیجیے، میں آپ کو صحیح راستہ بتاؤں گا۔ ابا جان! شیطان کی پرستش نہ کیجیے، شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ ان آیات میں ہر آیت اپنے اندر ایک گہرائی رکھتی ہے، معانی اور حکمت کے خزانے اس کے اندر بند ہیں، ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کا نام تو لیا مگر اس کی ماہیت اور کوئی علمی باتیں نہیں کیں، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے والد جب اس درجہ سادہ لوح ہو سکتے ہیں کہ بت تراشی کر اپنا پیشہ بنا لیں تو ان سے یہ توقع بیکار تھی کہ وہ ایک گہری اور نازک قسم کی بات کو سمجھ سکیں گے۔ لہٰذا ان کو صرف اس قدر بات کہی کہ ابلیس کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ اللہ کا نافرمان ہے۔ سب سے آخر میں کہا کہ اے ابا جان! مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر اللہ کا عذاب نہ آ جائے جو بڑا مہربان ہے اور کہیں آپ شیطان کے گروہ کے فرد نہ بن جائیں۔

دعوت کا دوسرا نمونہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت فطرت انسانی اور حقائق کی بنیاد پر گفتگو:

ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا ایک اسلوب اور نمونہ تو آپ نے پچھلے صفحات پر ملاحظہ فرمایا، اب دوسرا نمونہ اور اسلوب بیان دیکھیے جو انھوں نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے اختیار کیا، دونوں کا فرق خود بخود واضح ہو جائے گا، فرمایا:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ﴾ [1]

[1] الشعراء: ۲۶/ ۶۹ تا ۷۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''ان کو ابراہیم کا واقعہ سناؤ، جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور اسی پر ہم قائم ہیں۔ اس نے کہا کیا وہ تمھاری پکار کو سنتے ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو؟ کیا وہ تمھیں کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟''

ان آیات کریمہ پر غور کیجیے ! اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبرانہ فراست اور حکیمانہ بالغ نظری کا اندازہ کیجیے ! انھوں نے اپنی قوم کے معبودانِ باطلہ کی کوئی ہجو یا مذمت نہیں کی، نہ ان کو برا بھلا کہا، اگر وہ ایسا کرتے تو ممکن تھا ان کے مخاطب بھڑ جاتے اور بات سننے سے ہی انکار کر دیتے۔ لہٰذا ابراہیم علیہ السلام نے ان کو بجائے خود مجبور کر دیا کہ وہ بولیں اور بتائیں۔ فرمایا: ''تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟'' انھوں نے کہا:

﴿ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴾ ①

''وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور اس پر ہم قائم ہیں، پھر اس نے سوال کیا: کیا وہ تمھاری پکار کو سنتے ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو؟ یا وہ تم کو کوئی فائدہ دیتے ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں؟''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں منطقی دلائل سے کام نہیں لیا اور نہ کوئی فلسفیانہ طریقہ کار اختیار کیا، صرف یہ سوال کیا کہ آیا جب تم ان کو پکارتے ہو تو وہ تمھاری پکار سنتے ہیں؟ یا پھر نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ کیونکہ انسانی زندگی انھی دو بنیادوں پر قائم ہے۔ انسان کو جب پکارا جائے تو سنے پھر نفع کی یا نقصان کی اس سے اُمید ہو، یہی وہ دو چیزیں ہیں جن سے انسانی زندگی بندھی ہوئی ہے۔ انسانوں کا ایک دوسرے سے تعلق انھی دو بنیادوں پر ہے۔ نفع کی امید یا نقصان کا اندیشہ، سچ ہے کہ زندگی کی پوری گردش اسی

① الشعراء: ۲۶/ ۷۱ تا ۷۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنیادی نقطہ سے وابستہ ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا:

﴿قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ﴾ ❶

''کہنے لگے (کہ یہ بات نہیں کہ وہ ہمیں نفع دیتے ہیں یا نقصان بلکہ) بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے آباو اجداد کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

یہی وہ بات تھی جو ابراہیم علیہ السلام ان کے منہ سے نکلوانا چاہتے تھے، کیونکہ یہ جواب اصل جہل، عاجزی اور شکست خردگی پر مبنی جواب ہے۔ وہ اس کے سوا اور کوئی جواب دے ہی نہیں سکتے تھے۔ یعنی یہ جو نام انھوں نے اپنے جعلی اور وہمی معبودوں کے رکھے ہوئے ہیں ان کا کہیں وجود تک بھی نہیں ہے۔ یہ ہاتھوں سے بنائے ہوئے بے جان پتھروں کے بت ان کا انسانی زندگی سے کیا رشتہ ہے؟ یہ انسانوں کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ کس مصیبت سے نجات دلا سکتے ہیں، کوئی علمی توجیہہ، کوئی حقیقت اور علم پر مبنی بنیاد بھی ان کی ہے؟

ابراہیم علیہ السلام کا منہج دعوت میں ذہانت، قوت گفتار اور مخاطب کی مدافعانہ صلاحیت سے فائدہ اُٹھانا:

ان آیات کو بار بار پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ ان میں ایک وسیع معانی جہاں آباد ہے۔ ایک معنی سے دوسرے معنی روشن ہوں گے، ایک بات سے دوسری بات نکلے گی اور ان دونوں اندازِ بیاں (والد کو دعوت دینے اور قوم کو مخاطب کرنے) کا فرق واضح ہوگا اور اس بات کا اندازہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے نبی ابراہیم علیہ السلام کو کس قدر نفسیات پر عبور عطا فرمایا تھا اور ذہن وقلب کے باریک سے باریک سوتوں کو جگانے اور صلاحیتوں کو بیدار کرنے میں ان کو کتنی مہارت حاصل تھی۔ اپنے مخاطبین سے وہ سب کچھ اُگلوا لیا جو ان کے دل و دماغ میں محفوظ تھا، ان کی ذہانتیں، قوت گفتار، مدافعانہ صلاحیتیں سب ظاہر ہوگئیں اور آخر میں ان کے ترکش کا آخری تیر بھی نکلوا لیا کہ:

❶ الشعراء: ٢٦/ ٧٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾

"بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جواب کہلا کر گویا کہ ان سب کی جھولی خالی کروا لی۔ اب وہ دیوالیہ ہو چکے تھے، ان کے پاس کچھ کہنے کو رہ نہیں گیا تھا۔ اب اس کے بعد اپنی دعوت شروع کی اور اللہ کی توحید اور اس کی ذات سے ان کو آشنا کرنا شروع کر دیا اور فرمایا:

﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ [1]

"کہا تو کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے، تم اور تمھارے پہلے باپ دادا، سو بلاشبہ وہ میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے، وہ جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے، اور وہی جو مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے، اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، اور وہ جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور وہ جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ وہ جزا کے دن مجھے میری خطا بخش دے گا۔"

دلی جوش اور اُمنگ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تذکرہ کرنا دعوت کی تاثیر کو بڑھا دیتا ہے:

www.kitabosunnat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کے جواب میں انھوں نے کہا کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور انھی کے سامنے جمے رہتے ہیں۔ فرمایا، کیا وہ تمھاری بات سنتے ہیں جب تم ان کو

[1] الشعراء: ۲۶/ ۷۵ تا ۸۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پکارتے ہو؟ یا وہ تمھارے کسی نفع ونقصان کے مالک ہیں؟ اس میں نفی مجمل ہے اور جب اللہ کی بات آئی اور دعوت کی بات ہوئی تو اس میں وسعت بیانی اور فراخی سے کام لیا اور اثبات مفصل کا رنگ آ گیا اور فرمایا:

﴿ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴾ ①

''سو بلاشبہ وہ میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے۔ وہ جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات کا ذکر ہے: تخلیق، ہدایت، رزق، شفا اور موت وحیات پر قدرت، جب کہ بتوں کے بارے میں دو باتیں ہیں: کیا وہ سنتے ہیں، یا کیا وہ نفع ونقصان پہنچاتے ہیں۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ کا نام آیا تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان کی روح جھوم اُٹھی ہو اور وجد سا آ گیا ہو، جوش اور اُمنگ کے ساتھ بیان کرنے لگے۔ فطرتی بات ہے کہ جب کسی انسان کو کسی چیز میں لذت محسوس ہوتی ہے تو وہ اس کو دیر تک منہ میں رکھتا ہے اور چباتا رہتا ہے اور اگر کوئی چیز کڑوی ہو تو انسان جلدی جلدی اس سے جان چھڑاتا ہے۔ چنانچہ جب انھوں نے اللہ کا ذکر چھیڑا تو جذبات میں جوش اور ایمان حرکت میں آ گئے اور بڑے بلیغ انداز میں اللہ کی تعریف وثنا بیان کرنا شروع کر دی کہ وہی مجھے کھلاتا ہے، پلاتا ہے اور وہی مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا اور میں اُسی سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے بخش دے گا۔

منہجِ دعوت میں داعی کے دل کی آواز موقع ومناسبت کی جستجو نہیں کرتی:

اتنا کہنے کے بعد بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طبیعت سیر نہیں ہوئی، جیسے ہی اللہ کا نام

① الشعراء: ۲۶/ ۷۷، ۷۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زبان پر آیا دل اُمنڈ آیا، موقع و مناسبت سے بے نیاز ہو کر دل کی آواز دعا بن کر نکلنے لگی:

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۙ وَ اجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۙ وَ اجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴾ ①

''اے میرے رب! مجھے علم و دانش عطا کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا۔ اور پیچھے آنے والوں میں میرے لیے سچی ناموری رکھ۔ اور مجھے نعمت کی جنت کے وارثوں میں سے بنا۔''

ابراہیم علیہ السلام کے عمل سے یہ بات بڑی اچھی طرح واضح ہو رہی ہے کہ داعی کا رابطہ اپنے اللہ سے بہت مضبوط ہونا چاہیے، تاکہ وہ میدان دعوت میں ثابت قدم رہ سکے اور وہ متوکل علی اللہ ہو۔

منہجِ دعوت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے شخصی کردار اور طرزِ تبلیغ کا ایک نمونہ:

پچھلے صفحات پر آپ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کے دو نمونے ملاحظہ کیے، اب یہاں سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعوت کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے کہ آپ علیہ السلام نے کس طرح اپنی شخصیت و کردار اور دعوت و تبلیغ کے ذریعے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ سب سے پہلے مندرجہ ذیل آیات کو پڑھتے ہیں، جن کو قرآن حکیم نے یوسف علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کے ضمن میں نقل کیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ

① الشعراء: ۲۶/ ۸۳ تا ۸۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٠﴾ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ﴾ ①

’’اور قید خانے میں اس کے ساتھ دو جوان داخل ہوئے، دونوں میں سے ایک نے کہا بے شک میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ کچھ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا بے شک میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر کچھ روٹی اٹھائے ہوئے ہوں، جس سے پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتا۔ بے شک ہم تجھے احسان کرنے والوں سے دیکھتے ہیں۔ اس نے کہا تمھارے پاس وہ کھانا نہیں آئے گا جو تمھیں دیا جاتا ہے، مگر میں تمھیں اس کی تعبیر اس سے پہلے بتا دوں گا کہ وہ تمھارے پاس آئے۔ یہ اس میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا۔ بے شک میں نے اس قوم کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے ساتھ بھی کفر کرنے والے ہیں۔ اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے، ہمارے لیے ممکن ہی نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کے فضل سے ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے قید خانے کے دو ساتھیو! کیا الگ الگ رب بہتر ہیں یا اللہ، جو اکیلا ہے، نہایت زبردست ہے؟ تم اس کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند ناموں کی، جو تم نے

① یوسف: ۱۲/ ۳۶ تا ۴۱۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے بارے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اے قید خانے کے دو ساتھیو! تم میں سے جو ایک ہے سو وہ اپنے مالک کو شراب پلائے گا اور جو دوسرا ہے سو اسے سولی دی جائے گی، پس پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے۔ اس کام کا فیصلہ کر دیا گیا جس کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو۔"

ایک انوکھا ماحول جس میں حضرت یوسف علیہ السلام نے دعوت دی:

ان آیات کی تشریح سے پہلے اس پس منظر کو ذہن میں رکھیں جو اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوت کے وقت موجود تھا اور جن حالات میں حضرت یوسف علیہ السلام نے دعوت پیش کی۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کون تھے؟ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے تھے۔ ①

یہ وہی مقدس ہستی ہیں جن کے بارے میں پیارے آقا ﷺ نے فرمایا:

« اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ » ②

"ایک برگزیدہ، برگزیدہ کے صاحب زادے، برگزیدہ کے پوتے اور برگزیدہ کے پڑپوتے۔"

منصب میں سب سے اعلیٰ، خاندانی شرافت میں سب سے بلند، میراثِ نبوت کئی پشتوں تک، سیرت و اخلاق پشت در پشت کمال درجے کا، آسمانی اور الہامی کتابوں میں ان کا ذکرِ خیر، ظاہری اور باطنی حسن و جمال اور جلال و کمال میں ضرب المثال، سیرت و

① البغوی، محی السنة، ابو محمد الحسین بن مسعود (م ٥١٦ھ)، معالم التنزیل، دارالطیبة للنشر والتوزیع ، ط ١٩٩٧، ج ٤، ص ٢١٥۔

② البخاری، کتاب تفسیر، باب قوله و یتم نعمته علیك و علی آل یعقوب ......

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صورت میں لاجواب، تمام انسانی اوصاف وکمال کے جامع تھے۔ ان تمام اوصافِ حمیدہ کے باوجود بھائیوں نے حسد کی بنا پر ان کو کنویں میں ڈال دیا اور اپنی طرف سے قصہ تمام کر کے ٹھنڈے ہو کر بیٹھ گئے کہ اب شریک ختم ہو گیا، نوازشات کا دور ہمارے اوپر ہی شروع ہونے والا ہے، لیکن سنت الٰہی نے اپنا کرتب دکھایا۔ ①

وہ کرتب یہ تھا، فرمایا:

﴿وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ﴾ ②

''اس کنویں کے نزدیک سے قافلہ گزرا، انھوں نے اپنا پانی بھرنے والا آدمی بھیجا، تو اس نے جب اپنا ڈول کنویں میں ڈالا۔''

تو حضرت یوسف علیہ السلام اس ڈول کے ذریعے باہر آ گئے، قافلے والوں نے مصر جا کر یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا، خریدنے والا مصر کے بادشاہ کا وزیر تھا، اللہ نے نبی زادے کو نبی کے گھر سے اُٹھا کر بادشاہ کے گھر میں بھیج دیا اور وہیں سے یوسف علیہ السلام پر دوبارہ آزمائش آ گئی اور وہ جیل میں ڈال دیے گئے۔ جیل میں ایک ناکردہ گناہ کی تہمت کی وجہ سے گئے، اب جیل کے عملے کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ کوئی آنے والا مجرم ہے یا کہ بے گناہ ہے، وہ تو صرف جیل میں جانے والوں کو اپنی تحویل میں اس طرح لیتے ہیں جیسے ڈاکیا ڈاک وصول کرتا ہے، اس کو کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ ان خطوط میں کیا ہے؟ اب جیل والوں نے بھی یوسف علیہ السلام کو اسی قانون اور اصول کی بنا پر وصول کیا اور جیل میں بند کر دیا، ان کو کیا معلوم کہ یہ کون آدمی ہے۔ جب انسان جیل میں ڈال دیے جاتے ہیں تو دنیا جہاں سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے، اب جیل میں سوائے جیلیوں کے اور کوئی آتا نہیں، لہٰذا جیلی بالکل فارغ، سارا دن دُکھ سکھ کی آپس میں باتیں اور کچھ نہیں، جیل خانہ

① ندوی، سید ابو الحسن علی، مولانا، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب، مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی نمبر(١١)، ص: ٤٤۔

② یوسف: ١٢/١٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ایک اپنی دنیا ہوتی ہے۔

شخصی کردار کی تاثیر اور حسنِ سیرت کی بنیاد پر یوسف علیہ السلام جیل میں بھی قابل احترام اور قابل اعتماد تھے:

باوجود اس کے کہ جیل میں تمام قیدی برابر ہوتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام تھوڑے ہی دنوں میں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے، قیدیوں میں ان کی شرافت وحسنِ اخلاق کا عام چرچا تھا۔ ان کے ماحول پر چھائی ہوئی تاریکی اور مایوسی جو جیل کے قیدیوں میں لازمی طور پر ہو ہی جاتی ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ سے چھٹ گئی اور جیل والوں کو ایک تازہ ہوا کا جھونکا اور روشنی مل گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے کردار کی بلندی، سیرت کی پختگی، عبادت میں یکسوئی، ملنے ملانے میں خندہ پیشانی، عجز وانکساری، ہر ایک سے اخلاق وپیار کا برتاؤ، یہ ایسی صفات حمیدہ تھیں جن کا اثر قیدیوں پر لازمی تھا۔ جن کی بدولت قیدیوں کے دل بے اختیار ان کی طرف کھنچنے لگے اور وہ ان کا احترام کرنے پر مجبور تھے، یہ سب اللہ کی عنایت کا مظہر تھا۔

اس کے بعد کیا ہوتا ہے کہ جیل کے قیدیوں میں سے دو قیدی دو مختلف قسم کے خواب دیکھتے ہیں، خواب آئے دن کے خوابوں سے ذرا مختلف اور نرالے تھے۔ ایک نے خواب دیکھا کہ وہ شراب نکال رہا ہے۔ اب اس کو نہیں پتا کہ اس کی تعبیر کیا بنتی ہے۔ دوسرا شخص خواب دیکھتا ہے کہ اس نے سر پر روٹیاں اُٹھائی ہوئی ہیں اور پرندے ان سے نوچ کر کھا رہے ہیں، اب اس بے چارے کو بھی کچھ پتا نہیں چل رہا کہ اس کی تعبیر کیا ہوگی؟

دونوں ہی قیدی اپنی اپنی جگہ پریشان تھے کہ اللہ نے ان کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے رجوع کریں، کیونکہ وہ یوسف علیہ السلام کو جیل میں دیکھتے تھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ عام قیدیوں سے الگ اور ممتاز قسم کے آدمی ہیں۔ ①

اور یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ یہ دونوں قیدی بھی سلیم الفطرت تھے جن کی عقل نے یہ کام کیا اور انھوں نے ایک اچھے اور قابل اعتماد شخص کی طرف رجوع کیا۔

دونوں گئے اور یوسف علیہ السلام کو باری باری اپنے خواب بیان کیے اور کہنے لگے:

﴿إِنَّا نَرَىٰكَ مِنَ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾ ②

''ہم آپ کو احسان کرنے والے لوگوں میں سے پاتے ہیں۔''

یہاں احسان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یوسف علیہ السلام سے وہ کوئی مالی مدد کے طلب گار تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام کو بہتر سے بہتر طور پر ادا کرنا جو کمال کا درجہ ہے۔ یہاں ان کی مراد یہ تھی کہ یوسف علیہ السلام ہمیں جو تعبیر بتائیں گے وہ بالکل درست ہوگی، کیوں کہ ان کو ان پر اعتماد تھا۔

داعی کا موقع سے فائدہ اُٹھانا، حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر سے قبل دعوت کے لیے راستہ ہموار کیا:

جب وہ دونوں نوجوان اپنے خوابوں کی تعبیر دریافت کرنے کے لیے یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے محسوس کر لیا کہ جو بات ان کو میرے پاس لے کر آئی ہے وہ ہے ان کے بھیانک خواب، کیونکہ ان بے چاروں کے ہاں یہ بڑا اہم مسئلہ تھا، چونکہ دنیا دار جاہل آدمی کی کل کائنات یہی ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک رنج و راحت، کامرانی اور ناکامی کا تصور اس دوروزہ زندگی سے وابستہ ہے۔

① ابن كثير، ابو الفداء، اسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي، (م٧٧٤هـ)، تفسير القرآن العظيم، ن، دار الطيبه للنشر والتوزيع، ط ، ١٩٩٩، ج ٤، ص ٣٨٧۔

② يوسف: ١٢/ ٣٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مگر حضرت یوسف علیہ السلام آغوش نبوت کے پروردہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بصیرت عطا فرمائی ہوئی تھی، وہ سمجھ گئے کہ یہ دونوں جس حقیقت کو فراموش کر رہے ہیں وہ ان خوابوں سے کہیں زیادہ خطرناک چیز تھی، جس کا ان کو احساس تک نہ تھا۔ لہٰذا یوسف علیہ السلام نے موقع سے فائدہ اُٹھایا اور ان کو فوراً تعبیر بتانے کی بجائے پہلے یہ لازمی جانا کہ ان کے دماغ کی نرم مٹی میں ایک اچھا تخم ڈال ہی دیا جائے۔ پہلے ان کو اللہ کے دین کی دعوت دی جائے اور ان کی فطرتِ سلیم کو بیدار کیا جائے کہ وہ قابل فہم بات عقیدۂ توحید کو سمجھ کر اللہ پر ایمان لے آئیں۔

داعی کی گفتگو کا آغاز انتہائی دل کش ہو، حضرت یوسف علیہ السلام نے بڑی شاندار ابتدا کی:

جس طرح ایک خوبصورت عمارت کے لیے ضروری ہے کہ اس کا پھاٹک بھی اتنا ہی خوبصورت ہو، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ کسی اہم مسئلے کی وضاحت کی ابتدا بھی شاندار طریقے سے ہو، تاکہ مدعو کے دل میں قبولیت کی جگہ بن سکے اور وہ آسانی کے ساتھ بات سمجھ جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی گفتگو کا آغاز اس طرح کیا کہ پہلے ان کو مطمئن کیا کہ وہ ان کی خواب کی تعبیر بتا سکتے ہیں، وہ بالکل اس کے اہل ہیں، آپ فکر نہ کریں، آپ تسلی سے تشریف رکھیں۔

یہ ایک فطرتی بات ہے کہ حاجت مند چاہتا ہے کہ اس کی ضرورت فوراً پوری ہو، جیسے اگر کوئی مریض دوائی لینے کے لیے ڈاکٹر کے پاس جائے تو ڈاکٹر اگر ٹال مٹول سے کام لے، کبھی کتابیں دیکھے، کبھی کسی سے مشورہ کرنے لگ جائے اور اِدھر اُدھر وقت ضائع کرنے میں مصروف ہو جائے تو مریض ڈاکٹر کی حرکات دیکھ کر بدظن اور مایوس ہو کر واپس چلا جائے گا اور دوبارہ کبھی نہیں آئے گا۔ لہٰذا یوسف علیہ السلام نے ان کی پریشانی دیکھ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلے اس بات کا ذکر کیا کہ جس کی ہر کسی کو ضرورت ہوتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

﴿لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ﴾ ①

''ابھی تمھیں جو کھانا ملنے والا ہے اس سے پہلے میں تمھیں اس کی تعبیر بتا دوں گا۔''

مرغوب اور پسندیدہ چیز کے ذکر سے طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے:

قدرتی بات ہے جس تبلیغی پروگرام میں ساتھ کھانے کی بھی ضیافت ہو وہ مدعوین کے لیے یادگار ہوتا ہے اور پھر قیدیوں کے لیے تو کھانے کی اور بھی بہت زیادہ اہمیت ہوتی ہے، آپ نے وہ بات کی جس سے وہ مزید بات سننے کے لیے آمادہ ہو گئے، آپ فرماتے ہیں:

﴿ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي﴾ ②

''میں جو خواب کی تعبیر کرتا ہوں وہ میرے اللہ نے مجھے سکھلائی ہے۔''

میں خود کہاں اس قابل ہوں؟ اب فوراً ان کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا تصور ڈال دیا کہ اللہ موجود ہے جو اپنے بندوں کی راہنمائی کرتا ہے۔ سبحان اللہ! غور کریں کس قدر اور کتنا باکمال اور حکیمانہ اسلوب دعوت ہے کہ بات کا رُخ کتنی حکمت اور دانائی کے ساتھ کس طرف موڑ دیا ہے؟

داعی کا سبک رفتاری کے ساتھ بات کا رُخ اپنے مقاصد کی طرف پھیر دینا:

﴿ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي﴾ یہ جو میں خوابوں کی تعبیر کرتا ہوں اور کرتا بھی بالکل درست ہوں تو یہ سارے کا سارا میرے اللہ کا کرم ہے، میں بذاتِ خود کچھ نہیں ہوں۔ تاکہ ان کا

① یوسف: ۱۲/ ۳۷۔

② یوسف: ۱۲/ ۳۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذہن اس بات پر پختہ کر دیا جائے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے یوسف علیہ السلام کو یہ چیز عطا فرمائی ہے جس کی بدولت یہ درست تعبیر کرتے ہیں، لیکن ہم تو اس اللہ کو مانتے ہی نہیں ہیں، نہ ہی ہمیں اس بات کا علم ہے۔ لہٰذا یوسف علیہ السلام نے ایک بات کر کے ان کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے صدیوں کا سفر لمحے میں طے کر لیا:

یہ ایک طویل سفر تھا جس کو حضرت یوسف علیہ السلام نے لمحہ بھر میں طے کر لیا، یہ ان کی روشن ضمیری، روشن خیالی، حکمت و بصیرت اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عنایت تھی، آپ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ①

”یہ وہ باتیں ہیں جو میرے اللہ نے مجھے سکھائی ہیں، بے شک میں نے ایسی قوم کے دین کو چھوڑا ہے جو اللہ کو نہیں مانتی اور نہ ہی وہ یوم آخرت کو تسلیم کرتے ہیں۔“

حضرت یوسف علیہ السلام جب اتنی بات سنا چکے تو فوراً کہتے ہیں:

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ②

”اے میرے جیل کے دوستو! کیا جدا جدا معبود بہتر ہیں یا کہ ایک اللہ ہی کافی ہے؟“

اب ان کو مزید گہرائی میں جا کر سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اگر یہی بات حضرت یوسف علیہ السلام ان کو شروع میں ہی کہہ دیتے تو شاید وہ اس کا برا مناتے اور بات ہی نہ سنتے، لیکن کیسا

① یوسف: ۱۲/ ۳۷۔
② یوسف: ۱۲/ ۳۹۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

باکمال اور پر حکمت ہے ایک پیغمبر کا اسلوب کہ جس نے ایک مؤثر ترین انجکشن کی طرح عمل کیا۔ وہ ان کی نفسیات (Psychology) کو جان گئے کہ اب میری بات ان پر ضرور اثر کرے گی، کیونکہ وہ یہ سننے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو چکے ہیں، یہ میرے اوپر اعتماد کرتے ہیں اور میرے شخصی کردار کی تاثیر کے معترف ہیں۔

داعی کا الہامی کلام کے اعجاز سے فائدہ اُٹھانا جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام نے اُٹھایا:

یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ ①

''جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو وہ تو صرف نام ہیں جو تم نے اپنی طرف سے رکھے ہوئے ہیں اور تمھارے باپ دادا نے۔ اللہ نے تو ان کے متعلق کوئی دلیل نہیں اُتاری ہے۔''

یہ صرف توہماتی نام ہیں جو تم نے اپنی مرضی سے رکھے ہوئے ہیں، ان کا حقیقت میں کوئی ثبوت ہی نہیں ہے اور نہ کوئی وجود ہے۔ قرآن کی یہ ''Methology'' ہے کہ ان چیزوں کے لیے جو ہر قوم نے اپنی طرف سے بنائی ہوئی ہوتی ہیں اور قوم ان کو مذہب اور معبود کا درجہ دے رہی ہوتی ہے ان کے لیے لفظ ''اسماء'' کا استعمال کیا ہے۔ جن لوگوں کی مذاہب عالم پر نظر ہے اور جو علم الاصنام کی تاریخ جانتے ہیں وہی اس لفظ کی معجزانہ حیثیت کا اندازہ کر سکتے ہیں، یہ صرف نام ہی نام ہیں، ان کی حقیقت کب اور کہاں آج تک کسی نے پائی ہے، کبھی بارش کا خدا، محبت کا خدا، رزق کا خدا، اولاد و مال کا خدا اور مشکل کشا، یہ کہاں ہیں؟ آج تک کسی نے دیکھے ہیں، ان کا وجود صرف اوہام وظنون کی

① یوسف: ۱۲/ ۴۰۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں پایا جاتا ہے۔قرآن نے کہا کہ یہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھے ہوئے ہیں، ان کی کوئی سند نہیں ہے۔

قرآن مجید کا معجزہ رہتی دنیا تک قائم و دائم ہے، بت پرستی، شجر پرستی، اوہام پرستی، شخصیت پرستی، وڈیرہ پرستی بھی اسی طرح ''اسماء'' کا مجموعہ ہے۔قرآن مجید نے دولفظوں میں ان کا پول کھول دیا، فرمایا: ﴿إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ﴾ یہ صرف نام ہی نام ہیں۔

ایک ایسے داعی کا طریق کار جو اللہ کی طرف سے الہام کی نعمت سے سرفراز ہو:

اب حضرت یوسف علیہ السلام نے محسوس کر لیا کہ ان کے دل کا خلا پر ہو چکا ہے، اب بات کو زیادہ طول دے کر معاملہ خراب نہیں کرنا چاہیے اور توحید کا مضمون زیادہ پھیلا کر بیان نہ کیا جائے۔ ایک ماہر طبیب جانتا ہے کہ ایک مریض کو کس قدر اور کتنی مقدار میں دوا (Doze) دینی چاہیے۔یہی ایک داعی کا طریق کار ہے جو اللہ کی طرف سے الہام کی نعمت سے سرفراز ہوتا ہے، وہ حد سے تجاوز نہیں کرتا۔

منہجِ دعوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت و کردار اور طرزِ تبلیغ کا نمونہ:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے قدرے مختلف ہے۔اس کی چار وجوہات ہیں: ① دعوت کا مزاج ② داعی کی حیثیت ③ مدعوین کی صورت حال ④ دینی تبلیغ کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کی آزادی کے لیے سیاسی کردار۔

جس دور میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی وہ دور انتہائی تاریک اور حالات انتہائی مشکل تھے، جب فرعون نے بنی اسرائیل کی نسل کشی کا حکم جاری کیا ہوا تھا، جس کے بارے میں قرآن مجید میں یوں ارشاد کیا گیا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَآءَهُمْ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلْمُفْسِدِينَ﴾ ❶

''وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا، وہ فساد مچانے والوں میں سے تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے باوجود اتنے مشکل حالات کے موسیٰ علیہ السلام کو بچایا بھی اور اس کے دشمن کے گھر میں پالا بھی، ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَقَالَتِ ٱمْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوْ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدًا﴾ ❷

''فرعون کی بیوی نے کہا یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرنا، ممکن ہے یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔''

جب جوان ہوئے تو بغیر اجازت کے ہی نکل کھڑے ہوئے اور پھر شاہی خاندان کے قبطی قبیلے کے ایک شخص کو قتل کرنے کا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے کچھ عرصہ جلا وطنی کی زندگی اختیار کرنا پڑی، اسی جلا وطنی کے دوران موسیٰ علیہ السلام نے مدین کے ایک صالح بزرگ کی بیٹی سے نکاح کر لیا، پھر کچھ سال وہاں اس بزرگ کی خدمت پر معمور رہے، اتنی دیر میں جب قبطی کے قتل کا واقعہ پس منظر میں چلا گیا تو پھر اللہ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اور دوبارہ فرعون کے پاس جا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دو۔ ❸

دعوت میں داعی کی ایمانی اور جسمانی قوت کی کاوش:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دعوت و تبلیغ اور بنی اسرائیل کی آزادی کا حکم ایسے حالات میں دیا

❶ القصص : ۲۸/ ۴۔ ❷ القصص : ۲۸/ ۹۔

❸ ابن أبی حاتم، ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس (م۳۲۷ھ)، تفسیر القرآن العظیم، ن، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سعودی عرب، ج ۹، ص ۲۹۶۰، رقم الحدیث : ۱۶۷۹۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جا رہا ہے جب مصر میں فرعون کا طوطی بولتا تھا اور وہ اپنے آپ کو کہتا تھا:

﴿ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ﴾ ①

''میں تو تمھارا سب سے بڑا خدا ہوں۔''

دوسری طرف سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اس قبطی کے قتل کے کیس کا بھی ڈر تھا کہ کہیں اس کیس میں گرفتار نہ کر لیا جاؤں، فرمایا:

﴿ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ ﴾ ②

''ان کا کیس بھی میرے ذمہ ہے، مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل ہی نہ کر دیں۔''

ایسے حالات میں یہ دونوں کام ہی ان کے لیے سخت ترین مشکل کام تھے۔ ان کاموں کے لیے ایمان، ضبطِ نفس، صبر، اللہ پر بھروسا، مناسب حکمت عملی جیسی چیزیں ایک داعی کے لیے ہتھیار ہوتے ہیں۔ وہ ثابت قدمی کے ساتھ اپنے اہداف کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اللہ کا محبوب ترین بندہ مبغوض ترین بندے کے پاس جاتا ہے:

حکمِ الٰہی کے مطابق سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایسے شخص کے پاس دعوت لے کر جا رہے ہیں جو صرف کفر و انکار کا مرتکب نہیں تھا بلکہ وہ خود خدائی کا دعویدار تھا۔ ایک مجرم اور قابلِ نفرت اور متکبر شخص کے پاس ایک محبوب شخصیت کو بھیجا جا رہا ہے اور اس کو ہدایت دی جا رہی ہے:

﴿ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴾ ③

''اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنی ہے، شاید وہ سمجھ جائے یا ڈر جائے۔''

اس ہدایتِ الٰہی کے بعد کسی داعی اور مبلغ کے لیے اس امر کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ

① النازعات: ۷۹/۲۴۔
① الشعراء: ۲۶/۱۴۔
② طٰہٰ: ۲۰/۴۴۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دعوت کے کام میں سخت کلامی یا لہجہ کی ترشی کے ساتھ بات کرے اور اس کی کوئی بھی تاویل کر سکے، کیونکہ بے باقی، سرکشی اور انکار میں فرعون سے بڑھ کر کسی اور کا تصور بھی محال ہے، جو یہ کہے "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" لیکن اس سے بھی بات کرنے کے لیے پیغمبر وقت کو بھیجا گیا تو ہدایت کی گئی کہ نرم لہجے میں بات کرنا۔ جب یہ دونوں بھائی سیدنا ہارون اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام حکم خداوندی کی تکمیل کے لیے جانے لگے تو فرماتے ہیں:

﴿قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى﴾ ①

''دونوں کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا کہیں اور زیادہ سرکش نہ ہو جائے۔''

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پوزیشن کمزور تھی، سو آج کل کے حالات میں بھی بعض دفعہ داعی حضرات کو ایسی ہی صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسے حالات میں یہ راہنمائی داعی حضرات کے لیے بڑی اہم ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ۝ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۝ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ ②

''فرمایا ڈرو نہیں، بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ تو اس کے پاس جاؤ اور کہو بے شک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، پس تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انھیں عذاب نہ دے، یقیناً ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آئے

① طٰهٰ: ۲۰/۴۵۔

② طٰهٰ: ۲۰/۴۶ تا ۵۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور سلام اس پر جو ہدایت کے پیچھے چلے۔ بے شک ہم، یقیناً ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ عذاب اس پر ہے جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ اس نے کہا تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ!؟ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی، پھر راستہ دکھایا۔''

ظالم و جابر فرعون کے ترکش کا آخری تیر اور داعی کی ثابت قدمی:

فرعون حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی طرف سے ان کا دوٹوک اور کھرا کھرا موقف سن کر آگ بگولا ہو گیا اور ہواس باختہ ہو کر کہتا ہے:

﴿فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْأُوْلَى﴾ ①

''پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا کیا حال ہے؟''

تو موسیٰ علیہ السلام نے فوراً یہ جواب نہیں دیا:

﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾ ②

''بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں، تم اسی میں داخل ہونے والے ہو۔''

بلکہ فرمایا:

﴿قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾ ③

''ان کے بارے میں تو میرا رب ہی بہتر جانتا ہے، نہ وہ چوکتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام نے بڑی حکمت کے ساتھ بات کا رُخ پھر اُسی طرف پھیر دیا کہ پہلی امتوں کے

① طٰہ: ۲۰/۵۱۔ ② الأنبیاء: ۲۱/۹۸۔
③ طٰہ: ۲۰/۵۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بارے میں تو میرا اللہ ہی جانتا ہے، وہ امتیں ان کو بھول تو نہیں جائیں گی، وہ ان کے بارے میں بھی ضرور فیصلہ کرے گا۔ کیا فیصلہ کرے گا اس کا علم بھی اُسی کے پاس ہے۔
داعی کو اِدھر اُدھر کی بات کرنے کی بجائے موضوع سے ہٹنا نہیں چاہیے، تاکہ مخالف فائدہ نہ اُٹھا سکے، جب فرعون نے محسوس کیا کہ یہ تو میری دھمکی کو بالکل خاطر میں نہیں لائے اور ثابت قدم رہے ہیں تو لاجواب ہو کر کہتا ہے:

﴿إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِيٓ أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ﴾ ①

''بے شک تمھارا رسول جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے وہ تو دیوانہ ہے۔''

اب دیکھیں کوئی معقول بات کرنے کی بجائے منفی ہتھکنڈوں پر اتر آیا تو موسیٰ علیہ السلام کی ثابت قدمی، پیغمبرانہ حیثیت، حکمت وبصیرت، اعجازی کلام، دلائل کی سادگی اور صبر و تحمل نے اُس کو مایوس کر دیا اور اس کی آخری چال کو بھی ناکام کر دیا۔ حکمرانوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ یہ براہین الٰہیہ کے سامنے لاجواب ہوتے ہیں تو پھر قوت اور طاقت کے استعمال کی دھمکی اور گالی گلوچ کی زبان استعمال کرتے ہیں۔ لیکن داعی کو کبھی بھی سخت اور ترش رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے، مشکل حالات میں اللہ سے دعا کرنی چاہیے اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح اصل بات پر توجہ دینی چاہیے۔ ②

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام فرعون سے توں تکرار کی بجائے فرماتے ہیں:

﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّن نَّبَاتٍ شَتَّىٰ ۝ كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ﴾ ③

① الشعراء: ٢٦/ ٢٧۔
② ابن أبي حاتم، تفسير القرآن العظيم، ج ٧، ص ٢٤٢٦۔
③ طٰه: ٢٠/ ٥٣، ٥٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمھارے لیے اس میں راستے بنائے اور آسمانوں سے پانی اُتارا جس کے ساتھ مختلف چیزیں اُگتی ہیں، خود بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ، بے شک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی کتنی شاندار تعریف بیان کی ہے کہ جس کی ہستی کا رعب اور دبدبہ اور اس کی نعمتیں ایسی باکمال ہیں کہ جن کا انکار ممکن نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک اعجازی اور الہامی کلام کی بدولت ایسے تکوینی اور قطعی ثبوت اور دلائل دیے ہیں کہ ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہیں۔

داعی کے ذمے منوانا نہیں، صرف بات پہنچانا ہے:

داعی کا یہ ذہن ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنی بات منوا کر چھوڑے، اس کی ذمہ داری صرف ﴿وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ① کی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات ہرگز نہیں سوچی ہے کہ یہ فرعون تو مجھے دیوانہ کہہ رہا ہے، لہٰذا میں غصے اور غیرت کا مظاہرہ کرتا ہوں اور اس کو اس کے حال پر چھوڑتا ہوں، نہیں بلکہ ہمدردی اور خیر خواہی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر کوئی مریض شدت مرض اور تکلیف کی وجہ سے ڈاکٹر کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے تو کیا ڈاکٹر کو اس کا علاج نہیں کرنا چاہیے؟ اپنے پیشے سے مخلص ڈاکٹر کبھی ایسا نہیں کرے گا کہ وہ مریض کا رویہ دیکھ کر مریض کو چھوڑ دے۔

اسی طرح کفر کے مرض کی شدت نے فرعون کی عقل پر پردہ ڈالا ہوا تھا، موسیٰ علیہ السلام پیغمبرانہ لہجے میں پیار اور محبت سے بات کہہ رہے ہیں تو وہ ساری بات سن کر کہتا ہے:

﴿اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ②

① یٰس: ۳۶/۱۷۔ ② الشعراء: ۲۶/۲۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''بے شک تمھارا رسول جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے وہ تو دیوانہ ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام نے اس کی بات کا کوئی غصہ نہیں کیا اور نہ ہی اس کو عزتِ نفس کا مسئلہ بنایا بلکہ اپنے کام پر لگے رہے، آخر کار فرعون غرق ہوا، بنی اسرائیل آزاد ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کامیاب ٹھہری۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے نپٹنے کا طریق کار:

بسا اوقات بیرونی دشمن سے زیادہ خطرہ اندرونی دشمن سے ہوتا ہے، کیونکہ وہ بیچ میں رہتا ہے، اس کو تمام تر صورتحال کا پتا ہوتا ہے۔ فرعون اور اس کے وزراء تو دشمن تھے ہی لیکن بنی اسرائیل جو موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم تھی وہ بھی کوئی اتنی تسلی بخش نہ تھی، بہت زیادہ بگڑی ہوئی قوم تھی۔ آپس میں بھی کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کیے رکھتے تھے۔ ان کی اصلاح اور فرعون کا مقابلہ، موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ دونوں محاذ ہی خطرناک تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کے منہج دعوت سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خواہ ان کا کوئی اپنا عزیز ہوتا یا دشمن قوم کا کوئی فرد، موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مخاطب کو ہمیشہ پیغمبرانہ شان کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ انھوں نے ہمیشہ دعوت اور داعی کی زبان ہی استعمال کی ہے اور اپنے نغمے کا تار ہلایا ہے، تاکہ وہ اپنی بات کو مخاطب کے دل میں اتار دیں، انھوں نے دعوت کے خلاف پڑنے والی کسی بات کو ہاتھ نہیں لگایا، وہ اپنے موقف پر دل جمعی اور صبر و تحمل سے ڈٹے رہے۔ وہ راہِ حق سے ہٹنے نہیں پائے۔

منصب نبوت اور سیاسی قیادت میں فرق:

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے جو چار بنیادی مقاصد شروع میں بیان کیے جا چکے ہیں ان میں توحید و رسالت کی دعوت کے ساتھ ساتھ ایک بڑا مقصد بنی اسرائیل کی آزادی تھی۔ آزادی ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں سیاسی رنگ ضرور اختیار کرنا پڑتا ہے اور سیاست کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنا ایک مخصوص انداز ہوتا ہے اور نبوت کا اپنا انداز ہوتا ہے جو سیاست سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ سیاستدان قومیت کی بنیاد پر کام کرتا ہے، قومی نفسیات کو استعمال کرتا ہے، حقوق و مطالبات کی زبان میں بات کرتا ہے۔ حقوق و مطالبات کی مخصوص زبان ہوتی ہے اور طرزِ تعبیر بھی مختلف ہوتا ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کا یہ منصب نہیں ہوتا۔ موسیٰ علیہ السلام بھی کیونکہ نبی مرسل تھے، ان کی اولین حیثیت ایک داعی الی اللہ کی تھی، اس لیے انھوں نے اپنی تمام تر جدو جہد میں اپنی شخصیت کو بطور داعی ہی پیش کیا ہے۔ ①

احتجاج، مطالبات، قومی نخوت، وطنیت، قومیت، کارکنان کا غلط استعمال، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جو دعوت دی ہے وہ صرف اللہ پر ایمان کی دعوت تھی، اس کو دینی حقائق بتائے اور اللہ کا جو معاملہ اپنی مخلوق کے ساتھ ہے اور جو قوموں اور نسلوں کے ساتھ رہا اس کو یاد دلایا۔ فرعون کے وزراء نے قرآن مجید کے بقول فرعون کو بڑا اُبھارا کہ تم ان پر سختی کرو، تاکہ موسیٰ اور اس کے حمایتی ڈر جائیں:

﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ﴾ ②

''قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دے گا، تاکہ وہ زمین میں فساد کرتے رہیں اور وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ تو فرعون نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں۔''

مادہ پرست سیاستدان اور وزراء ہمیشہ ہی اپنے بادشاہوں کو اسی طرح کے غلط مشورے دیتے آئے ہیں، جن کے ردعمل میں بادشاہوں نے نیک لوگوں پر ظلم ڈھائے ہیں۔

❶ ندوی، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب، ص: ۸۲۔
❷ الأعراف: ۷/ ۱۲۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ روح کا تابناک نمونہ:

موسیٰ علیہ السلام نے اتنی خوف ناک دھمکی اور اتنے مشکل حالات کے باوجود بھی اپنا طرزِ گفتگو تبدیل نہیں کیا اور نہ ہی اس میں جارحیت آنے دی، حالانکہ فطرتی بات ہے کہ اس طرح کی دھمکی پر تو کمزور آدمی بھی یہ سوچتا ہے کہ مرنا تو ہے ہی لیکن چلو اپنے مخالف سے دو ہاتھ کر کے ہی مرنا چاہیے۔ لیکن قربان جائیں زبانِ نبوت اور منصب نبوت و دعوت پر کہ کوئی احتجاجی مظاہرہ نہیں کیا، کہیں منفی ردعمل کا اظہار نہیں کیا، بلکہ یوں بولے:

﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ①

''موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے، وہ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اس کا وارث بناتا ہے اور آخرت میں جنت متقین کے لیے ہے۔''

ایک راہ شناس مبلغ کس طرح ایک بڑی مہم سر کرتا ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں اللہ سے مدد مانگو، یہ نہیں کہا کہ گھبراؤ مت، تگڑے ہو جاؤ، تمھاری تعداد کافی ہے۔ ہمت کرو، اس پر بھروسا کرو اور اپنی ذہانت کام میں لاؤ، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی ایسی بات نہیں کی بلکہ یوں کہا:

﴿اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا﴾ ②

''اللہ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو۔''

اگر موسیٰ علیہ السلام کی جگہ کوئی سیاسی لیڈر ہوتا تو وہ ضرور فرعون کو مخاطب کرتا، فرعون کی قوم سے لڑتا۔ موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

① الأعراف: ۱۲۸/۷۔ ② یونس: ۱۴/۱۰۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾

''زمین تو اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو وارث بنا دیتا ہے۔''

﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

''اور کامیابی و کامرانی تو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔''

یہ ہے ایک حامل رسالت، جادۂ حق پر گامزن اور راہ شناس مبلغ اور داعی کا رویہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم مہم کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ یہ دعوت تھی اللہ کی اور رسالت کی جس میں تمام کام اللہ کے سپرد ہوتے ہیں اور اسی پر بھروسا کیا جاتا ہے، کسی کی دھمکی، خوف اور ڈر کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ ہر دور کے داعین کے لیے یہ ایک بہترین نمونہ ہے۔ آج کل حکمرانوں اور داعی حضرات میں جو فاصلے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور مسائل کو طاقت سے حل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے یہ اصول دعوت اور حکمت کے خلاف ہے۔

فرعون کہتا ہے:

﴿سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ﴾

''ہم ان کے بچے مار دیں گے اور ان کی عورتوں کو باقی چھوڑیں گے۔''

﴿وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ﴾

''ہم تو ان پر غالب ہیں۔''

ہماری قوت کے سامنے کون بول سکتا ہے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جگہ کوئی دوسرا لیڈر یا قومی راہنما ہوتا تو کہتا یہ زمین ہماری ہے، ہم اس کے مالک ہیں۔ یہ انداز بیان قوم پرست لیڈروں کا ہوتا ہے، جیسا کہ پاکستان، ہندوستان اور دیگر ممالک کی سیاست کا حال ہے، حالانکہ یہ بات درست تھی، یہ وطن ان کے آبا و اجداد کا تھا، صدیوں وہاں رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے، لیکن اس طرح کی بات کرنے کی بجائے فرماتے ہیں:

﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

''کامیابی و کامرانی تو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔''

پھر اللہ کی رحمت جوش میں آئی تو ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَٰكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِى ٱلْأَرْضِ مِنۢ بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾ ①

''پھر ہم نے تم کو زمین پر خلافت عطا کر دی، تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔''

لیکن اس کے باوجود اتنی بڑی کامیابی کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف سے جو صلہ ملا وہ یہ تھا۔

دل توڑنے والی باتیں:

بنی اسرائیل کہنے لگے:

﴿أُوذِينَا مِن قَبْلِ أَن تَأْتِيَنَا وَمِنۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا﴾ ②

''ہم آپ سے پہلے بھی اور آپ کے بعد بھی بڑی سخت تکلیف میں رہے ہیں۔''

انطاقیہ بستی کے مقیموں کی طرح جیسے انھوں نے اپنے نبیوں کو کہا:

﴿قَالُوٓا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾ ③

''بولے ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔''

قوم نے سارا مدعا موسیٰ علیہ السلام پر ڈال دیا اور موسیٰ علیہ السلام کی تمام قربانیاں فراموش کر دیں جو انھوں نے ان کی آزادی کے لیے سرانجام دی تھیں۔ داعی ہر حال میں داعی ہی رہتا

① یونس: ١٠/١٤۔ ② الأعراف: ٧/١٢٩۔
③ یٰس: ٣٦/١٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ آپ نے کبھی ان کی باتوں کی پروا نہیں کی اور اپنے کام میں لگے رہے۔ داعی ہر حال میں داعی ہی رہتا ہے، موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ①

"ممکن ہے تمھارا رب تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین کی خلافت عطا کر دے اور دیکھے کہ تم کس طرح کے عمل کرتے ہو۔"

ان کی باتوں کی پروا نہیں کی، ان کو حوصلہ دیا ہے کہ اب تمھاری منزل قریب ہے، ہمت نہ ہارو اور نہ ہی اللہ کو ناراض کرنے والی باتیں کرو۔ سو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر نکل کھڑے ہوئے، جب راستے میں پہنچے تو پیچھے فرعونی فوجوں کو اور آگے دریا کی خطرناک موجوں کو دیکھ کر کہنے لگے:

﴿ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴾ ②

"جب دونوں جماعتوں کا آمنا سامنا ہوا تو کہنے لگے ہائے موسیٰ! ہم تو مارے گئے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴾ ③

"ہرگز نہیں! میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ مجھے راستہ دکھائے گا۔"

پھر کیا ہوتا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کامیاب اور فرعون غرق، فرمایا:

﴿ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

❶ الأعراف : ۱۲۹/۷۔ ❷ الشعراء : ۶۱/۲۶۔
❸ الشعراء : ۶۲/۲۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ①

''ہم نے موسیٰ کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو نجات دی اور دوسروں تمام کو غرق کر دیا، بے شک اس میں نشانیاں ہیں لیکن اس کے باوجود بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

الشعراء: ٢٦/ ٦٥ تا ٦٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

رسول اکرم ﷺ کی شخصیت و کردار کے نمونے (القدوۃ الحسنۃ)

کوہِ صفا پر آپ ﷺ کی دعوت کا ایک نادر نمونہ:

قبل اس کے کہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت اور قدوۃ الحسنۃ کا ایک انتہائی نادر اور نایاب نمونہ پیش خدمت کیا جائے، ضروری ہے کہ پہلے مختصر طور پر ان حالات و واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جائے جن حالات میں آقائے نامدار نے صوت الٰہی کو اہل کائنات کی طرف منتقل کیا۔ سید المرسلین و خاتم النبیین ﷺ کی عظیم و تابناک دعوتی زندگی کا ہر عمل اپنی جگہ ایک معجزہ ہے۔ ان میں سے ایک ایسے واقعہ سے گفتگو کا آغاز کیا جاتا ہے جو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں دعوت کے سلسلے کا پہلا اور ابتدائی کام تھا۔ یعنی کوہِ صفا پر جب آپ نے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا تو صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ روایت کے مطابق مروی ہے کہ جب آپ پر آیت: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ نازل ہوئی کہ آپ ڈرائیں اپنے قریبی رشتہ داروں کو تو نبی اکرم ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر بطون قریش کو آواز لگانا شروع کی، اے بنی فہر، اے بنی عدی۔ ①

① البخاري، كتاب التفسير، باب ﴿و أنذر عشيرتك الأقربين﴾ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« حَتَّى اجْتَمَعُوا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُولًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ، فَجَاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ، فَقَالَ: أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ، أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟ قَالُوا: نَعَمْ، مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا، قَالَ: فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ، أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا؟ فَنَزَلَتْ: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ » ①

''یہاں تک کہ سب لوگ اکٹھے ہو گئے حتیٰ کہ اگر کوئی آدمی خود نہ جا سکا تو اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا کہ دیکھے معاملہ کیا ہے؟ غرض کہ سب لوگ آ گئے، ابولہب بھی آ گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ یہ بتاؤ! اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر پچھلی جانب وادی سے ایک جماعت تم پر حملہ کرنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! ہم نے آپ پر ہمیشہ سچ ہی کا تجربہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو میں تمھیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبر دار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اس پر ابولہب نے کہا: تو سارے دن غارت ہو، تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا۔ اس پر سورۂ لہب نازل ہوئی کہ ابولہب

① ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الهاشمی بالولاء، (م ۲۳۰ھ)، الطبقات الکبریٰ، المحقق احسان عباس، ن دارالصادر، بیروت، ط، ۱۹۶۸، ج ۱، ص ۱۹۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہو۔

اسی روایت کا ایک ٹکڑا بخاری اور مسلم کی روایت میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے:

« قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ ﴾ قَالَ : يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ ! أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ ! لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ ! لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ! سَلِيْنِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا »[1]

”جب آپ ﷺ پر آیت : ﴿ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے پکار لگائی (یہ پکار عام بھی تھی اور خاص بھی) آپ نے کہا: اے جماعت قریش! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے ہاں تمھارا کچھ بھلا نہیں کر سکتا۔ اے عبد مناف! تم بھی اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اے عباس بن عبد المطلب! تم بھی اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے ہاں تمھارا کچھ بھی بھلا نہیں کر سکتا۔ اے نبی کی پھوپھی صفیہ! میں تمھارا بھی اللہ کے ہاں کچھ نہیں کر سکوں گا۔ اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! تم میرے مال میں سے جو چاہتی ہو مانگ لو لیکن میں اللہ کے ہاں تمھارا کچھ نہیں کر سکوں گا۔“

[1] البخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الاقربين ﴾ ـ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

البتہ تم لوگوں سے نسب وقرابت کے تعلقات ہیں جنھیں میں باقی اور تر و تازہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔

یہ بانگ درا غایت تبلیغ تھی، یہ دعوت تھی اللہ پر ایمان لانے کی، عقیدۂ توحید کی، شرک، بت پرستی اور پیغمبرانہ ہدایت سے محروم زندگی (جارحیت) کو ترک کرنے کی، آپ نے اپنے قریب ترین لوگوں کو واضح کر دیا کہ اب اس رسالت کی تصدیق پر ہی تعلقات موقوف ہیں اور جس نسلی اور قبائلی عصبیت پر عرب قائم ہیں وہ خدائی انذار کی حرارت میں پگھل کر ختم ہو جائے گی۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ کے نعرۂ حق کی صدا میں بدل جائے گی۔''①

یہ تھی وہ صوتِ ہادی جس نے عرب کی زمین ساری ہلا دی۔ اب آتے ہیں اس دعوت کے فنی اور فکری محاسن کی طرف کہ یہ دعوت موجودہ دور اور عصر حاضر میں داعین حضرات کے لیے کیا راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ایک داعی موجودہ حالات میں اس نمونہ سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

منہجِ دعوت میں اس بات کی وضاحت از حد ضروری ہے کہ عالم محسوسات اور عالم غیب کے درمیان نبوت ایک پل ہے:

رسول اللہ ﷺ جو بات سب سے پہلے قریش سے، ان کے بعد عربوں سے، پھر اپنے اہل خانہ سے اور پھر آخر میں ساری دنیا اور نسل انسانی سے کہنا چاہتے تھے اس کا دارو مدار دو باتوں پر تھا، پہلی بات تو یہ تھی کہ یہ دنیا جس کو ہم استعمال کر رہے ہیں اور

① صفی الرحمن، مولانا، الرحيق المختوم، ن المكتبة السلفية، لاهور، باكستان، ط ۱۹۹۵، ص: ۱۱۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس میں ہم رہ رہے ہیں اور جس کو ہم محسوس کر رہے ہیں یہی سب کچھ نہیں، اس کے علاوہ بھی ایک جہان ہے جو عالم غیب ہے، جو ہمیں محسوس بھی نہیں ہوتا اور ہماری نظروں کو دکھائی بھی نہیں دے رہا، کیونکہ وہ ہمارے حواس خمسہ کی گرفت اور پہنچ سے باہر ہے۔

دوسری بات جس پر اس دعوت کا دارو مدار تھا وہ تھی منصب نبوت کی یقین دہانی کہ نبوت، وحی، الہام، کلام، تبشیر، نذیر یہ حق اور سچ ہے، اس پر ایمان لائے بغیر اور اس کو تسلیم کیے بغیر آگے بات چلتی ہی نہیں، کیونکہ نبوت ہی ایک پل اور ذریعہ ہے جس کی بدولت ہم عالم محسوس اس دنیا اور عالم غیب (اگلا جہاں) جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے اور ہمارے وسائل علم کی حدود سے باہر ہے اس کے درمیان رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے اس دنیا کا انسان اُس دنیا سے واقف ہو سکے۔ تمام پل ٹوٹے ہوئے ہیں اور ہر سفینہ شکستہ ہے، کیونکہ یہ معاملہ حواس خمسہ اور عقل کی رسائی سے بلند و برتر ہے، کیونکہ عقل حواس خمسہ کی پابند ہے اور وہ جہاں عالم حیات سے ماوراء ہے۔ عقل کا دار و مدار حواس خمسہ پر ہے، حواس خمسہ کے ذریعے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں عقل ان سے کلیہ اور نتیجہ اخذ کرتی ہے۔ عقل کہتے ہی اس کو ہیں جو انسان کے محسوسات سے حاصل شدہ باتوں کا نتیجہ نکالتی ہے۔ لہٰذا حواس جب کام کرنا بند کر دیں تو عقل بھی معطل ہو جاتی ہے، کیونکہ معقولات کے لیے محسوسات کا سرمایہ لازمی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے بہت سے مدعیان عقل ناواقف ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ عقل بذاتِ خود کوئی الگ چیز ہے جو حواس خمسہ کے بغیر آٹو میٹک کام کرتی رہتی ہے، جدید اور قدیم تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بغیر حواس خمسہ کے عقل ایک بے معنی لفظ ہے اور اس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

لہٰذا جہاں سے حواس خمسہ اور عقل کی حدود کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے آگے نبوت و الہام کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، یہی ایک وجہ تھی کہ عرب کے اَن پڑھ اور جاہل لوگ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بات کو نہیں مانتے تھے، کیونکہ ان کے باپ دادا نے اس سے قبل اس طرح کا کوئی مشاہدہ ہی نہیں کیا ہوا تھا، ان کے لیے یہ ایک بالکل نئی بات تھی اور اس پر ان کا ردعمل ایک فطرتی چیز تھی۔

پیغمبرانہ تعلیمات سے عربوں کی دوری بڑی مشکلات کا سبب تھی:

عرب معاشرے میں دعوت کے کام میں سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ تمام عرب عام طور پر اور اہل مکہ خاص طور پر پیغمبرانہ تعلیمات سے عرصہ دراز سے بے بہرہ چلے آ رہے تھے۔ ان کا کسی بھی پیغمبر اور نبی کی دعوت سے ایک عرصہ سے واسطہ نہیں پڑا تھا اور عالم غیب کا تصور ان میں کئی پشتوں تک موجود نہ تھا۔ وہ واسطہ یا پل ہی موجود نہ تھا جو اس عالم محسوسات کو اس عالم غیب سے مربوط کرتا۔ قرآن مجید نے اپنے معجزانہ اعجاز سے اس کو اس طرح بیان کیا ہے:

﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ①

''تاکہ آپ ایسی قوم کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے تھے۔''

اور وہ ہمیشہ سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے، ان کو اگلے جہاں کا کوئی تصور نہ تھا، اور فرمایا:

﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ﴾ ②

''بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم ختم ہو چکا ہے، وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، بلکہ وہ اس کے متعلق اندھے ہو چکے ہیں۔''

یعنی وہ آخرت کے بارے میں بالکل اندھے ہو چکے ہیں، وہ آخرت اور قیامت کو بھول ہی گئے ہیں۔

① یٰسٓ: ٦/٣٦۔

② النمل: ٦٦/٢٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیز ارشاد فرمایا:

﴿بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾ ①

''حقیقت یہ ہے کہ جو چیز ان کے علم میں نہ آ سکی اس کو انھوں نے جھٹلا دیا، اور ابھی تک اس کی حقیقت ان پر کھلی بھی نہیں ہے۔''

یعنی نہ قیامت کے بارے میں یہ بات ان کے علم میں آ سکی اور نہ ہی یہ بات وہ سمجھ سے سمجھ رہے ہیں، اس لیے ایسی قوم کو عالم غیب پر ایمان کی دعوت دینا کوئی آسان کام نہ تھا، آج بھی داعی حضرات کو ایسے بے شمار لوگوں سے اور اقوام سے واسطہ پڑتا ہے جو آخرت کو بالکل نہیں مانتے، ان میں اس طرح کی بات سنانے کے لیے نبی اکرم ﷺ جیسا انداز ہی اختیار کرنا ہوگا جو آپ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش عرب کی وادیوں کو مخاطب کرتے ہوئے آواز لگائی تھی: '' يَا صَبَاحَاهُ '' یا '' وَا صَبَاحَاهُ'' ②

نبی ﷺ نے ایسی قوم کو مخاطب فرمایا جسے دین کی الف بے بھی نہیں آتی تھی:

نبی اکرم ﷺ کے لیے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ آپ نے ایسی قوم کو دعوت دینے کا ارادہ فرمایا جن کو مذہب کے بارے میں بالکل کوئی علم نہ تھا، گویا کہ حصولِ علم کے لیے ان کے پاس کوئی ذریعہ اور نظام ہی موجود نہ تھا۔ مثال کے طور پر آپ کسی بڑے ذہین آدمی کو جو کسی زبان کے حروفِ تہجی کو بھی نہیں جانتا کہتے ہیں کہ یہ فلاں زبان کی کتاب ہے، اس کو پڑھ، تو کیا وہ پڑھ لے گا؟ وہ نہیں پڑھ سکے گا، اس لیے کہ اس کو اس کی بنیادی چیز کا ہی علم نہیں ہے۔

یہی حال محسوسات کے ذریعے معقولات کا ہے، معقولات کے لیے محسوسات کا درجہ حروفِ تہجی جیسا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایسے انسانوں کو خطاب فرمایا جو مذہب کے

① یونس: ۱۰/۳۹۔

② البخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ وانذر عشيرتك الأقربين ﴾ ـ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حروفِ تہجی بھی نہیں جانتے تھے۔ وہ جس علمی افلاس، تنگ نظری اور جہالت میں پلے تھے وہ نبوت کی تعلیمات کو نیچے اتارنے کے لیے سازگار ہی نہ تھی۔ لہٰذا ضروری تھا کہ پہلے ان کا ذہن نبوت کے تصور کو قبول کرنے کے قابل ہوتا، تاکہ نبی اکرم ﷺ آگے ان کو دوسرا سبق پڑھا سکتے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اُن کو تصورِ نبوت سمجھانے کے لیے یہ انداز اپنایا۔

انبیائے کرام علیہم السلام معمولی اشیاء سے بڑے دوررس نتائج نکالتے ہیں:

اس وادی مکہ کے رہنے والے ایک عرصہ دراز سے ان باتوں سے بے تعلق رہے جن کا تعلق دینی اصطلاحات اور لاہوتی مسائل سے تھا۔ لیکن اپنی ذہانت کی بدولت بات کو فوراً سمجھنے اور اس کی تہ تک پہنچنے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ جب وہ کسی شے کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو فوراً قبول کرنے میں بھی ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی تھی۔ وہ قوت مشاہدہ اور عقل سلیم سے بہرہ مند تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی اس خوبی کو اس وقت سامنے رکھا جب ان کو نبوت اور رسالت کا درس دینا مقصود تھا اور ان پر یہ بات ثابت فرمانا چاہی کہ آپ اس مقام پر ہیں جہاں سے آپ غیر حسی اور غیر مرئی حقیقت سے آگاہ فرما سکتے ہیں، آئندہ پیش آنے والے خطرات کو بتا سکتے ہیں اور ان باتوں کی اطلاع دے سکتے ہیں جنھیں انسان نہیں دیکھتا ہے۔ یہ طریقۂ تفہیم ہزار دلیلوں سے زیادہ بلیغ تھا، جس کا سہارا بڑے بڑے خطیب و واعظ اور علماء لیا کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے اپنی تمام تر جدو جہد میں انھی فطرتی وسائل کا سہارا لیا ہے جو عربوں کے فطرتی ماحول کے مطابق تھے۔ تمام انبیائے کرام کا بھی یہی اصول رہا ہے۔ وہ فلسفیانہ انداز دعوت سے پرہیز کرتے تھے، وہ ہمیشہ سادہ اور عام چیزوں سے بڑے بڑے نتائج برآمد کرتے تھے جو عام انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ ①

① ندوی، سید ابو الحسن علی، مولانا، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب، ص ۱۲۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ عرب تھے، عربوں کے مزاج اور عادات سے واقف تھے:

آں حضرت ﷺ کے زمانے میں ذرائع ابلاغ نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی، جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، فیس بک، کیبل، ٹویٹر، رسائل، اخبارات، پرنٹنگ وغیرہ اور نہ ہی مکبر اصوت جیسے لوڈ سپیکر جیسے آلات موجود تھے، تو پھر لوگوں کو کسی خاص جگہ جمع کرنے کے لیے کیا تدبیر ہوسکتی تھی کہ لوگ اپنے اپنے کاروبار اور مصروفیات کو ترک کر کے کسی ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں اور ان سے کچھ بات کی جا سکے؟ چونکہ آں حضرت خود عرب تھے، عربوں کے رواج، سماجی عادات، روایات اور ان کے نفسیاتی اثرات سے واقف تھے، اس لیے آپ نے ان روایتی طریقہ کار کو دین کی دعوت کا اور پیغام حق کی اشاعت کا ذریعہ بنایا جس سے زیادہ افضل اور مقدس کام کوئی اور نہ تھا۔ عربوں کا رواج تھا کہ جب کوئی شخص خطرہ محسوس کرتا یا کسی دشمن کا خوف ہوتا جو اچانک حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہا ہو اور جس سے ابنائے وطن بے خبر ہیں، تو کسی پہاڑ کی چوٹی یا ٹیلے پر چڑھ کر بلند آواز میں پکارتا: "يَا صَبَاحَاهُ، يَا صَبَاحَاهُ" [1]

تو لوگ اس کی آواز سن کر دوڑ پڑتے اور اپنے اپنے کام کو فوراً چھوڑ دیتے اور بلانے والے کی آواز کو اہم سمجھتے تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ کیا خطرہ ہوسکتا تھا جس کی طرف وہ فوراً اکٹھے ہو جایا کرتے تھے اور کون سی بات ان کو پریشان رکھا کرتی تھی اور ان کے راحت و آرام میں رخنا ڈالنے والی تھی اور بے چین کرنے والی ثابت ہوتی تھی، حقیقت یہ ہے کہ وہ صرف ایک خطرے سے واقف تھے، جس سے وہ ڈرتے تھے، وہ تھا صرف دشمن کا خطرہ، اگر دشمن حملہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو ان کو قتل کر دیتا، ان کے مال لوٹتا اور جانور ہانک کر لے جاتا۔

[1] صفی الرحمٰن، مولانا، الرحیق المختوم، ص ١١٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسا اوقات اندرونی دشمن بیرونی سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے:

انبیاء علیہم السلام کے ہاں اس طرح کی ذاتی دشمنیوں سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ انسان اپنے خالق حقیقی کو نہ مانے، اس کی ذات پر ایمان نہ لائے اور شرک کا ارتکاب کرے، نبوت جیسے منصب کو تسلیم نہ کرے، وحی اور الہام کا انکار کرے، جہالت اور لاعلمی کی زندگی بسر کرے، اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کو چھوڑ کر پتھروں اور بتوں اور درختوں کی بندگی کرے، جیسا کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں فرمایا تھا کہ اے بادشاہ! ہم لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، معاصی کا ارتکاب کرتے تھے، ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے، ہمسائیوں پر ظلم کرتے تھے اور جو قوی ہوتا وہ کمزور پر ظلم کرتا۔ ①

نبی اکرم ﷺ کے نزدیک یہ دشمن جو رواج اور عقیدے کی شکل میں ان کے نفوس کے اندر چھپا ہوا ہے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے بہ نسبت بیرونی دشمن کے، جس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور یہ خطرہ جو ان کے نفوس کے اندر ہے یہ زیادہ تباہ کن ہے، جس کا انھیں طویل عرصہ جہالت میں گزارنے کی وجہ سے تجربہ ہو چکا ہے، جس کا تعلق عربوں کی سماجی زندگی سے تھا۔

حق کی آواز صحیح موقع پر:

رسول اکرم ﷺ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے، یہ پہاڑی قریش کی آبادی سے قریب تر تھی، آپ نے وہاں سے آواز دی ''یا صباحاہ'' یا ''واصباحاہ''، یہ ایک سچی اور صحیح آواز تھی، جو ایک صحیح اور مناسب وقت پر دی گئی۔ اس طرح آواز دے کر لوگوں کو جمع کرنے کے مواقع ہمیشہ اہم اور سنجیدہ ہی ہوتے ہیں۔ آج کل کی طرح وہاں عربوں میں مذاق اور استہزا کا

① البخاري، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طریقہ اہم معاملات میں جائز نہیں تھا۔

اس مرتبہ تو انھوں نے ایک ایسے شخص کی آواز سنی تھی جس سے وہ اچھی طرح آگاہ تھے، جس کو انھوں نے خود صادق و امین کا لقب دیا ہوا تھا اور ان کی حیاتِ مبارکہ کے تجربات ان کے سامنے تھے کہ آپ سے زیادہ مخلص، سچا، امانت دار، خیر خواہ کوئی دوسرا اس وادی میں آج تک پیدا ہی نہیں ہوا۔ لہٰذا اسی وجہ سے کوئی ایسا شخص نہ تھا جو یہ آواز سن کر نہ آیا ہو۔ سیرت کی کتب میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ جو خود نہ آسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیجا۔

عرب منصف مزاج، بہادر اور سچے لوگ تھے:

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عبدالمطلب کے فرزندو! اے کعب کی اولاد! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑی کی دوسری جانب سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ [1]

یہ لوگ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے مخاطب فرمایا تھا ان پڑھ اور اُمی لوگ تھے، انھوں نے منطق اور فلسفہ نہیں پڑھا ہوا تھا، وہ افسانہ طرازی سے نا آشنا تھے۔ وہ لوگ حقیقت پسند اور سچ کے ساتھی تھے۔ جب آں حضرت نے ان کو مخاطب کیا تو انھوں نے صورتحال کا ایک جائزہ لیا اور اس ماحول کا اندازہ کیا جس میں آپ نے ان کو بلایا اور آگاہ کرنے والے کی حیثیت سے مخاطب کیا تو انھوں نے آپ کے طرزِ عمل کو اپنے پچھلے تجربات کی روشنی میں سمجھ لیا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ آپ پہاڑ کی بلندی پر ہیں، آپ اس جانب بھی دیکھ رہے ہیں جہاں ہم نیچے کھڑے ہو کر نہیں دیکھ سکتے، لہٰذا آپ حقیقتاً درست بات کہہ رہے ہیں، لہٰذا انھوں نے آپ کی بات کی تصدیق کرنے میں ذرا بھی تامل سے کام نہ لیا۔

[1] السهيلي، الروض الأنف في شرح سيرة النبوية لا بن هشام، ج ٣، ص ٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سارا مسئلہ ایک نادیدہ عالم پر ایمان لانے کا تھا:

جب یہ مرحلہ جو لازمی تھا ختم ہو چکا اور دوسرے مرحلوں میں داخل ہوئے تو فرمایا:

« فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ » ①

''میں تمھیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو میرے سامنے ہے۔''

لوگ یہ بات پوچھ سکتے تھے کہ آپ نے یہ عذاب کب اور کہاں دیکھا ہے؟ یہ شخص تو دیکھ سکتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہے لیکن جو نیچے والے ہیں وہ نہیں دیکھ سکتے، کیونکہ یہ لوگ منصف مزاج، صاحب عقل اور شجاع تھے، اس لیے انھوں نے سچائی کی تصدیق کرنے میں ذرا بھی تاخیر سے کام نہیں لیا، فوراً آپ کی بات کی تصدیق کر دی۔

انبیاء کوہِ رسالت کی چوٹی پر ہوتے ہیں، وہ عالم محسوس اور عالم غیب دونوں کو دیکھ رہے ہوتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو حکمت و دانائی عطا فرمائی ہوئی تھی آپ نے اس کی بدولت اپنے مخاطبین کو مقام نبوت اور منصب نبوت ایک بڑی بلیغ اور واضح مثال کے ساتھ سمجھا دیا۔ کیونکہ اگر اہل دنیا اپنے عالم محسوس کے مشاہدات پر یقین رکھتے ہیں تو منصب نبوت پر فائز شخص عالم غیب کو بھی دیکھ رہا ہوتا ہے، کیونکہ نبی کی فکر اور سوچ کا دائرہ کار لا محدود اور وسیع ترین ہوتا ہے۔ یہ خصوصیت نبی کے لیے عطیہ خاص من جانب اللہ ہوتی ہے۔ پیغمبر اس لیے اس جہاں پر ایمان لانے کی بات کرتا ہے جس کو عام آدمی دیکھ نہیں سکتا۔ اگر کسی نے نبی کی ایسی ایک بات کو مان لیا تو بعد میں وہ ایسی ہزار باتوں کو بھی ماننے پر تیار ہو جائے گا۔

① ابن كثير، البداية والنهاية : ج ٣، ص : ٨۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ایک حقیقی خطرہ جس کو مکہ والوں نے فراموش کیا ہوا تھا :

آپ ﷺ نے فرمایا:

« فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ »

میں تم کو آنے والے عذاب سے خبردار کرتا ہوں۔ آپ نے ان کو اس خطرے سے آگاہ کیا جو دائمی اور یقینی تھا، جو اس زندگی کا لازمی نتیجہ ہے جو وہ گزار رہے تھے۔ بت پرستی، ظلم و تعدی، شرک و کفر، برے رسم و رواج، غرض کہ وہ جاہلیت کی تاریک زندگی بسر کر رہے تھے، جس میں نہ ایمان کی روشنی تھی اور نہ ہی علم و عدل کا کوئی تصور تھا۔ پرہیزگاری و تقویٰ سے کوسوں دور تھے، ہمہ وقت ذہنی اضطراب اور گھٹن کا شکار تھے۔ ①

اور ارشاد گرامی ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ②

''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے فساد برپا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان بعض اعمال کی وجہ سے ان کو عذاب کا مزہ چکھائے، تاکہ وہ باز آجائیں۔''

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ③

''ہم ان کو جہنم کے عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھائیں گے، تاکہ وہ باز آجائیں۔''

❶ السهيلي، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام : ج ٣، ص ٥۔
❷ الروم : ٤١/٣٠۔
❸ السجدة : ٢١/٣٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عقائد اور اعمال و اخلاق کی اصلاح انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا موضوع ہوتا ہے، معاش، اقتصاد، سیاست، انتظام ریاست یہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے بنیادی موضوع نہیں ہیں، یہ دعوت کے ذیل میں ضرور آتے ہیں لیکن ہمہ وقت دعوت توحید الٰہی ہی کی ہوتی ہے۔ عصر جدید یا قدیم میں تحقیق و تجربہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی ہزاروں مفید اشیاء جو انسانی نفع کے لیے استعمال ہو رہی ہیں یہ تمام چیزیں اور ان کو دریافت کرنے والے قابل قدر ہیں لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کی خصوصیت اور ان کی دعوت و رسالت کا موضوع اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم، اس کی پسند اور ناپسند سے خلق خدا کو مطلع کرنا، عقائد و اعمال کی خاصیتوں سے پردہ اُٹھانا، اچھے اور برے میں تمیز، نیکی اور بدی میں فرق، کامیابی اور ناکامی کی وضاحت، جنت اور جہنم، ثواب اور عذاب، یہ نبیوں کی دعوت کے مقاصد ہوتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی پہلی اور ابتدائی دعوت میں یہی پیغام مخلوق خدا کی طرف منتقل کیا اور آج کے داعی حضرات کے لیے بھی یہی چیز القدوۃ الحسنہ کا درجہ رکھتی ہے کہ دعوت کس چیز کی اور کس طرح دی جائے، تاکہ اس کے اثرات سامنے آسکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منہجِ دعوت میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت و کردار (القدوۃ الحسنہ) کا دوسرا نادر نمونہ

غزوۂ حنین کے موقع پر قریش اور انصارِ مدینہ سے خطاب:

اب ایک دوسرا تابناک اور نادر نمونہ پیشِ خدمت ہے، جو دوسرے نمونوں سے اپنے رنگ میں جدا، اپنی نوعیت و خصوصیت کے لحاظ سے منفرد اور اسباب و ماحول کے اعتبار سے نادر ہے، لیکن پیغمبرانہ حکمت اور عقلی و بیانی بلاغت کی اعلیٰ مثال ہے۔ اس کی بلاغت صرف حسنِ بیان کی نہیں بلکہ عقل و فکر کے لحاظ سے بھی قابلِ مطالعہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ ایک حکیمانہ قیادت، دلوں کی فتح و تسخیر اور دماغوں کی عقدہ کشائی کی بھی اعلیٰ مثال ہے اور اس لائق ہے کہ ہر زبان اور ہر دور کے علمائے بلاغت اور علم نفسیات کے اساتذہ اس کو تحقیق و بحث کا موضوع بنائیں۔

رسول اکرم ﷺ جب غزوۂ حنین سے واپسی پر مقام جعرانہ پر آ کر رُکے تو آپ نے جنگی قیدی اور مالِ غنیمت تقسیم فرمایا، اس میں سے آپ نے قریش کے تازہ تازہ مسلمان ہونے والے سرداروں کو وافر حصہ عطا فرمایا جس کے دعوتی اور نفسیاتی مصالح تھے، جس میں سے ابوسفیان اور عکرمہ بن ابی جہل کو کافی سارا مال ملا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو انصار صحابہ پر بڑا اعتماد تھا اور آپ جانتے تھے کہ ان کی اسلام کے ساتھ وفاداری اور آپ کے ساتھ محبت و خلوص ہر شک و شبہ سے بالاتر اور داد و دہش سے مستغنی ہے، اس لیے ان کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس موقع پر زیادہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن انصار میں سے بعض نوجوان آپس میں اپنے اس احساس کا اظہار کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد کو غنیمت میں سے زیادہ حصہ عطا فرمایا ہے۔ ①

یہ خبر آپ ﷺ تک بھی پہنچی، آپ نے بظاہر اس چھوٹی سی بات کو نظرانداز نہیں کیا، کیونکہ آپ پیغمبر ہی نہیں بلکہ امت کے معلم و مربی، حکیم و معالج بھی تھے، آپ نے انصارِ مدینہ کو ایک مکان کے احاطے میں جمع ہونے کو کہا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس احاطے میں آج انصار کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی نہ ہو۔ جب تمام انصار کے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے یوں خطاب فرمایا:

احسان و اکرام صرف اللہ اور اس کے رسول کا ہے:

آپ ﷺ کے خطبے کا عربی متن:

« فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ : يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ! مَا قَالَةٌ بَلَغَتْنِي عَنْكُمْ، وَجِدَةٌ وَجَدْتُمُوهَا عَلَيَّ فِي أَنْفُسِكُمْ؟ أَلَمْ آتِكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللَّهُ، وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللَّهُ، وَأَعْدَاءً فَأَلَّفَ اللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ ! قَالُوا : بَلَى، اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ وَأَفْضَلُ .ثُمَّ قَالَ : أَلَا تُجِيبُونَنِي يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا :بِمَاذَا نُجِيبُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ الْمَنُّ وَالْفَضْلُ .قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَمَا وَاللَّهِ لَوْ شِئْتُمْ

① السهيلي، ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله (م ٥٨١هـ)، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ن ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، ط ، ٢٠٠٠ء ، ج ٧، ص ٣٠٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لَقُلْتُمْ، فَلَصَدَقْتُمْ وَلَصُدِّقْتُمْ : أَتَيْتَنَا مُكَذَّبًا فَصَدَّقْنَاكَ، وَمَخْذُولًا فَنَصَرْنَاكَ، وَطَرِيدًا فَآوَيْنَاكَ، وَعَائِلًا فَآسَيْنَاكَ .أَوَجَدْتُمْ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ فِي أَنْفُسِكُمْ فِي لُعَاعَةٍ مِنَ الدُّنْيَا تَأَلَّفْتُ بِهَا قَوْمًا لِيُسْلِمُوا، وَوَكَلْتُكُمْ إِلَى إِسْلَامِكُمْ، أَلَا تَرْضَوْنَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ، وَتَرْجِعُوا بِرَسُولِ اللَّهِ إِلَى رِحَالِكُمْ؟ فَوَالذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ، وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ شِعْبًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا، لَسَلَكْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْأَنْصَارَ، وَأَبْنَاءَ الْأَنْصَارِ، وَأَبْنَاءَ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ » [1]

''نبی ﷺ انصار میں تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: انصار کے لوگو! تمھاری یہ کیا چہ مگوئی ہے جو میرے علم میں آئی ہے؟ اور یہ کیا ناراضگی ہے جو جی ہی جی میں تم نے مجھ پر محسوس کی ہے؟ کیا ایسا نہیں کہ میں تمھارے پاس اس حالت میں آیا کہ تم گمراہ تھے تو اللہ نے تمھیں ہدایت دی اور تم محتاج تھے تو اللہ نے تمھیں غنی کر دیا اور تم باہم دشمن تھے تو اللہ نے تمھارے درمیان محبت پیدا فرما دی؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں! اللہ اور اس کے رسول کا بڑا فضل و کرم ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: انصار کے لوگو! مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ! بھلا ہم آپ کو کیا جواب دیں؟ اللہ اور اس کے رسول کا فضل و کرم

[1] السهيلي، ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد الله (م ۵۸۱ھ)، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ن ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، ط ، ۲۰۰۰ء، ج ۷، ص ۳۶۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ آپ نے فرمایا: دیکھو! خدا کی قسم! اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور سچ ہی کہو گے اور تمھاری بات سچ ہی مانی جائے گی کہ آپ ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ آپ کو جھٹلایا گیا تھا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا گیا تھا تو ہم نے آپ کی مدد کی، آپ کو دھتکارا گیا تھا تو ہم نے آپ کو ٹھکانا دیا تھا، آپ محتاج تھے تو ہم نے آپ کی غم خواری کی۔ اے انصار کے لوگو! تم اپنے دل میں دنیا کی عارضی دولت کے لیے ناراض ہو گئے جس کے ذریعے میں نے لوگوں کا دل جوڑا تھا، تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تم کو تمھارے اسلام کے حوالے کر دیا تھا۔ اے انصار! تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ اپنے گھروں میں اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ (ﷺ) کو لے کر اپنے گھروں کو پلٹو؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی کا ایک فرد ہوتا، اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں تو میں بھی انصار کی راہ چلوں گا، اے اللہ! رحم فرما انصار پر اور ان کے بیٹوں پر اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں پر۔‘‘

رسول اللہ ﷺ کا یہ خطاب سن کر لوگ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور وہ کہنے لگے کہ ہم راضی ہیں کہ ہمارے حصے میں رسول اللہ ﷺ ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ واپس ہو گئے اور لوگ بکھر گئے۔

داعی کا مدعو کے دل کی تہوں میں جاگزیں محبت اور ایمان و یقین کا اُبھارنا:

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے بات کو طول نہیں دیا، بلکہ اس موقع پر جو بات کسی سننے والے کے دل میں بطور جواب آ سکتی تھی اپنی زبان سے اس کا اظہار

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فرما کر ان کے سازِ محبت کو چھیڑ دیا اور دلوں کو دیوانہ کر دیا: ''اے انصاریو! آپ جواب میں کچھ نہیں کہتے؟''

لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کو کیا جواب دے سکتے ہیں؟ اللہ اور اس کے رسول کے احسان و کرم کے زیر بار شکر گزار ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: آپ جو کہیں گے درست کہیں گے اور میں بھی اس کی تصدیق کروں گا، بخدا آپ اس کے جواب میں کہیں گے کہ آپ ہمارے پاس اس حال میں آئے تھے کہ لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ اس حال میں آئے تھے کہ لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو ہم نے آپ کا ساتھ دیا، لوگوں نے آپ کو نکال دیا تو ہم نے آپ کو پناہ دی، آپ اس حال میں آئے تھے کہ خالی ہاتھ تھے تو ہم نے آپ کی خدمت و مدد کی۔

کیا کوئی قائد و راہنما، کسی قوم کا محسن یا کسی خاندان کا مربی ایسا ہوسکتا ہے؟ جو خود اپنے بارے میں ایسی بات کہے؟ اگر یہ حدیث سیرت نبوی میں مذکور نہ ہوتی اور امام بخاری نے اپنی الجامع الصحیح میں درج نہ کی ہوتی تو کسی مسلمان کی ہمت نہ پڑسکتی تھی کہ ان الفاظ کو اپنی زبان سے دہرائے۔

آپ کو لوگوں نے جھٹلایا تھا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی۔
لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا تو ہم نے آپ کی مدد کی۔
آپ نکالے ہوئے آئے تھے تو ہم نے آپ کی مدد کی۔

اس لیے تو آسمانوں سے رب نے اعلان فرما دیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ①

''کہ اللہ کے رسول محمد ﷺ تمھارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔''

① الأحزاب: ۲۱/۳۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

داعی اعظم ﷺ فرماتے ہیں: چند حقیر اشیاء کے لیے آپ ہم سے ناراض ہیں؟

جب آپ ﷺ نے انصار کے اندر جوش محبت اور وفا داری کے سوتے کو چھیڑ دیا اور اس کا بٹن دبا دیا، تو ان کی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں ہو گیا، آنسوؤں سے دل کے بند ٹوٹ گئے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں:

انصار کے لوگو! آپ کے دلوں میں چند حقیر اشیاء کی وجہ سے شکایت پیدا ہوئی، جن کے ذریعے میں نے لوگوں کی تالیف قلب کی، تاکہ وہ اسلام پر پختہ ہو جائیں اور آپ کے معاملے میں اسلام کو کافی سمجھا۔[1] جس سے آپ کا رشتہ پہلے سے قوی اور ناقابل شکست ہو گیا۔

داعی حضرات یہاں غور کریں! یہاں نبی اکرم ﷺ نے کس طرح (اسلام اور ذات نبوی کے ساتھ) ان کے تعلق کو ایک نئی زندگی، نئی روح اور نیا جوش عطا فرمایا اور اس طرح ان میں محبت کی ایک تیز رو آئی اور سب اعتراضات خس و خاشاک کی طرح بہ گئے۔ آپ ﷺ نے لفظ "لعاعة" فرمایا تھا جس کے معنی ہے سطح زمین پر اُگنے والی روئیدگی، حقیر قسم کی گھاس وغیرہ، یہاں اس کا ترجمہ موقع کی مناسبت سے حقیر اشیاء کر دیا گیا ہے۔

جس کے ذریعے میں نے کچھ لوگوں کی تالیف قلب کا کام لیا تھا اور آپ کے معاملے میں آپ کے ایمان پر اعتماد کیا تھا۔ اس کے بعد وہ بات بیان فرمائی جو پہاڑوں کے دل چیر دے اور جس کو سن کر زمین سے چشمے پھوٹ پڑیں اور معجزات کا ظہور ہو اور آپ کے اعجازی کلام اور "القدوة الحسنة" کا نمونہ ایک تاریخی دستاویز کی طرح امت کے لیے باقی رہ جائے، تاکہ امت قیامت تک اور داعین ہمیشہ کے لیے اس سے روشنی حاصل

[1] صفی الرحمٰن، مولانا، الرحیق المختوم، ص ۵۷۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے رہیں اور میدانِ دعوت میں آنے والے حوادث میں ثابت قدم رہ سکیں۔ ①

آپ ﷺ فرماتے ہیں: انصار میرے ہیں اور میں ان کا ہوں:

« اَلْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ »

''انصار شعار ہیں اور لوگ دثار ہیں۔''

شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اور دثار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اس کے اوپر پہنا جاتا ہے۔

اے انصاریو! کیا تمہیں یہ چیز پسند نہیں ہے کہ لوگ تو اپنے گھروں کو اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور آپ اللہ کے رسول کو واپس لے کر جاؤ؟ اللہ کی قسم! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں خود انصار کا ایک فرد ہوتا، لوگ مختلف راستوں پر چلیں تو میں اس راہ پر چلوں گا جس پر انصار چلیں گے، انصار میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔

اے اللہ! انصار پر، انصار کی اولاد پر، انصار کی اولاد کی اولاد پر اپنا رحم وکرم فرما۔ آمین! پھر کیا ہوا؟ وہی ہوا جس کی توقع تھی اور جو قدرتی بات تھی، وہ زار وقطار رو رہے تھے، ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں اور کہہ رہے تھے:

« رَضِينَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ قِسْمَةً وَ حَظًّا » ②

''ہم اپنی قسمت پر نازاں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے حصے میں آئے ہیں، جو ہمارے نصیب میں آیا ہم اس پر راضی ہیں۔''

انسانی ادب کی تاریخ کا اعلیٰ ترین نمونہ:

بخدا اگر دنیا کی کسی زبان میں اور دنیا کے کسی مذہب کی تاریخ میں تلاش کیا جائے

❶ ندوی، ابو الحسن علی، مولانا، سید، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب، ص ۱۳۸۔
❷ البخاری، کتاب المناقب، باب فضائل الأنصار۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو اس سے زیادہ بلیغ انداز موعظت انسانی نفوس کے ایسے عمیق علم اور انسانی قلوب کی ایسی چارہ سازی اور مسیحائی کی مثال کہیں اور نہیں مل سکتی۔ ①

منہج دعوت میں شخصی کردار کی تاثیر و اہمیت کے یہ وہ نمونے ہیں جو انسانی ادب اور ذخیرۂ کتب میں بے مثال اور زندہ جاوید ہیں اور اسلامی تاریخ کا دامن ان نمونوں سے بھرا ہوا ہے، جس نمونے کو بھی دیکھیں گے دل باغ باغ ہو جائے گا اور روح وقلب معطر ہوں گے۔

① ندوی، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب، ص ۱۴۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب
03

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی اسالیب میں شخصی کردار کے نمونے

مکی دور

فصل اوّل : بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مکی دور، داعیٔ کائنات پر وحی کا آغاز
فصل دوم : پسِ پردہ دعوتی مراحل میں منہج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
فصل سوم : علانیہ دعوت
فصل چہارم : بیرونِ مکہ دعوتِ اسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل اوّل

بعثت نبوی ﷺ اور مکی دور، داعیٔ کائنات پر وحی کا آغاز

فریضۂ دعوت وتبلیغ کی ادائیگی اور انسانی رشد و ہدایت کے لیے کائنات سے تاریکی و جہالت کے خاتمے کی غرض سے ذاتِ حق نے جب اپنے آخری نبی سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث کرنا چاہا تو حسب سابق قانونِ قدرت کے مطابق دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح ذاتِ حق نے جنابِ رسالت مآب خاتم النّبیین ﷺ کو بھی وحی کے لیے منتخب کیا تو بقول سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رویائے صادقہ کے ذریعے اس کا آغاز ہوا، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَ تْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ »[1]

---

[1] البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع (م ۲۳۰ھ) الطبقات الکبریٰ المحقق، احسان عباس، ن، دار الصادر، بیروت، ط ۱۹۶۸، ج ۱، ص ۱۹٤۔ السہیلی، ابو القاسم، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد، الروض الأنف فی شرح السیرة النبویة لابن ہشام، المحقق عمر عبد السلام اسلامی، ن، دار إحیاء التراث، عربی بیروت، ط ۲۰۰۰ء، ج ۲، ص ۲۵۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''وحی کی ابتدا نبی اکرم ﷺ پر جو ہوئی وہ سچے خواب تھے جو نیند میں آتے، آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح روشن کی طرح سچا ہوتا، پھر آپ کو علیحدگی پسند آ گئی۔''

ایک عظیم منصب کے لیے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کا انتخاب کیا تو سچے خوابوں کے ذریعے سے آپ کی راہنمائی کرنا شروع کر دی جس سے آپ کو ایک نیا حوصلہ ملا اور ایک نئی امید پیدا ہوئی کہ میرا رب مجھ پر کرم کرنے والا ہے، لہٰذا آپ نے دنیا سے مزید رابطہ منقطع کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر اور تدبر کرنے میں مشغول ہو گئے اور دنیا داری کے جھنجھٹوں سے آپ نے علیحدگی اختیار کر لی، تاکہ آپ یک سو ہو کر ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اپنا رابطہ مضبوط کر سکیں اور دعوت وتبلیغ کی عظیم ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے تیار ہوں، تزکیۂ نفس، تقویٰ، صبر و استقامت، تحمل و بردباری جیسی صفات اپنے اندر پیدا کر سکیں، کیونکہ فریضۂ دعوت کی ادائیگی کے لیے ایک داعی کے اندر ان صفات حمیدہ کا ہونا لازمی ہے، سچے خوابوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی توجہ اپنی ذاتِ گرامی کی طرف مبذول کرائی جس سے آپ کے قلب وجگر میں ایک بے پناہ، طلاطم خیز جذبہ اشتیاق پیدا ہوا جس نے اللہ رب العزت کی ذات گرامی کو مہربانی اور فضل وکرم پر متوجہ کر لیا، جس کے نتیجے میں ذاتِ باری تعالیٰ نے اعلان فرمایا:

﴿إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ﴾ ①

''بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے جیسا کہ ہم نے وحی کی تھی نوح کی طرف اور دیگر انبیاء کی طرف اس کے بعد۔''

نبی اکرم ﷺ کے سچے خوابوں کے بعد فوراً ہی وحی حقیقی کا نزول شروع ہو گیا، جس

① النساء: ٤/١٦٣۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے سیدہ آمنہ بنت وہب کا درِّ یتیم سید الانبیاء، امام الاولین والاخرین اور خاتم المرسلین بن کر طلوعِ اُفق پر نمودار ہوا، جس نے شمس الضیا اور قمر الدجیٰ بن کر پوری کائنات کو نورِ اسلام سے منور کر دیا، تاریکی کو روشنی اور ظلم کو عدل میں تبدیل کر دیا اور کرۂ ارض کو امن کا گہوارہ بنا دیا۔ ①

غارِ حرا میں علیحدگی اور بعثت:

قوم کی مذہبی اور سماجی جہالت، غلط قسم کے رسم و رواج، شرک و بدعات، اخلاقی بدحالی، سرعام بے حیائی، شراب نوشی، بت پرستی، خرافات کو مذہب کا درجہ دینا، دینِ ابراہیم سے انحراف جیسی بیماریوں نے آپ ﷺ کو اپنی قوم سے بدظن کر دیا جس کی وجہ سے قوم اور آپ کے درمیان فاصلے بڑھتے چلے گئے تو آپ نے مکہ شہر سے دو تین کلومیٹر دور غارِ حرا میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اللہ تعالیٰ کی بندگی و عبادت، غور و فکر اور تدبر میں مصروف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور فیصلے کا انتظار کرنے لگے۔ صحیح بخاری و کتبِ سیرت میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے:

« وَ كَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ ـ وَهُوَ التَّعَبُّدُ ـ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا، حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ: اقْرَأْ، قَالَ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، قَالَ: فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: اقْرَأْ، قُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي،

① صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص ۹۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقال: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ ①

''اور آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں کئی کئی راتوں تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور واپس گھر نہ آتے اور کھانے پینے کا سامان بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ جب چیزیں ختم ہو جاتیں تو پھر سیدہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آتے اور اپنا زادِ راہ لے کر واپس غار میں چلے جاتے۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس حق آ گیا اور آپ غار ہی میں تھے۔ فرشتہ آیا، اس نے کہا: پڑھ، میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اس فرشتے نے مجھے پکڑا اور خوب زور سے دبایا اور چھوڑ کر کہا: پڑھو۔ تو میں نے پھر کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اس نے دوسری بار مجھے پکڑا اور خوب زور سے دبایا جس سے مجھے تکلیف ہوئی اور چھوڑ کر کہا: پڑھو تو میں نے پھر جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، پھر اس نے تیسری بار پکڑا اور خوب زور سے دبایا جس سے مجھے تکلیف ہوئی اور چھوڑ کر کہا، پڑھو:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ ②

''اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا ہے۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا پروردگار بڑی عزت والا ہے۔''

اب تیسری بار کے بعد اللہ رب العزت نے اپنے نبی کی زبان پر وحی کے الفاظ کو

① السهيلي، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ج ٢، ص ٢٥٠۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج ١، ص ١٩٤، ١٩٥۔

② العلق: ١/٩٦ تا ٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاری فرما دیا اور آپ نے آسانی کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ قرآن مجید کی صورت میں پہلی وحی ہے جو آپ کے قلب منور پر نازل کی گئی۔

یہ وحی الٰہی کا پہلا سبق ہے جو داعی اعظم ﷺ کو میدانِ دعوت میں اُتارنے سے پہلے پڑھایا گیا کہ اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے یہ ساری کائنات پیدا کی ہے۔ داعی کو اسم الٰہی کی معرفت و برکات سے معمور کیا گیا ہے کہ جس اللہ کے دین کی دعوت کا کام کرنا ہے وہ پیدا کرنے والا ہے۔ انسان کی پیدائش اس کی عظمت و ربوبیت کا عظیم شاہکار ہے، پڑھ تیرا رب بڑی عظمتوں کا مالک ہے، اس کی زمین پر سوائے اس کے کسی سے ڈرنا نہیں، عزت و ذلت سب اُسی کے اختیار میں ہے۔ نفع ونقصان اور زندگی وموت کا وہی مالک ہے۔ وحی کے برقی نزول نے ایک لامتناہی کرنٹ اور قوتِ متحرکہ کو اپنے نبی کے اندر جمع کر دیا جس کی بدولت آپ دنیا میں ایک عظیم تبدیلی اور انقلاب کے قابل ہو گئے۔ آپ کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں میں تبدیلی واقع ہوئی، قوتِ متحرکہ اور متخیلہ میں بیداری آئی اور آپ دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے تیار ہو گئے۔

اس پہلی وحی کے نزول کے بعد آپ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس پلٹے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ: لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي » [1]

”نبی ﷺ (غارِ حرا) سے واپس لوٹے اور آپ کا جسم کانپ رہا تھا، آپ

[1] ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین الجوزی (م ٧٥١ھ)، زاد المعاد فی ھدیة خیر العباد، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط ١٩٩٤، ج ١، ص ٨٥۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہہ رہے تھے کہ مجھ پر چادر ڈالو، مجھ پر چادر ڈالو، تو انھوں نے آپ پر چادر ڈال دی حتیٰ کہ آپ سے کچھ خوف دور ہوا، تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تمام واقعہ سنایا اور آپ فرماتے ہیں کہ مجھے میری جان کا خطرہ ہے۔''

پہلی بار جب آپ ﷺ کے ساتھ غارِ حرا میں یہ واقعہ پیش آیا تو آپ فطرتی طور پر کچھ خوف زدہ ہو گئے۔ وحی الٰہی کا انجذاب جسم عنصری سے برداشت نہ ہو پا رہا تھا جس کی وجہ سے آپ کو بخار ہو گیا۔ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ پر کمبل ڈال دیا اور آپ نے کچھ دیر آرام و سکون فرمایا تو آپ کی طبیعت سنبھل گئی، اس کے بعد آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ سارا واقعہ سنایا کہ غارِ حرا میں جب میں مصروفِ عبادت تھا تو میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو جو تسلی دی اور نفسیاتی طور پر جو اطمینان دلایا وہ الفاظ بڑے شاندار اور دلربا ہیں، جن سے آپ کو بڑا حوصلہ ملا اور امید کی نئی کرن پیدا ہوئی اور آپ میدانِ دعوت کی شہ سواری کے لیے تیار ہو گئے۔ ①

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا داعیِ اعظم کے شخصی کردار و سیرت پر سنہری الفاظ میں تبصرہ اور شہادت:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ سے ساری تفصیل سننے کے بعد فرماتی ہیں:

« كَلَّا وَاللَّهِ ! مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ

① البخاري، باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ۔ ابن كثير، ابو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير القرشي(م ٧٧٤ھ)، البداية والنهاية، ن، دارالهجر للطباعة والنشر والتوزيع والاعلان، ط، ١٩٩٧ء، ج ٣، ص ٤٧٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحَقِّ »[1]

"ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اللہ کبھی آپ کو رسوا نہیں کرے گا (ضائع نہیں کرے گا) اس لیے کہ آپ اپنے قریبیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں اور کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور ناداروں کی خدمت کرتے ہیں اور مہمان کی عزت کرتے ہیں اور آپ حق کا ساتھ دیتے ہیں۔"

میدانِ دعوت میں اترنے سے قبل ہی آپ کے اندر وہ تمام فضائل و کمالات اور اوصافِ حمیدہ موجود تھے جو کسی بھی کامیاب داعی کے اندر ہونا ضروری تھے۔ یہ شخصی کردار کی وہ خوبیاں ہیں جو ایک داعی کو اپنے مشن میں کامیابی سے سرفراز کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت کا زمانہ ہے ساڑھے نو سو سال اور آپ ﷺ کی دعوت کا زمانہ ہے تئیس سال، وہاں ایمان لانے والوں، دعوت قبول کرنے والوں کی تعداد ہے چندلوگ لیکن یہاں صرف حجۃ الوداع میں خطبہ حج سننے والوں کی تعداد ہے بمطابق مختلف روایات ایک لاکھ سے زائد۔ اس کی وجہ یہی وہ دعوتی صفات ہیں جو داعی کو کامیابی سے ہمکنار کرتی ہیں۔

یہ ایک بیوی کی شہادت ہے اپنے شوہر نامدار کے متعلق اس زمانے میں کہ جب لوگ عورتوں کی منڈیاں لگاتے تھے، عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ بیوی بعض اوقات اپنے خاوند کے بارے میں منفی سوچ رکھتی ہے لیکن یہاں بیوی خاوند کی نبوت کی پیشین گوئی بھی کر رہی ہے، نشاندہی بھی اور تصدیق بھی، حوصلہ دے رہی ہے اور رحم و کرم کے ساتھ معاملے کی تفہیم اور حقیقت دریافت کرنے کے لیے مہربان و غم خوار بن کر خلوص اور ہمدردی کے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر جا رہی ہیں۔

[1] البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ : ۳۔ صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص ۹۴۔ ابن قیم، زاد المعاد فی ھدیۃ خیر العباد، ج ۱، ص ۸۵، ۸۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر جانا اور آپ کے متعلق ورقہ اور خدیجہ کا تجزیہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الكِتَابَ العِبْرَانِيَّ، فَيَكْتُبُ مِنَ الإِنْجِيلِ بِالعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ: يَا ابْنَ عَمِّ! اسْمَعْ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى؟ » [1]

"سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر آئیں جو حضرت خدیجہ کے چچا کے بیٹے تھے اور وہ زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے، وہ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھتے تھے، حسب توفیق الٰہی اور وہ بہت بوڑھے آدمی تھے اور اندھے ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھائی کے بیٹے سے بات سنو! تو ورقہ نے کہا اے میرے بھتیجے! تو کیا دیکھتا ہے؟"

ورقہ اپنے وقت کے عظیم داناؤں میں شمار ہوتے تھے اور کتب سابقہ کے ماہر تسلیم کیے جاتے تھے۔ عمر اور تجربہ کے اعتبار سے بھی ان کی شخصیت قابل التفات تھی، اس لیے

[1] بخاری: ٣۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج ١، ص ١٩٤، ١٩٥۔ ابن هشام، عبد الملك بن هشام بن ايوب المعافرى (م ٢١٣هـ)، السيرة النبوية، تحقيق مصطفى السقاء، ن، شركة مكتبة و مطبعة، مصطفى البابى، الحلبى، مصر، ط الثانية، ١٩٥٥، ج ١، ص: ٢٣٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے کیس میں ان کو اس قابل سمجھا کہ مجھے ان سے دریافت کرنا چاہیے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ فیصلہ انتہائی مناسب اور دانش مندانہ تھا، کیونکہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کا معاملہ بڑا حساس تھا اور آپ زندگی کے انتہائی اہم موڑ پر کھڑے تھے۔ یہ کیس کسی طبیب و حکیم اور معالج کے متعلق نہیں تھا، یہ کسی عظیم مذہبی راہنما اور اہل علم کے متعلق تھا جو سماجی توہمات سے ہٹ کر سابقہ مذہبی علوم کی روشنی میں کیس کو سمجھتا اور غور وفکر کے بعد فیصلہ دیتا اور حقیقت کی نشاندہی کرتا اور ورقہ اس مسئلے میں سب سے بہتر تھے۔ ورقہ بن نوفل نے بڑے تحمل کے ساتھ آپ کی بات سنی اور فرمایا:

« هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى مُوسَى »

''یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) پر وحی لاتا تھا۔''

کاش کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔

نبی اکرم ﷺ ورقہ کی بات سے حیران ہو کر پوچھتے ہیں: « أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ ؟ » کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟

ورقہ نے کہا جب بھی کوئی آدمی آپ جیسی بات لے کر آیا تو اس کی قوم نے اس کے ساتھ یہی سلوک کیا اور فرمایا:

« إِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا »[1]

---

[1] بخاری : ٣۔ صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص ٩٩۔
البدایۃ والنہایۃ میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ورقہ بن نوفل کے ایمان لانے کی صراحت کی ہے۔ ج ٣، ص ١٣ تا ١٨ تک کئی روایات کو ذکر کرنے کے بعد ان کا تحلیلی تجزیہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: و تقدم الكلام على ايمان ورقة بن نوفل بما وجد من الوحي و مات في الفترة رضي الله عنه۔ اس کے اُردو ترجمہ دارالاشاعت کراچی کے نسخہ میں باقاعدہ شہ سرخی کے ساتھ عنوان قائم کیا گیا ہے کہ ورقہ بن نوفل کا ایمان لانا اور نیچے پوری تفصیل بیان کی گئی ہے کہ ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر آپ کی نبوت کی تصدیق فرمائی تھی اور آپ کی مدد کا اعلان بھی کیا تھا، لیکن وہ فترت وحی کے زمانہ میں ہی وفات پا گئے، جس کی وجہ سے وہ زیادہ عرصہ آپ کی مدد نہ کر سکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اگر میں نے آپ کی نبوت اور دعوت کا زمانہ پایا تو میں آپ کی بے حد مدد کروں گا۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب اور ورقہ کی بصیرت اور ان دونوں کا تحلیلی تجزیہ اپنے دلائل و براہین کی روشنی میں بالکل برحق اور سچ پر مبنی تھا۔ نبوت محمدی ﷺ کے پہلے نشاندہی کندہ ورقہ بن نوفل ہیں اور پہلی تصدیق کندہ سیدہ خدیجہ ہیں اور دونوں کے فیصلے کی بنیاد آپ کی حیاتِ سابقہ اور بلند کردار اور شخصی اسلوب ہے جس کو اہل انصاف کے ہاں رد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ عدل و انصاف کا تقاضا بھی یہی بنتا ہے۔

فترتِ وحی اور سورۂ مدثر کا نزول:

غارِ حرا میں پہلی وحی ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ.....﴾ سورۂ علق کی ابتدائی آیات کے نزول نے آپ ﷺ میں ایک جذبہ اشتیاق پیدا کر دیا اور آپ میں نزول وحی کی تمنا مزید بڑھ گئی کہ وہی فرشتہ دوبارہ آئے جو پہلی مرتبہ آیا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ کو حوصلہ دینا اور نبوت ملنے کی طرف اشارہ تھا، دوسرا ورقہ بن نوفل کی نشاندہی بھی آپ کے جذبے کو اُجاگر کر رہی تھی، تیسری چیز وحی کے نزول سے آپ کو ملنے والا سرور و لطف اور روحانی شرف و کمال تھا جس نے آپ کے جسم و روح کو ایک مخصوص قوت عطا کی تھی، جس کی وجہ سے آپ چاہتے تھے کہ دوبارہ وحی آئے لیکن مالک القدوس کی حکمت کہ کچھ مختصر عرصے کے لیے وحی کی آمد رک گئی اور آپ پریشان سے ہو گئے۔ اس دورانیہ میں نبی اکرم ﷺ کے دل میں مختلف خیالات بھی جنم لے رہے تھے، کیونکہ ابھی پہلی وحی کے نزول سے تو تمام معاملات کا پتا نہیں چل گیا تھا۔ محمد بن اسحاق کی بیان کردہ روایت کے مطابق تو اس دوران آپ اتنا پریشان ہو گئے کہ آپ کو کوئی پتا ہی نہیں چل رہا تھا کہ میرا معاملہ کیا ہے؟[1]

[1] بخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ج ٤، ص ٣٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

« أَنَا أَمْشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَرُعِبْتُ مِنْهُ، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ) إِلَى قَوْلِهِ (وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ) فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ »

''میں چل رہا تھا تو مجھے آسمانوں سے آواز آئی، میں نے اوپر کی طرف نگاہ اُٹھا کے دیکھا تو وہ وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس غارِ حرا میں آیا تھا، جو ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور کرسی آسمانوں اور زمینوں کے درمیان تھی۔ میں اسے دیکھ کر ڈر گیا اور میں واپس گھر پلٹ آیا اور میں نے آ کر کہا کہ مجھے چادر اوڑھ دو، مجھے چادر دے دو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ مدثر نازل فرمائی: ''اے چادر اوڑھنے والے اُٹھ اور قوم کو ڈرا، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر، اور اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھ، اور اپنے آپ سے پالیدگی کو دور کر۔'' پھر اس کے بعد وحی کا پے در پے نزول شروع ہو گیا۔''[1]

سورۂ مدثر کی روشنی میں داعی کی شخصیت کا نمونہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو میدانِ دعوت و جہاد میں اتارنے سے پہلے آپ کے شخصی احوال و کردار کی اصلاح کا حکم صادر فرمایا ہے اور یہ بات بالکل ابتدائی وحی میں ہی کہہ دی ہے، تاکہ نبی پوری تیاری کے ساتھ میدانِ دعوت میں قدم رکھے، کیونکہ دعوتِ دین

[1] بخاری: ٤۔ الطبری، أبو جعفر، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير (م ٣١٠ھ) تاريخ الرسل والملوك، ن، دار إحياء التراث، بيروت، ج ٢، ص ٢٩٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک بڑا اہم منصب ہے، اس کی ادائیگی کے لیے داعی کا ہر اعتبار سے مثالی ہونا ضروری ہے، اس لیے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ ①

''اے چادر اوڑھ کر سونے والے! اُٹھ اور ڈرا۔''

سابقہ بیان کردہ روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کیونکہ گھر واپس آ کر چادر لے کر لیٹ گئے تھے، جو سستی کی علامت تھی، فرمایا سستی چھوڑ اور اُٹھ جا اور اپنے فرض دعوت ادا کر۔ لوگوں کو عذابِ آخرت سے ڈرا، کیونکہ اس وقت عرب و عجم کے تمام لوگ اللہ وحدہ کی بندگی اور توحید خالص سے منہ موڑ چکے ہیں اور دنیا پر ایک تاریک رات طاری ہے اور آخرت میں جو عذاب ملنے والا ہے جس کو یہ عرب والے بھی اور عجم والے بھی بھول چکے ہیں آپ انھیں ڈرائیں اور اللہ کی کبریائی بیان کرو، تاکہ یہ گمراہ لوگ بھی اس عقیدے کو مان کر اللہ کی بندگی پر لگ جائیں۔ داعی کا کام معاشرے میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق شعور بیدار کرنا ہے، تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور ذات پر ایمان لے آئیں اور دعوت اصل میں ہے ہی اسی چیز کی۔ جو دعوت عقیدۂ توحید سے خالی ہو وہ دعوت کسی کام کی نہیں ہوتی۔ داعی میں سستی اور کاہلی ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ داعی کی دعوت کا بنیادی نقطہ توحید ہونا چاہیے، جو تمام معبودانِ باطلہ کی بندگی سے نجات دلا کر انسان میں جرأت اور بہادری پیدا کرے، خوف اور توہم پرستی سے نجات دلائے اور داعی کا اپنا عقیدہ اور ایمان پختہ ہونا چاہیے۔

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾

''اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو۔''

یعنی داعی کا ظاہری لباس بھی صاف ستھرا اور جاذبِ نظر ہونا چاہیے جو اس کی شخصیت کو

① المدثر: ۷۴/ ۱، ۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاذبِ نظر اور متاثر کن بنانے والا ہو۔ داعی کی ظاہری اور باطنی طہارت بہت ضروری ہے، نبی اکرم ﷺ ان آیات کے نزول کے بعد اس چیز کا خاص خیال رکھتے تھے، دوسرے ممالک سے آنے والے وفود سے ملاقات کے وقت آپ سفید اور خاص لباس زیب تن کرتے جو آپ کے حسن کو حسن یوسف سے بھی زیادہ خوبصورت بنا دیتا۔ آپ کو سفید لباس بہت زیادہ پسند تھا۔ آپ سر میں تیل لگاتے اور بالوں میں کنگھی کرتے، ہر جمعہ کو اہتمام کے ساتھ غسل کرتے، نیز آپ ﷺ فرماتے:

« الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ » ①

''جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔''

عقیدے اور ایمان کی طہارت باطنی طہارت ہے، لباس و جسم کی طہارت ظاہری طہارت ہے، داعی کے لیے دونوں طہارتوں کا اہتمام ضروری ہے۔

﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ ②

''اپنے آپ سے پالیدگی کو دور کرو۔''

اہل عرب میں پائی جانے والی عقائد و اعمال کی گندگی، خرافات و توہمات کی گندگی، بتوں کی عبادت و ریاضت کی گندگی، سوچ اور فکر کی پالیدگی، لباس و اطوار کی پالیدگی جو عربوں کے مذہب کا حصہ تھی، فرمایا اس کو چھوڑ دو، حالانکہ آپ کے اندر تو یہ چیزیں نہیں تھیں، لیکن آپ کو حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ عوام الناس کو سمجھایا جائے۔ عرب صاف ستھرے نہیں رہتے تھے، عقائد کی خرابی کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی گندے تھے۔ بعض کئی کئی سال تک غسل نہیں کرتے تھے، جیسے آج کل کے ملنگ وغیرہ یا ہندو سادھو وغیرہ ہوتے ہیں۔

① الآلوسی، شهاب الدین، محمود بن عبد الله (م ١٢٧٠هـ) روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی، ن ، دار الکتب العلمیه، بیروت، ط، ١٤١٥هـ، ج ١٥، ص ١٢٩ ۔

② المدثر : ٧٤/٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میدانِ دعوت میں داعی کے لیے ظاہری اور باطنی صفائی کا التزام ضروری اور لازمی ہے۔نفسیاتی طور پر بھی یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اگر انسان کا لباس معیاری ہو اور ظاہر و باطن صاف ستھرا ہو تو اس کی شخصیت زیادہ مؤثر اثرات رکھتی ہے۔اسی لیے عصر جدید میں شخصی کردار کی تعمیر و تربیت پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔نبی اکرم ﷺ کو خوشبو بہت زیادہ پسند تھی، آپ باقاعدہ اس کا استعمال کرتے تھے۔

نبی ﷺ پر نزولِ وحی کی کیفیت:

وحی رسالت کا مصدر اور دعوت کی کمک اور بنیاد ہے۔انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت اسی سے وابستہ ہے۔علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی معروفِ زمانہ سیرت ''زاد المعاد فی ہدی خیر العباد'' میں اس کی آٹھ کے قریب کیفیات و اقسام بیان کی ہیں جو کتب حدیث و سیرت میں مذکور اور وارد ہیں:

۱۔ الرؤیا الصادقہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صحیح بخاری میں بیان کرتی ہیں:

« أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ » ①

اور ابن سعد کے الفاظ ''الرؤیا الصادقہ'' کے ہیں کہ نبی ﷺ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا، جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ ②

۲۔ حارث بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نزول وحی کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« فَقَالَ أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ،

① البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔

② ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، ج ۳، ص ۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ » ①

''فرمایا کبھی وحی گھنٹی کے بجنے کی طرح نازل ہوتی تھی، وہ مجھے بڑی سخت محسوس ہوتی ہے جس سے مجھے سخت سردی میں بھی پسینہ آ جاتا ہے۔ فرشتہ مجھ سے بات کرتا ہے تو میں اس کی بات کو یاد کر لیتا ہوں۔''

۳۔ « وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ »

''کبھی فرشتہ انسانی شکل میں آتا ہے، وہ میرے ساتھ بات کرتا ہے تو میں اُسے یاد کر لیتا ہوں۔''

اس صورت میں صحابہ بھی فرشتے کو دیکھ لیتے تھے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث جبریل علیہ السلام کے نام سے ایک معروف حدیث ہے جس میں جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے تھے اور صحابہ نے دیکھا تھا۔

۴۔ کبھی فرشتہ اپنی اصل اور پیدائشی صورت میں سامنے آتا، جیسا کہ سورت النجم میں

① البخاری، باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔ السهيلي، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ج ۲، ص ۲۵۰، ۲۵۱۔

نبوت، وحی، الہام اور معجزات کے متعلق جو استشراق اور فلاسفہ کے اعتراضات ہیں علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے اپنی سیرت النبی ﷺ (ن، ادارہ اسلامیات، لاہور) میں ص ۶۲ تا ۱۲۶ پر ان کا بطورِ خاص جائزہ لیا ہے اور بڑے مدلل اور مسکت علمی انداز میں جوابات دیے ہیں۔ سیرت کی غالباً یہ واحد کتاب ہے جس میں مصنف مرحوم نے اس کا خاص اہتمام کیا ہے اور اہل علم کے لیے لائق دید ہے۔ اسی طرح علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی نے بھی استشراق پر ایک مستقل کتاب بھی تیار کروائی ہوئی ہے، وہ بھی بڑی اہم کتاب ہے۔ اسی طرح M.A اسلامیات میں تاریخ حدیث کوڈ 4556 کے مضمون میں بھی اس کے لیے دو مستقل یونٹ موجود ہیں جو بہت ہی اہم ہیں۔ یہ کتاب شعبہ حدیث وسیرت کے مایہ ناز استاد جناب علی اصغر چشتی صاحب کی تحریر وتحقیق پر مشتمل ہے۔ کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ نے اس کی اشاعت کا انتظام کیا ہے۔ اپنے فن میں بڑی اہم کتاب ہے، اہل ذوق وہاں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں بھی اس کا خصوصی انتظام کیا ہے۔ یہ کتاب بھی اس حوالے سے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

آتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس صورت میں جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

۵۔ وحی کی وہ کیفیت جو معراج میں نماز کے متعلق بار بار آنے جانے کی صورت میں ہوتی رہی، جو کہ ورائے حجاب تھی۔

۶۔ بغیر فرشتے کے اللہ تعالیٰ کوئی بات اپنے نبی کے دل میں ڈال دیتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کی گفتگو ہوئی ہے اور یہ حجاب اور پردے کی صورت میں تھی۔ ایک مرتبہ درخت کی جانب سے بھی موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی تھی۔

۷۔ فرشتہ دکھائی دیے بغیر ہی کوئی بات دل میں ڈال دیتا تھا۔

بعض لوگ بغیر حجاب اور پردے کے اللہ تعالیٰ سے گفتگو کے قائل ہیں اور وہ اسے آٹھویں قسم بناتے ہیں، جو کہ منہجِ سلف وخلف کے خلاف بات ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

نبوت، وحی اور الہام کے بارے میں جو فلاسفہ اور استشراق کے اعتراضات و مقالات ہیں وہ ہمارا موضوع نہیں ہیں، انھیں ان کی متعلقہ کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

نبی ﷺ کا اخذ وحی کا طریق:

شروع شروع میں یعنی ابتدائی زمانہ میں جب آپ پر وحی کا نزول ہونا شروع ہوا تو آپ بھی فرشتے کے ساتھ ساتھ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے اور وحی کے الفاظ کو یاد کرنے کی کوشش کرتے، جیسے شاگرد استاد کے پیچھے پڑھتا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما جب نبی پاک کی اس کیفیت کو بیان کرتے تو وہ خود بھی اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے اور فرماتے کہ میں نے اس طرح نبی ﷺ کو حرکت دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ [1]

[1] البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وحی کا نزول اور معاملہ چونکہ اعجازی ہے، نبی ﷺ کا یہ تکلف صرف ایک تدبیر تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا اور وحی کو یاد کروانے اور اس کے تحفظ کا ذمہ بھی اللہ نے خود اپنے ذمے لے لیا اور حکم نازل فرما دیا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ ①

''آپ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں اور نہ ہی (وحی) کو اخذ کرنے میں جلدی کیا کریں، بے شک ہمارے ذمے ہے اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا۔ جب ہم پڑھ لیں تو پھر آپ ہمارے پڑھے ہوئے کی پیروی کریں۔ پھر اس کا بیان کرنا بھی ہمارے ذمے ہے۔''

یعنی وحی کا سارا معاملہ ہی اعجازی ہے، اس میں آپ کو تکلف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

« فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ » ②

''اس کے بعد جب بھی جبریل علیہ السلام آتے تو آپ غور سے اس کی بات سنتے، جب وہ چلے جاتے تو بعد میں نبی اکرم ﷺ اسی طرح (آسانی کے ساتھ) پڑھ لیتے جیسے جبریل علیہ السلام نے وہ آیات پڑھی ہوتی تھیں۔''

① القیامة : ۷۵/۱۶ تا ۱۸۔
② البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کو اس میں کوئی دقت نہیں آتی تھی، بعض اوقات بڑی لمبی لمبی سورتیں یک بار ہی نازل ہو جاتی تھیں، آپ کو انھیں یاد رکھنے اور پڑھنے میں بالکل کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ صحابہ میں تشریف فرما تھے، آپ کی ران مبارک ایک صحابی کی ران پر تھی کہ وحی آ گئی، صحابی بیان کرتے ہیں کہ اس کا اتنا وزن تھا کہ میری ران کی ہڈی ٹوٹنے کے قریب ہو گئی۔ بعض اوقات سواری پر دوران سفر نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو جاتا تو سواری کا جانور بوجھ کی وجہ سے بیٹھ جاتا۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اَلْعُلَمَاءُ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ » [1]

''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔''

دین کی دعوت کا کام نبیوں والا کام ہے، اس لیے علماء کا ہمیشہ پاک صاف رہنا لازمی ہے، تاکہ دعوت میں شخصی کردار کی وجہ سے اثر پیدا ہو۔ نبی ﷺ ہمیشہ تیار رہتے تھے اور اپنے آپ کو ظاہری اور باطنی طور پر صاف ستھرا رکھتے تھے۔

[1] البخاري، باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

پس پردہ دعوتی مراحل میں منہج نبوی ﷺ

دعوت کا پہلا مرحلہ: دعوت کا حکم اور مکہ کی صورت حال:

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مکہ عربوں کا دینی مرکز تھا، یہاں کعبہ کے پاسبان بھی تھے اور بتوں کے نگہبان بھی۔ جنھیں پورا عرب تقدیس کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اس لیے ایسے حالات میں یہاں دعوت و اصلاح کا کام کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہاں داعی کی ایسی عزیمت درکار تھی جسے مصائب و مشکلات کے جھٹکے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکیں۔ عرب انتہائی ضدی اور ہٹ دھرم قسم کے لوگ تھے، انتہائی گندے گندے رسم و رواج کو دین کا حصہ بنا چکے تھے، بے شمار قسم کی سماجی اور معاشرتی برائیوں میں مبتلا تھے۔ دین ابراہیمی کا حلیہ بگاڑ دیا گیا تھا، بت پرستی اور توہم پرستی لازمی طور پر ان کے مذہب کا حصہ بن چکی تھی، جس کو وہ کسی صورت بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے، بلکہ وہ اس کا دفاع کرنا اپنے ذمے ضروری قرار دیتے تھے اور اس کی ترویج و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر مال بھی خرچ کرتے اور اس عمل کو وہ فخر و عزت کا ذریعہ بھی تصور کرتے۔ [1]

1. بعض سیرت نگاروں کے ہاں آپ کی خفیہ دعوت کا کوئی مرحلہ نہیں ہے۔ وہ اس بات سے اختلاف کرتے ہیں، جیسے کہ مولانا امین احسن اصلاحی، ڈاکٹر خالد مسعود، طالب ہاشمی وغیرہ لیکن ان کے علاوہ سیرت نگاروں کا ایک جم غفیر ان کی اس رائے سے متفق نہیں ہے۔ مولانا صفی الرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ نے الرحیق المختوم میں ص ۱۰۸ تا ۱۱۱ تک اس پر خوب کھل کر روشنی ڈالی ہے اور اکثریت کی یہی رائے ہے کہ ابتدائی تین سال خفیہ دعوت کے ہی تھے۔ اس کو خفیہ دعوت صرف اس لیے کہا جائے گا کہ یہ صرف اور صرف ایک حکمت عملی تھی، تا کہ کفار کی طرف سے زیادہ ظلم و جور کا سلسلہ مسلمانوں پر نہ بڑھ جائے، ورنہ جو دعوت ہوتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی صورتحال کے پیش نظر حکمت کا تقاضا تھا کہ پہلے پہل دعوت وتبلیغ کا کام پس پردہ انجام دیا جائے، تاکہ اہل مکہ کے سامنے ایک ہیجان خیز صورت حال سامنے نہ آجائے کہ جس کا سامنا کرنا داعی کے لیے مشکل ہو جائے اور وہ تمام کے تمام لوگ مخالفت میں اُٹھ کھڑے ہوں اور کوئی بات سننے والا ہی نہ مل سکے۔ ①

آپ ﷺ نے پوری بصیرت اور دانائی سے کام کی منصوبہ بندی کی اور اپنی تابناک شخصیت اور روشن کردار کے ذریعے اثر انداز ہوئے، اخلاق حسنہ کو بروئے کار لا کر دلوں میں اُترنے کی کوشش کی، اپنی چالیس سالہ سابقہ حیاتِ مبارکہ کو اپنے کام کا مقدمہ بنایا اور اسی کو بنیاد بنا کر اہل عرب سے سوال کیا کہ اے اہل عرب! تم نے مجھے کیسا پایا؟

« هَلْ وَجَدْتُمُوْنِي كَاذِبًا اَوْ صَادِقًا »

''کیا مجھے جھوٹا پاتے ہو یا سچا؟''

« قَالُوْا مَاجَرَبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا » ②

''اے محمد! ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔''

حالات وظروف کے مطابق بتدریج آہستہ آہستہ اپنی بات کا آغاز کیا، دعوت کے لیے راستہ بنایا، جہاں رکاوٹ آتی ہوئی دکھائی دی حکمت عملی تبدیل کر لی لیکن اپنی منزل کو کھوتا نہیں ہونے دیا، ان کی شرور وانتقام سے اپنے آپ کو بچایا۔

وہ خفیہ تو نہیں ہوتی، یہ اِخفاء کے لیے نہیں اظہار کے لیے ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سخت ردِ عمل سے بچنے کے لیے کوئی تدبیر اختیار کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور آپ ﷺ نے بھی اسی حکمت کے تحت ایسا کیا تھا۔

❶ صفی الرحمٰن، الرحيق المختوم، ص ٦٣۔

❷ البخاری، باب كيف كان بدء الوحی الی رسول الله ﷺ۔ السهيلی، الروض الأنف، ص ٢٥٠، ٢٦٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خفیہ دعوت کے دوران نبی ﷺ کی سیرت و کردار اور اسلوب:

اوپر بیان کردہ صورتحال کے پیش نظر یہ بالکل ایک فطرتی اور درست بات تھی کہ رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے جن سے آپ کا گہرا ربط اور تعلقات تھے اور وہ آپ کے مخلص جاننے والے تھے، کیونکہ ان حالات میں عام آدمی کی طرف سے ردِ عمل کا بھی خطرہ تھا۔ کسی وقت کوئی بھی فتنہ کھڑا ہوسکتا تھا۔ اس لیے آپ نے سب سے پہلے اپنے گھر والوں اور اپنے انتہائی قابل اعتماد اور مخلص دوستوں پر اسلام پیش کیا۔ آپ نے ان لوگوں کو دعوت دی جن چہروں پر آپ نے بھلائی کے آثار دیکھے اور آپ کو ان کے بارے میں علم تھا کہ وہ حق اور خیر کو پسند کرتے ہیں اور وہ آپ کی صداقت و امانت کے معترف بھی ہیں۔ پھر جب آپ نے اسی اصول کو سامنے رکھ کر جنھیں اسلام کی دعوت دی ان میں سے ایک ایسی جماعت نے جسے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی عظمت، جلالت نفس اور سچائی پر شبہ نہ گزرا تھا آپ کی دعوت فوراً قبول کر لی اور اپنے آپ کو سابقین و اولین میں شامل کر لیا اور تاریخ اسلام میں یہ اس وصف ''السابقون الاولون'' کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی دور اندیشی فہم و فراست اور اسلوب دعوت کا کمال تھا اور آپ کو اس بات کا کمال ادراک تھا کہ مجھے اپنی دعوت کا آغاز کہاں سے کرنا ہے اور کن سے کرنا ہے، کس طرح کرنا ہے۔ ①

خفیہ دعوت کے ابتدائی تین سال اور اس کے نتائج:

خفیہ دعوت کے ابتدائی تین سالوں میں جو نتائج سامنے آئے گو ان میں افرادی تعداد کم ہے لیکن یہ تینوں سال ہیں بڑے باکمال۔ ان تین سالوں میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ تاریخ اسلام میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں جن کی بدولت اسلام کو بہت بڑی

① صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص ۱۰۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوت ملی اور اسلامی دعوت کے لیے راستے میسر آئے۔ اس دعوت کے نتیجے میں جو پہلا فرد مسلمان ہوا وہ آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں، جنھوں نے آپ کی نبوت کی سب سے پہلے نشاندہی کی اور آپ پر ایمان لائیں۔ ان کا ایمان لانا اسلام کے لیے بے حد مفید ثابت ہوا کہ انھوں نے اپنا سارا مال اسلام کی خدمت کے لیے نبی اکرم ﷺ کو فراہم کر دیا اور حالات جیسے بھی پیش آئے آپ کا ساتھ دیا، آپ کی غمخواری کی، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

« صَدَّقَتْنِيْ حِيْنَ كَذَّبَنِيَ النَّاسُ، آمَنَتْ بِيْ حِيْنَ كَفَرَ بِيَ النَّاسُ، وَأَشْرَكَتْنِيْ فِيْ مَالِهَا حِيْنَ حَرَمَنِيَ النَّاسُ، وَرَزَقَنِيَ اللّٰهُ وَلَدَهَا »[1]

''اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی اور وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب لوگوں نے میرا انکار کیا اور اس نے اس وقت اپنے مال کے ساتھ میری مدد کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا اور اللہ نے مجھے اس سے اولاد کا رزق بھی عطا فرمایا۔''

خفیہ دعوت کے نتیجے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اسلام لانا نبی اکرم ﷺ کے لیے بے حد مبارک ثابت ہوا کہ آپ کو گھر سے ہی ایک بہت بڑی مدد مل گئی۔ دوسرے آدمی جو آپ پر ایمان لائے وہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے جو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے غلام تھے، لیکن انھوں نے ان کو نبی ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ یہی وہ عظیم صحابی ہیں جن کا نام قرآن مجید میں سورۂ احزاب میں آیا ہے اور ان کی ذات گرامی مسلمانوں کے لیے ایک رحمت ثابت ہوئی۔ شریعت اسلامیہ کے کئی مسائل ہیں جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی کی بدولت تعلیمات اسلامیہ کا حصہ بنے۔ تیسرے آدمی جو مسلمان ہوئے وہ

[1] الشبلي، شبلي نعماني، علامه، ندوي، سليمان، سيد، سيرت النبي ﷺ، اداره اسلاميات، انار كلي لاهور، پاكستان، ج ۱، ص۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ تھے جو آپ کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور آپ کے زیر کفالت بھی تھے، اس وقت ان کی عمر بمطابق بعض روایات دس برس تھی۔ یہی وہ مقدس ہستی ہے جو دعوت کے دوران لوگوں کی ضیافت کا انتظام وانصرام کرتے تھے، اس کی تفصیل آگے چل کر آتی ہے۔ اس خفیہ دعوت کے نتیجے میں جو چوتھی شخصیت مشرف بہ اسلام ہوئی وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہیں، یہ تمام لوگ پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے تھے۔

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انھوں نے فوراً دعوت وتبلیغ کا کام شروع کر دیا، ان کو اللہ تعالیٰ نے چند بڑی بڑی خصوصیات سے نوازا ہوا تھا، یہ ہردل عزیز، نرم خو اور مخلص النفس آدمی تھے، با اخلاق اور فیاض قسم کے آدمی تھے۔ ان کے اندر ان کی مروت، دوراندیشی، تجارت اور حسن صحبت کی وجہ سے لوگ ان کے پاس کثرت سے بیٹھتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے جس جس کو بھی قابل اعتماد سمجھا اس کو اسلام کی دعوت دی۔ ان کی کوشش اور دعوت کے نتیجے میں حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم نو بڑے بڑے عظیم صحابہ کرام تھے[1] جو ان کی دعوت کے نتیجے میں مسلمان ہوئے۔ ان میں سے اگر ہر کسی کی الگ الگ اسلامی خدمات کا احاطہ کیا جائے تو کئی جلدیں بن جائیں۔ یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جو اسلام کا ہراول دستہ بنے اور جن کی کوششوں کے نتیجے میں اسلام پر بہار آئی اور وہ ایک تناور درخت بنا۔[2]

---

1. طبری، تاریخ الرسل والملوک، ج ۲، ص ۳۱۷۔
2. صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۱۰۸، ۱۰۹۔ طبری، تاریخ الرسل والملوک، ج ۲، ص ۳۱۷، ۳۱۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی کاروان اسلام کے روشن منار:

شروع شروع میں جو لوگ ایمان لائے انھی میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ امیہ بن خلف دشمن اسلام کے غلام تھے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ انھیں بڑی سخت تکلیفیں دیتا تھا۔ دہکتے ہوئے کوئلوں پہ لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا، تاکہ وہ حرکت نہ کرسکیں، ان کے جسم کی چربی پگھل کر کوئلوں کو بجھا دیتی، کبھی وہ ظالم ان کی ٹانگوں کو رسے سے باندھ کر مکے کے لونڈوں کو دے دیتا، وہ ان کو پتھریلی اور گرم زمین پر گھسیٹتے جس سے ان کے جسم کی چمڑی اُتر جاتی۔ لیکن ان مظالم کے باوجود بھی ان کو اسلام سے کوئی چیز متزلزل نہ کرسکی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان پر یہ ظلم دیکھ کر امیہ سے ان کو خرید لیا۔

ان کے بعد امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے جن کی خدماتِ اسلام اور تقویٰ و طہارت کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے ان کو " أمين هذه الأمة" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

ابوسلمہ بن عبد الاسد، ارقم بن ابی الارقم مسلمان ہوئے، یہ وہی ہستی مقدس ومطہر ہیں جن کا گھر اور حویلی تعلیمات اسلامیہ کی سب سے پہلی یونیورسٹی بنی جس میں نبی اکرم ﷺ لوگوں کو درس دیتے اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرتے اور جو بھی وحی نازل ہوتی اس کی تلاوت اور تدریس اسی مدرسہ میں ہوتی تھی۔ اس کی تفصیل بھی آگے چل کر دعوت کے دوسرے مرحلے میں آئے گی۔

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بھائی قدامہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ اور عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب، سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئے جن کی وجہ سے بعد میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔ جب کسی نے ان سے کہا کہ آپ لوگوں کو تو اسلام لانے سے روک رہے ہو لیکن خود اپنے گھر کی خبر نہیں۔ آپ کی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ خبر سن کر شدید غصے میں آ گئے اور اس خبر کی تصدیق کرنے کے لیے تلوار حمائل کی اور اپنی بہن کے گھر کی طرف نکل کھڑے ہوئے، بہن کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو اندر سے قرآن مجید کی تلاوت کی آواز آ رہی تھی، رات کو نبی ﷺ کی دعا بھی تھی کہ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو قوت عطا فرما۔ بہن بھی اسی ماں کی بیٹی تھی جس کا دودھ فاروق اعظم نے پیا ہوا تھا، باوجود فاروق اعظم کے غصے کے بڑی جرأت اور بہادری سے دروازہ کھولا، بھائی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی ہو گئی، ادھر نگاہ مردِ مومن کی تاثیر نے کرامت دکھائی، ادھر آسمانوں سے مہربانی اور لطف و کرم کے دروازے کھلے، سیدنا فاروق اعظم کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، پوچھنے لگے وہ کیا تھا جو تم پڑھ رہے تھے؟ فرمایا: وہ قرآن مجید تھا، کہنے لگے مجھے بھی سناؤ، فرمایا غسل کرو پھر سنو۔ غسل کیا، قرآن سنا تو فاروق اعظم کا پتا پانی ہو گیا، کہنے لگے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو۔ آپ ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاتیں ہیں، رسول اللہ ﷺ چند صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، صحابہ عمر فاروق کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں، وہ آئے نہیں بلائے گئے ہیں۔ صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور سیدنا فاروق اعظم نے دربارِ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے مسلمان کمزور تھے، اب ان کی بدولت اللہ نے اسلام کو تقویت بخشی، آپ نے اعلان کر دیا کہ آئندہ مسلمان حرم میں نماز پڑھیں گے، اگر ہے کسی میں جرأت تو وہ مسلمانوں کو روک کر دکھائے، عمر اس کی گردن کاٹ دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے کافروں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ یاس و ناامید ہو گئے۔ ①

خفیہ دعوت کے نتیجے میں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہوئے جن کو کفار نے بڑی سخت تکالیف پہنچائیں لیکن کوئی بھی چیز ان کے قدموں کو ہلا نہ سکی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے جن کو نبی ﷺ نے دعا دی تھی کہ اے اللہ! ان کو دین کا فہم عطا فرما:

« اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ » ②

اور پھر یہی صحابی آگے چل کر اسلام کے روشن اور درخشاں ستارہ بن کر افق اسلام پر طلوع ہوتے ہیں۔

ابن ہشام، ابن سعد اور ابن جریر نے اور علامہ شبلی نعمانی نے مختلف روایات کو جمع کر کے چالیس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فہرست دی ہے جو خفیہ دعوت کے دوران ابتدائی تین سال میں مسلمان ہوئے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کے بعد مرد اور عورتیں جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہوئے، یہاں تک کہ مکہ میں اسلام کا ذکر پھیل گیا اور لوگوں میں اس کا چرچا ہو گیا۔ یہ لوگ چھپ چھپا کر مسلمان ہوئے تھے اور نبی اکرم ﷺ بھی ان کو خفیہ دعوت ہی دیتے تھے اور ان کی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام فرماتے تھے، کیونکہ تبلیغ اسلام کا کام ابھی

① شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبی ﷺ، ج ۱، ص ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸۔ صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص ۱۰۸، ۱۰۹۔ السهیلی، الروض الأنف، ج ۳، ص ۱۶۱۔ البیهقی، ابو بکر احمد بن حسین الخراسانی (م۴۵۸ھ) دلائل النبوۃ، ن دارالکتب علمیه بیروت و دارالریان للتراث، ج ۲، ص ۲۱۶۔

② ابن حنبل، الامام، المسند، مسند ابن عباس عن ابن عباس، ج ۵، ص ۱۵۴، رقم الحدیث : ۳۰۲۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک چھپ چھپا کر ہی چل رہا تھا۔

ادھر سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات کے نزول کے بعد وحی کی آمد پورے تسلسل کے ساتھ جاری ہوگئی، ان آیات میں عقیدۂ توحید و رسالت اور عقیدۂ آخرت کی اہمیت کا بیان زیادہ ہوتا تھا جس کی وجہ سے ان آیات کی ایک خاص تاثیر تھی جو دلوں پر ایک مخصوص قسم کے اثرات مرتب کرتی تھی، انسانی قلوب میں خوف و رجا پیدا ہوتا جو لوگوں میں استقامت پیدا کرتا۔ ان آیات میں بڑی کشش ہوتی جو دلوں میں سکون پیدا کرتی اور رقت آمیز فضا پیدا ہوتی۔ ان آیات میں تزکیۂ نفس کا خاص اہتمام ہوتا، آلائش دنیا میں لت پت ہونے کی برائیاں بیان ہوتیں، جنت اور جہنم کا نقشہ اس طرح کھینچا جاتا تھا کہ گویا وہ آنکھوں کے سامنے ہیں۔ یہ آیات اہل ایمان کو اس وقت کے انسانی معاشرے سے بالکل الگ ایک دوسری فضا کی سیر کراتی تھیں۔ جو ایک دفعہ قرآن مجید سن لیتا اس کا بار بار سننے کو دل چاہتا۔

خفیہ دعوت کے اس مرحلے میں خفیہ طور پر نماز کا اہتمام اور لوگوں کو متحد رکھنے کا طریقۂ کار:

ابتدا میں جو وحی کا نزول ہوا تو اس میں نماز کا حکم بھی تھا۔ حضرت مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام میں دو رکعت صبح اور دو رکعت شام کی نماز فرض کی تھی، ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾[1]

''صبح اور شام اپنے رب کی حمد بیان کرو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ واقعۂ معراج سے

[1] المؤمن: ٤٠/٥٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلے قطعی طور پر نماز پڑھتے تھے۔ البتہ اس چیز میں اختلاف ہے کہ نماز پنجگانہ سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا کہ نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے ایک ایک نماز فرض تھی۔ [1]

حضرت زید بن حارثہ کی روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب ابتداء وحی نازل ہوئی تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو وضو کا طریقہ سکھایا، جب وضو سے فارغ ہوئے تو پانی کا ایک چلو لے کر شرم گاہ پر چھینٹا مارا۔ ابن ماجہ میں بھی اس مفہوم کی حدیث موجود ہے، براء بن عازب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی اس طرح کی روایت مذکور ہے۔ یہ نماز اوّلین فرائض میں سے تھی۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام نماز کے وقت گھاٹیوں میں چلے جاتے اور اپنی قوم سے چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن ابو طالب نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو پوچھا۔ جب حقیقت معلوم ہوئی تو کہا اس پر برقرار رہنا، بلکہ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب کفارِ مکہ کو اس نماز کا پتا چلا تو وہ گھاٹیوں میں پیچھے پہنچ گئے، جب ان کی تو تکار ہوئی تو دونوں پارٹیوں میں جھگڑا ہو گیا، جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کو اونٹ کے جبڑے کی ہڈی ماری اور وہ شدید زخمی ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کی حفاظت کے لیے گرایا گیا۔ [2]

یہ نماز جہاں اللہ رب العزت کی بندگی کا ذریعہ تھی وہاں یہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد کا بھی ایک طریق کار تھا۔ اس سے مسلمان آپس میں مل جل کر دینی امور پر بات چیت بھی کر لیتے اور وعظ و نصیحت بھی۔ یہ نماز مسلمانوں کے لیے دعوت و تبلیغ کا موقع فراہم کرتی۔

---

1. صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص ۱۱۰۔
2. طبری، تاریخ الرسل والملوك، ج ۲، ص ۳۱۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دعوتی سرگرمیوں کی قریش کو خبر اور ان کا ردِّ عمل:

مختلف واقعات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس مرحلے پر تبلیغ کا کام اگرچہ چھپ چھپا کر کیا جارہا تھا اور پوری راز داری کا اہتمام تھا، لیکن قریش کو اس کی سو لگ چکی تھی۔ البتہ انھوں نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی اور نہ ہی اسے قابلِ توجہ سمجھا۔

محمد الغزالی فقہ السیرہ میں لکھتے ہیں کہ یہ خبریں قریش کو پہنچ چکی تھیں لیکن قریش نے ان کو کوئی اہمیت نہ دی۔ غالباً انھوں نے بھی محمد ﷺ کو اسی طرح کا کوئی دینی آدمی سمجھا جو الوہیت اور حقوق الوہیت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں جیسے کہ امیہ بن ابی الصلت، قیس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ نے کیا تھا۔ [1]

البتہ قریش نے آپ کی خبر کے پھیلاؤ اور اثرات کے بڑھاؤ سے کچھ اندیشے ضرور محسوس کر لیے تھے اور ان کی نگاہیں رفتارِ زمانہ کے ساتھ آپ کے انجام اور آپ کی تبلیغ پر رہنے لگیں تھیں۔ [2]

تین سال تک دعوت کا کام خفیہ اور انفرادی رہا اور اس دوران اہل ایمان کی ایک جماعت تیار ہوگئی جو اخوت اور تعاون پر قائم تھی، اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا رہی تھی اور اس پیغام کو اس کا مقام دلانے کے لیے کوشاں تھی۔ اس کے بعد نزول وحی میں یہ حکم دیا گیا اور آپ کو اس بات کا مکلف اور پابند کیا گیا کہ آپ اپنی قوم کو کھلم کھلا دین کی دعوت دیں اور ان کے باطل سے ٹکرائیں اور ان کے بتوں کی حقیقت واشگاف کریں۔

---

1. محمد الغزالی السقاء (م ١٤١٦ھ) فقه السيرة، ن، دارالقلم، دمشق، ط، اولیٰ۔
2. طبری، تاریخ الرسل والملوك، ج ٢، ص ٣١٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

علانیہ دعوت

دوسرا مرحلہ: سورۂ مدثر اور شعراء میں علانیہ دعوت کا حکم اور اسلوبِ نبوی

جب نبی اکرم ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ ①

''اے چادر اوڑھنے والے! اُٹھ اور اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے خبردار کر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھ اور پالیدگی کو اپنے آپ سے دور رکھ۔''

اور جب سورۂ شعراء میں یہ حکم ہوا: ''اور ڈرا اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔'' ②

تو آپ ﷺ کے دل میں سخت قسم کا رجحان پیدا ہوا کہ آپ اپنی قوم اور عوام الناس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیں، لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مکہ عربوں کا مذہبی اور روحانی مرکز تھا، وہاں حالات بڑے سخت تھے، ان حالات میں ان کو توحید خالص کی بات سنانا انتہائی مشکل کام تھا، اس لیے ابتدا میں آپ نے تھوڑا سا توقف کیا، سوچ بچار سے کام لیا۔ ابن ہشام میں یہ روایت موجود ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد آپ ﷺ

① المدثر: ۱/۷۴ تا ۵۔ ② الشعراء: ۲۶/۲۱۴۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں بے حد اضطراب پیدا ہوا کہ آپ اپنی قوم کو دعوت دیں لیکن قوم کا متوقع ردعمل دیکھ کر آپ خاموش رہے جس کی وجہ سے جبریل علیہ السلام آپ کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئے کہ اے محمد! دعوت دیں، ورنہ آپ کا مؤاخذہ ہوگا، پھر دوسری دفعہ بھی یہی پیغام لے کر جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے کہ آپ دعوت دیں ورنہ آپ کا مؤاخذہ ہوگا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو علی رضی اللہ عنہ گو اس وقت چھوٹے تھے لیکن انھوں نے مشورہ دیا کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو آپ ضرور بات کریں۔ تب نبی اکرم ﷺ نے حکم الٰہی کی تعمیل میں منادی کی اور کوہِ صفا کا رُخ کیا اور قبائل عرب کو ایک ایک کو نام لے لے کر بلایا، سردارانِ قبائل کو پیغام بھیجے، تاکہ آپ ایک باضابطہ طریقے سے اپنی دعوت کا آغاز کرسکیں اور عوامی سطح پر کھلے عام دعوتی جلسے کا انعقاد کیا جائے۔ جس سے اسلامی دعوت کی اہمیت و عظمت کا بھی اظہار ہو اور اعلیٰ سطح پر عوام الناس میں بھی رسالت محمدی ﷺ کا اعلان و پرچار ہو اور جو بھی ردعمل سامنے آتا ہے وہ ایک بار آ ہی جائے۔ چونکہ اب ابتدائی خفیہ دعوت کے تین سال کے دوران نبی ﷺ کو سیدنا صدیق اکبر، علی المرتضیٰ، فاروق اعظم، سعد بن ابی وقاص جیسے مخلص و بہادر اور ذہین و فطین لوگ مل چکے تھے۔ اب وہ وقت آ چکا تھا کہ اس دعوت کا کھلے عام اعلان کر دیا جائے، اس کے نتیجے میں اگر کوئی اندرونی اور بیرونی دباؤ آئے بھی تو اب یہ قابل برداشت تھا۔ اس لیے آپ نے انتہائی مناسب وقت پر دعوت عام کا اعلان ضروری سمجھا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور منشا بھی یہی تھی۔ تبھی اللہ نے حکم دیا:

﴿وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ ①

یہ سورۂ شعراء کی آیت ہے، اس آیت کے آگے پیچھے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم

① الشعراء: ٢٦/ ٢١٤۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے کہ جب انھوں نے اپنی قوم کو دعوت دی اور بنی اسرائیل کو نجات دلائی، دعوت کے نتیجے میں جو بھی ردعمل سامنے آیا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے اتار چڑھاؤ کی تمام تفصیل اس سورۂ مبارکہ میں ذکر ہے۔ اس تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو دعوت عام پیش کرنے کا حکم دیا ہے، اس میں کیا حکمت ہے؟ مولانا صفی الرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ الرحیق المختوم میں اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''میرا خیال ہے جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی قوم کے اندر کھل کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کی یہ تفصیل اس لیے بیان کر دی گئی تاکہ کھلم کھلا دعوت دینے کے بعد جس طرح کی تکذیب اور ظلم و زیادتی سے سابقہ پیش آنے والا تھا اس کا ایک نمونہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے موجود ہو۔'' ①

دوسری طرف اس سورت میں پیغمبروں کو جھٹلانے والی قوم مثلاً فرعون اور قوم فرعون کے علاوہ قوم نوح، عاد و ثمود، قوم ابراہیم، قوم لوط اور اصحاب الایکہ کے انجام کا بھی ذکر ہے۔ اس کا مقصد غالباً یہ ہے کہ جو لوگ آپ کو جھٹلائیں انھیں معلوم ہو جائے کہ تکذیب پر اصرار کی صورت میں ان کا انجام کیا ہونے والا ہے اور وہ اللہ کی طرف سے کس طرح کے مؤاخذے اور عذاب سے دو چار ہوں گے۔ نیز اہل ایمان کو معلوم ہو جائے کہ فلاح و کامیابی انھی کو ملے گی، جھٹلانے والوں کو نہیں۔

رشتہ داروں کو دعوت میں اسلوب نبوی اور دعوت کا نمونہ اور مدعوین کے لیے ضیافت اور کھانے کا انتظام:

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے تاریخ طبری میں حضرت علی المرتضیٰ سے ایک بڑی شاندار

① صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص ١١٢۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

روایت نقل کی ہے جو داعی حضرات کے لیے بالخصوص بڑی اہمیت کی حامل ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ (کہ ڈراؤ اپنے قریبی رشتہ داروں کو) تو آپ نے مجھے بلایا اور کہا: اے علی! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی خاندان کو ہدایت کروں، لیکن میں اپنے آپ کو اس ذمہ داری کو ادا کرنے میں مجبور پاتا ہوں، کیونکہ جب میں ان کو دعوت دوں گا تو یہ مجھے تکالیف پہنچائیں گے، اس لیے میں اس حکم کی بجا آوری میں خاموش تھا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد! اگر تم اللہ کے اس حکم کی بجا آوری نہ کرو گے تو تمھارا رب تم کو عذاب دے گا۔ ①

اس لیے تم آدھ سیر تین پاؤ کا کھانا تیار کرو، اس پر بکری کی ران بھون کر رکھ دینا اور دودھ کا بھر کر ایک کٹورا لاؤ اور اس کی لسی بناؤ۔ ابن ہشام میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ بکری کی ران کی بوٹی کو نبی اکرم ﷺ نے اپنے دانتوں سے چیرا اور چھوٹی چھوٹی بوٹیاں بنا کر سب کے لیے رکھیں اور حضرت علی المرتضیٰ کو حکم دیا کہ اب جاؤ اور تمام بنوعبدالمطلب کو میرے پاس بلا لاؤ، تاکہ میں ان کو دعوت پیش کروں اور ان سے گفتگو کروں اور اللہ کے حکم کو ان تک پہنچاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی فرمائش پوری کر دی اور پھر تمام بنوعبدالمطلب جو اس زمانے میں چالیس کے قریب تھے جو مرد تھے، الرحیق المختوم میں مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری نے ان کی تعداد پینتالیس لکھی ہے، میں ان سب کو نبی ﷺ کے پاس بلا لایا۔ ان میں آپ کے چچا ابو طالب، حضرت حمزہ، حضرت عباس اور ابولہب بھی تھے۔ سب کے جمع ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کھانے کے لانے کا حکم دیا جو میں نے ان کے لیے تیار کیا تھا، حکم ملنے کے

① طبری، تاریخ الرسل والملوك، ج۲، ص ۳۲۰۔ السهيلي، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ج۲، ص ۲۵۹، ۲۶۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد میں نے وہ کھانا لا کر رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے ایک ٹکڑا اُٹھا کر اپنے دانتوں سے چیرا اور پھر اسے دسترخوان کے کناروں پر رکھ دیا اور پھر سب سے کہا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیجیے۔ تمام جماعت نے شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ مجھے صرف ان کے ہاتھ چلتے دکھائی دیتے تھے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں علی بن ابو طالب کی جان ہے کہ جتنا کھانا میں نے ان کے لیے تیار کیا تھا ان میں سے ہر شخص اکیلا اس تمام کو کھا جاتا۔ کھانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ان سب کو پلاؤ، میں نے وہ کٹورا لا کر رکھ دیا، اسے پی کر وہ سب سیر ہو گئے، حالانکہ بخدا وہ اتنا تھا کہ ان میں سے ہر شخص اکیلا اسے پی جاتا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ ان سے گفتگو کریں مگر آپ کے بولنے سے پہلے ابولہب نے کہا کہ یہ ایک عرصہ سے تم پر جادو کرتا رہا ہے۔ یہ سن کر تمام جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے ایک بھی لفظ نہیں کہا، پھر آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: علی! تم نے دیکھا کہ اس شخص نے مجھے آج بات کرنے کا موقع نہیں دیا اور سب لوگ چلے گئے، کل پھر اسی قدر کھانے کا انتظام کرو اور سب کو میرے پاس بلا لاؤ۔

حسب حکم پھر دوسرے دن بھی میں نے اسی قدر کھانے اور دودھ کا انتظام کیا اور سب کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی دعوت دی۔ جب وہ آ گئے تو کل کی طرح پھر مجھے کھانا لانے کا حکم دیا، میں کھانا لایا۔ آپ نے آج بھی وہی کیا جو کل کیا تھا، اس کی برکت سے سب نے شکم سیر ہو کر کھا لیا پھر آپ نے مجھ سے کہا کہ ان کو دودھ پلاؤ۔ میں اس کٹورے کو لے آیا، اس سے وہ سب سیر ہو گئے۔ اس سے فراغت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب! میں نہیں جانتا کہ کوئی عرب مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمھارے پاس لایا ہو جو میں تمھارے لیے لایا ہوں، اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں دین و دنیا کی بھلائی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت دوں۔ تم میں سے کون اس معاملے میں میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہوتا ہے، تا کہ وہ میرا بھائی بنے، میرا وصی ہو اور تم میں میرا جاں نشین ہو۔

اس دعوت پر سب کے سب خاموش رہے، کسی نے حامی نہیں بھری، البتہ میں نے کہا (حالانکہ اس جماعت میں میں سب سے کم عمر تھا) سب سے زیادہ چھوٹی آنکھیں تھیں، پیٹ بڑا اور پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں، اے اللہ کے نبی! میں آپ کا وزیر بنتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے میری گردن تھام کر فرمایا: یہ میرا بھائی ہے، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے، تم اس کی بات کو سنو اور یہ جو کہے اسے بجا لاؤ۔ اس پر سارا مجمع ہنسنے لگا اور انھوں نے ابو طالب سے کہا: سنو! تم کو حکم ہوا ہے کہ تم اپنے لڑکے کی اطاعت و فرماں برداری کرو۔

ایک روایت حسن بن ابی الحسن سے مروی ہے کہ جب ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ نازل ہوئی، تو آپ نے ابطح میں کھڑے ہو کر کہا: اے بنی عبد المطلب! اے بنی عبد مناف! اے بنی قصی! پھر آپ نے قریش کے تمام قبائل کے نام اور خاندانوں کے نام فرداً فرداً لے کر مخاطب کر کے کہا: میں تم کو اللہ کی جانب بلاتا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ [1]

عبد الرحمن بن قاسم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ جو پیام اللہ کی جانب سے آپ کو ملا ہے اس کا اعلان کریں، لوگوں کو اپنی تعلیم دیں اور اللہ کی طرف دعوت دیں، نبی ہونے کے بعد تین سال تک آپ خفیہ اپنی تعلیم دیتے

[1] البخاری، کتاب التفسیر، باب و أنذر عشیرتك الأقربین۔ صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۱۱۶۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کہ ان میں سے ہر شخص اکیلا اس کو کھا جاتا کا مطلب یہ ہے کہ وہ کھانا جو اُن تمام لوگوں کے لیے تیار کیا گیا تھا وہ اتنا کم تھا کہ اگر اُس کو اکیلا آدمی بھی کھانا چاہتا تو آسانی سے کھا سکتا تھا لیکن یہ اعجازِ نبوت تھا کہ اللہ نے اس کھانے میں اور دودھ میں اتنی برکت ڈال دی کہ تمام مدعوین نے خوب سیر ہو کر کھایا لیکن وہ تب بھی ختم نہ ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اس کے بعد آپ کو علانیہ تبلیغ کا حکم ہوا۔

الرحیق المختوم اور دیگر کتب سیرت میں یہ روایات موجود ہیں کہ علانیہ دعوت کے حکم پر جب آپ نے قبائل عرب کو بلایا اور ان کے سامنے دعوت پیش کی تو ابولہب نے فوراً بات لپک لی اور بولا: یہ تمھارا چچا اور چچیرے بھائی ہیں، بات کرو لیکن نادانی چھوڑ دو اور یہ سمجھ لو کہ تمھارا خاندان سارے عرب سے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا اور میں سب سے زیادہ حق دار ہوں کہ تمھیں پکڑ لوں، پس تمھارے لیے تمھارے باپ کا خانوادہ کافی ہے اور اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو یہ بہت آسان ہو گا کہ قریش کے سارے قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں اور بقیہ عرب بھی ان کی مدد کریں، پھر میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خانوادے کے لیے تم سے بڑھ کر شر اور تباہی کا باعث ہو گا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے خاموشی اختیار کر لی اور اس مجلس میں گفتگو نہ کی۔ اس کے بعد آپ نے انھیں دوبارہ جمع کیا اور ارشاد فرمایا:

> ’’ساری حمد اللہ کے لیے ہے، میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد چاہتا ہوں، اس پر ایمان رکھتا ہوں، اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: راہنما اپنے گھر کے افراد سے جھوٹ نہیں بول سکتا، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں تمھاری طرف بالخصوص اور عامۃ الناس کی طرف بالعموم اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں ...... بخدا تم لوگ اسی طرح موت سے دو چار ہوں گے جیسے سو جاتے ہو اور اسی طرح اُٹھائے جاؤ گے جیسے سو کر جاگتے ہو۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کا حساب لیا جائے گا، اس کے بعد یا تو ہمیشہ کے لیے جنت ہے یا ہمیشہ کے لیے جہنم۔‘‘

اس پر ابو طالب نے کہا: نہ پوچھو کہ ہمیں تمھاری معاونت کس قدر پسند ہے، تمھاری

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

نصیحت کس قدر قابل قبول ہے اور ہمیں تمھاری بات پر کس حد تک یقین ہے، یہ تمھارے باپ کا خانوادہ جمع ہے، میں بھی اس کا ایک فرد ہوں، میں تمھاری پسند میں پیش پیش ہوں، لہٰذا جس بات کا آپ کو حکم ملا ہے آپ اسے انجام دیں، میں تمھاری مسلسل حفاظت و مدد کرتا رہوں گا، البتہ میری طبیعت عبد المطلب کا دامن و دین چھوڑنے پر تیار و راضی نہیں۔ اس پر ابولہب نے کہا خدا کی قسم! تم خود اس کو پکڑ لو بجائے اس کے کہ لوگ اسے کچھ کہیں۔ ابو طالب نے کہا خدا کی قسم! جب تک جان میں جان ہے ہم اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ ①

کتب سیرت کی ان تمام روایات کو جمع کر کے اگر نبی ﷺ کے اسلوبِ دعوت، طریق دعوت اور اندازِ دعوت کا تحلیلی تجزیہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ آپ کتنے باہمت اور عمیق منصوبہ ساز تھے کہ قریش کے تمام شرور سے بھی بچے رہے اور بڑے خلوص اور پر حکمت انداز میں اپنی دعوت کو ان تک پہنچایا بھی ہے۔ ان تمام روایات میں آپ کی دعوت کے نمونے جگہ جگہ بکھرے پڑے ہیں۔

جب پہلے دن اتنی محنت کے ساتھ مجلس برپا کی گئی اور ابولہب نے معاملہ خراب کر دیا تو بڑے صبر اور تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس شخص نے مجھے بات نہیں کرنے دی، کل دوبارہ اسی طرح کا انتظام کرنا۔ کل جب دوبارہ لوگ جمع ہوئے تو پھر ان کی پر تکلف ضیافت کا انتظام فرمایا، ضیافت کے بعد جب بات کی تو بڑی مختصر اور جامع ''کہ اے اہل عرب! میں آپ کے پاس وہ بھلائی کی بات لے کر آیا ہوں جو مجھ سے پہلے اہل عرب کی طرف کوئی نہیں لے کر آیا، جس میں تمھاری دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔'' ②

① الطبری، تاریخ الرسل والملوك، ج ۲، ص ۳۲٤۔ صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۱۱۳۔

② ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج ۱، ص ۱۹۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے خلوص کے ذریعے ان کے دل میں اترنے کی بات کی ہے اور ان کو رغبت دلائی ہے کہ میری بات میں تمھاری دنیا و آخرت کا فائدہ ہے۔ بار بار سوال کرتے ہیں کہ تم میں سے کون ہے جو اس دعوت پر میرا بھائی بنے اور میرا ساتھ دے۔ جب مجلس میں سے کوئی بھی نہیں اُٹھتا تو آپ نے کسی کا گلہ شکوہ نہیں کیا، کسی کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا، کسی پر لعن طعن نہیں کیا، کسی کو برا بھلا نہیں کہا، بلکہ اپنے عزم اور ارادے کی مضبوطی پر اتنا یقین تھا کہ آپ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کو اپنے سینے سے لگا کر اپنی دعوت کی کامیابی پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ علی میرا بھائی ہے، میرا وزیر ہے، میرا وصی ہے، تاکہ قبائل عرب کو پتا چل جائے کہ آپ نے اپنے دعوتی کام کا کھل کر آغاز کر دیا ہے اور آپ اس کام سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے اور اس میں کسی قسم کی کسی کی رضا و ناراضی کو خاطر میں نہیں لائیں گے اور نہ کسی کا انتظار کریں گے۔

کوہِ صفا پر نبی ﷺ کی دعوت کا اسلوب اور نمونہ:

جب خفیہ دعوت کے نتیجے میں نبی اکرم ﷺ کو کچھ مخلص اور قیمتی لوگ میسر آ گئے جن کی بدولت آپ کو کچھ سہارا ملا، تو آپ کا حوصلہ بڑھ گیا اور آپ کا عزم مزید پختہ ہوا، دوسری طرف جب نبی اکرم ﷺ نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ دین کی تبلیغ کے دوران ابو طالب ان کی حمایت کریں گے، تو ایک روز آپ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر آواز لگائی: "یَا صبَاحَاہ" (ہائے صبح) عرب خطرے سے خبردار کرنے کے لیے اس طرح کی آواز لگاتے تھے۔ یہ آواز سن کر عرب کے قبائل آپ کے گرد جمع ہو گئے، تب آپ نے انھیں اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کی دعوت پیش کی۔ اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری "کتاب التفسیر، باب و أنذر عشیرتك الأقربین" میں اس طرح مروی ہے:[1]

[1] البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿و أنذر عشیرتك الأقربین﴾۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۹٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر آواز لگانی شروع کی: اے بنی فہر! اے بنی عدی! یہاں تک کہ سب کے سب اکٹھے ہو گئے حتیٰ کہ اگر کوئی آدمی خود نہ آ سکا تو اس نے اپنا آدمی بھیج دیا کہ دیکھے معاملہ کیا ہے؟ غرض قریش آ گئے، ابولہب بھی آ گیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا: تم لوگ یہ بتاؤ کہ اگر میں خبر دوں کہ اس پہاڑ کی پچھلی جانب سے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟

لوگوں نے کہا: ہاں! کیونکہ:

« مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا »

''ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا ہی پایا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو میں تمھیں سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لیے آیا ہوں۔ تو اس پر ابولہب آگ بگولہ ہو کر بولا: تو سارے دن غارت ہو، [1] تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا؟ اس پر سورۂ ﴿تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ﴾ نازل ہوئی۔ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہو۔ اس واقعہ کا ایک ٹکڑا امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ [2] نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے بطونِ قریش کو آواز لگائی، یہ پکار عام بھی تھی اور خاص بھی تھی۔ آپ نے کہا اے جماعتِ قریش! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے بنی کعب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے

[1] ''تو سارے دن غارت ہو'' یہ عربوں کا ایک محاورہ تھا، جب وہ غصے میں آ کر کسی کی بات سے متفق نہ ہوتے تو اس وقت یہ محاورہ بولتے۔ ابولہب کے ان سخت الفاظ کے جواب میں اللہ نے ﴿تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ﴾ کہا (کہ میرے نبی کو گالی دینے والے) تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور تو ہلاک ہو جائے۔ نبی ﷺ نے خود جواب نہیں دیا، اللہ تعالیٰ نے خود اس کی بات کا جواب دیا ہے۔ اندازہ کریں آپ ﷺ کی قوتِ برداشت اور شخصی تاثیر کا۔

[2] الشعراء: ٢٦/٢١٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بچا۔ کیونکہ میں تم لوگوں کو اللہ کے عذاب سے بچانے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ البتہ تم لوگوں سے نسب وقرابت کے تعلقات ہیں جن کو میں باقی اور تروتازہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔

یہ بانگ درا تبلیغ تھی، یہ آپ کی دعوت کا عمدہ ترین نمونہ ہے، آپ نے بڑے حسین پیرائے میں اور بڑے عمدہ اسلوب کے ساتھ اپنے خاندان کے افراد پر یہ بات واضح کر دی کہ اب تعلقات کی بنیاد رسالت کی تصدیق کے ساتھ ہی مختص اور ممکن ہے اور جس نسلی اور قبائلی عصبیت پر عرب قائم ہیں وہ اس خدائی انذار کی حرارت میں پگھل کر ختم ہو چکی ہے۔

عرب کے دستور اور سماجی روایت کے مطابق آپ نے مناسب موقع اور مناسب وقت کا انتخاب کیا اور بلند پہاڑی پر چڑھ کر بطون مکہ کی جانب رُخ کر کے زوردار آواز لگائی، جب لوگ جمع ہو گئے تو پہلے اپنی ذات مقدسہ اور حیاتِ مبارکہ و سابقہ کی سچائی کی تصدیق مانگی، جب عوام الناس کی جانب سے مہر تصدیق ثبت ہو گئی تو آپ نے فرمایا: جیسے تم نیچے کی جانب ہو اور میں اوپر کی جانب ہوں اور جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے ہو، کیونکہ میں بلند جگہ کھڑا ہوں، جیسے تم نے لشکر کے حملہ آور ہونے کی میری بات کی تصدیق کی ہے اسی طرح میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں، نبوت کے بلند مقام و مرتبہ پر فائز ہوں، تم عالم سطحی کو دیکھتے ہو، نبوت ایک پل ہے عالم محسوس اور عالم غیب کے درمیان، میں تمھیں اس عذاب سے خبردار کرتا ہوں جو تمھیں دین ابراہیمی سے انحراف کے نتیجے اور بت پرستی، شرک و کفر اور ضلالت و جہالت کی وجہ سے گھیرنے والا ہے۔ اے قریش کے لوگو! ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے، فلاح پا جاؤ گے، عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے۔ آپ فرماتے ہیں میرے اور تمھارے مابین نسب وقرابت کے تعلقات ہیں جن کو میں تروتازہ رکھنے کی کوشش کروں گا، یعنی میں دل و جان سے تمھارے ساتھ مخلص محبت رکھتا ہوں، تم سے تعلقات توڑنا نہیں چاہتا ہوں لیکن تمھاری بھلائی کا طلب گار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ تمھیں کہیں اللہ کا عذاب نہ پکڑ لے۔ پھر آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی مخاطب کر کے فرمایا: اے محمد کی بیٹی فاطمہ! یعنی آپ کا انداز تخاطب کتنا دل نشین ہے۔ شفقت پدری اور جذبۂ محبت و الفت کو ابھار اور اجاگر کر رہے ہیں کہ اے میری بیٹی! نیک عمل کر و جن پر کامیابی کا انحصار ہے۔ جب باپ کسی اولاد کو اس طرح مخاطب کرتا ہے تو لامحالہ اولاد اطاعت بجالاتی ہے۔ داعی کے دل میں بھی ہمدردی مدعوین کے بارے میں اسی طرح کی ہونی لازمی ہے جس طرح کی ہمدردی آقائے نامدار کے دل میں اپنی امت کے متعلق تھی۔

حق کا واشگاف اعلان، مشرکین کا ردّ عمل اور آپ کی حکمت عملی:

اس صدائے حق کی گونج ابھی مکہ کے اطراف میں سنائی ہی دے رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور حکم نازل ہوا:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ①

''آپ کو جو حکم ملا ہے اسے کھول کر بیان کیجیے اور مشرکین سے رُخ پھیر لیجیے۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی خرافات و اباطیل کا پردہ چاک کرنا اور بتوں کی حقیقت اور قدر و قیمت کو واشگاف کرنا شروع کر دیا۔ آپ مثالیں دے دے کر سمجھاتے کہ یہ کس قدر عاجز و ناکارہ ہیں اور دلائل سے واضح فرماتے ہیں کہ جو شخص ان کو پوجتا ہے اور ان کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ بناتا ہے وہ کس قدر کھلی گمراہی میں ہے۔ مکہ والے ایک ایسی آواز سن کر جس میں ان کو گمراہ کہا گیا تھا احساس غضب سے پھٹ پڑے اور شدید غم و غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگے۔ یہ آوازِ حق گویا بجلی کا کڑکا تھا جس نے اس فضا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اسی لیے قریش اس کی جڑ کاٹنے کے لیے اُٹھ

① الحجر: ١٥/ ٩٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہوئے کہ جس سے ان کے آبائی رسم و رواج کا خاتمہ ہوا چاہتا تھا۔

قریش اس لیے اُٹھ پڑے کہ ان کو پتا تھا کہ غیر اللہ کی الوہیت کا انکار اور رسالت و آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس رسالت کے حوالے کر دیا جائے اور اس کی بے چوں و چراں اطاعت کی جائے اور اپنے کسی کام میں بھی کوئی اختیار باقی نہ رہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اہل عرب پر جو ہماری دینی برتری ہے وہ اس کو تسلیم کرنے سے ختم ہو جائے گی اور اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف کرنے کا اختیار ختم ہو جائے گا۔ وہ جو چھوٹے لوگوں پر ظلم کرتے تھے اور دن رات برائیوں میں لت پت رہتے تھے یہ ساری چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ قریش اس بات کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے، اس لیے ان کی طبیعت اس امر اور اس پوزیشن کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھی، جس کی وجہ سے وہ بلا دلیل اس حق کی مخالفت کرنے پر مجبور تھے۔ [1]

قریش یہ سب کچھ سمجھ رہے تھے لیکن ان کے لیے مشکل یہ آن پڑی تھی کہ ان کے مقابل ایک ایسا شخص کھڑا تھا جو صادق و امین تھا، انسانی اقدار اور مکارمِ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھا اور ایک طویل عرصے سے انھوں نے اپنے آبا و اجداد کی تاریخ میں اس کی نظیر نہ دیکھی تھی اور نہ سنی تھی۔ اس لیے وہ حیران و پریشان تھے کہ کریں تو کیا کریں؟ کوئی چیز سجھائی نہ دے رہی تھی۔

کافی غور و خوض کے بعد ایک راستہ نظر آیا کہ آپ کے چچا ابو طالب کے پاس جائیں اور مطالبہ کریں کہ وہ اپنے بھتیجے کو اس بات سے منع کرے کہ جو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہ بت کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں، یہ ہمارے بتوں کی توہین ہے اور ان کے حق میں گالی ہے اور یہ ہمارے بزرگوں کی بھی توہین ہے جو اس دین پر زندگی گزار گئے ہیں، لہٰذا انھوں نے بڑی تیزی کے ساتھ اس راستے کو اپنایا۔

[1] صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص: ۱۳۹۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قریش ابو طالب کے پاس:

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق قریش کے چند بڑے بڑے سردار ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے ابو طالب! تمھارے بھتیجے نے ہمارے بتوں کو گالیاں دی ہیں اور ان کو برا بھلا کہتا ہے، ہماری عیب چینی کی ہے اور ہماری فکر کو گمراہ قرار دیا ہے اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ قرار دیتا ہے۔ لہٰذا آپ انھیں اس بات سے روکیں یا پھر ہمارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جائیں، ہم خود اس کا علاج کر لیں گے۔

ان کے مقابلے میں ابو طالب نے نرم بات کی اور راز دارانہ لہجہ اختیار کیا، چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور نبی پاک اپنے کام پر لگے رہے۔ ①

حجاج کو روکنے کے لیے قریش کا اجلاس:

ان دنوں قریش کے سامنے ایک اور مشکل آن کھڑی ہوئی کہ ابھی علانیہ دعوت کو چند ماہ ہی ہوئے تھے کہ حج کا موسم آ گیا، قریش کو علم تھا کہ اب وفودِ عرب کی آمد شروع ہو گی، اس لیے وہ ضروری سمجھتے تھے کہ آپ کے بارے میں کوئی ایسی بات کریں جس کی وجہ سے باہر سے آنے والے لوگ اس کی دعوت سے متاثر نہ ہوں اور نہ ہی اس پر ایمان لائیں اور نہ ہی کسی پر اس کی دعوت کا اثر ہو۔

لہٰذا وہ چند اہم آدمی اکٹھے ہو کر ولید بن مغیرہ کے پاس گئے جو ان میں ایک دانا آدمی تھا، اس نے کہا کہ تم سب مل کر ایک رائے قائم کرو، منصوبہ بناؤ اور اس کے مطابق سب مل کر چلو۔ چند لوگوں نے رائے دی کہ ہم کہیں گے کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ ولید نے کہا بخدا! وہ پاگل اور دیوانہ ہرگز نہیں ہے۔ وہ بولے ہم کہیں گے کہ وہ ساحر ہے۔ وہ بولا اللہ کی قسم! وہ ساحر نہیں ہے۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے، اس کا معاملہ کاہنوں جیسا

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۱، ص ۲۰۲۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا نہیں وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ ولید نے ان تمام کی باتیں اور آراء سن کر کہا: اللہ کی قسم! اس کی بات بڑی شیریں ہے، اس کی جڑ پائیدار ہے اور اس کی شاخ پھولدار ہے، تم جو بھی کہو گے لوگ نہیں مانیں گے۔ میرا مشورہ ہے کہ اسے جادوگر کہہ کر اس کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ یہ باپ بیٹے، بھائی بھائی، ماں باپ، میاں بیوی، کنبے قبیلے میں اپنے جادو کی وجہ سے ایسی جدائی ڈالتا ہے کہ بعد میں کبھی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا انھوں نے اسی بات پر اتفاق کیا۔

ولید بن مغیرہ کے متعلق ہی سورۂ مدثر کی سولہ آیات نازل ہوئیں (۱۱ تا ۲۶):

﴿اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ....﴾

''پس اس نے اندازہ لگایا، وہ ہلاک ہو اس نے کیسا اندازہ لگایا......''

اسی پروگرام کے مطابق لوگوں کی ڈیوٹیاں لگا دی گئیں کہ حج پر آنے والے لوگوں کو ان کے متعلق آگاہ کیا جائے۔ لوگ حجاج کو آگاہ کرنے کے لیے راستے پر بیٹھ گئے اور ہر آنے والے کو تفصیل بتانے لگے اور خطرے سے آگاہ کرنے لگے۔ ابولہب اس کام میں سب سے زیادہ پیش پیش اور متحرک تھا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ حج سے واپس گئے تو لوگوں کو پتا چل گیا کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور یوں ان کے اپنے ذریعے سے پورے عرب میں آپ ﷺ کا چرچا پھیل گیا اور ان کی اپنی تدبیر ہی ان کے گلے میں پھنس گئی۔

قریش کا ظلم و ستم اور ناکام محاذ آرائی:

جس کے بعد وہ ظلم و ستم اور محاذ آرائی پر اُتر آئے لیکن ان کا ظلم و تشدد صحابہ کرام کے مضبوط قدموں کو ہلا نہ سکا۔ مسلمان وقتی طور پر ان کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ پھر واپس آئے تو پہلے کی طرح ہی ستم کیے گئے پھر دوبارہ ہجرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر گئے ، جب اس سے بھی کام نہ بنا تو قریش دوبارہ دربار ابو طالب میں حاضر ہو کر دھمکی لگاتے ہیں لیکن ان کی دھمکیاں بھی کسی کام نہیں آتی ہیں، ابو طالب ان کو لا جواب کر کے واپس لٹا دیتے ہیں، اس کے بعد وہ آپ کے قتل کا منصوبہ بناتے ہیں، وہ بھی ناکام ہوتا ہے۔ ①

اسی دوران بڑے بڑے لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں، قریش خود نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مختلف لالچ دیتے ہیں لیکن آپ نے ان سب کو نامراد واپس لٹا دیا، جس کے بعد وہ آپ کا سوشل بائیکاٹ کرتے ہیں۔ یہ حربہ بھی ناکام ہوتا ہے تو آخری بار پھر ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں لیکن آخری بار بھی مایوسی اور ناکامی ملتی ہے۔ مسلمان کفار کی ہر تدبیر کو اپنے مضبوط ایمان سے ناکام کرتے چلے جاتے ہیں اور کافر دن بدن مایوس اور ناامید ہوتے چلے گئے، آخر کار:

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ ②

''حق غالب آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔''

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ کرام ؓ کی دینی پختگی فزوں تر ہوتی چلی گئی اور وہ شہوات سے کنارہ کش، رضائے الٰہی کی راہ میں جاں نثاری، جنت کے شوق، علم کی حرص، دین کی سمجھ، نفس کے محاسبے، جذبات کو دبانے، رجحانات کو موڑنے، ہیجانات کی لہروں پر قابو پانے اور صبر وسکون اور عزت و وقار کی پابندی کرنے میں انسانیت کا نادر روزگار نمونہ بن گئے۔ نبی ﷺ کی شخصی تاثیر و کردار نے کفار کی ہر چال کو پگھلا کر رکھ دیا۔

① ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج١، ص ٢٠٣۔

② بني إسرائيل : ٨١/١٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

تیسرا مرحلہ: بیرونِ مکہ دعوتِ اسلام

قبائل عرب پر دعوت پیش کرتے وقت آپ نے اپنی سیرت و کردار کو بطورِ دلیل و برہان پیش کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ ①

''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا، تاکہ تو بستیوں کے مرکز (مکہ) کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے اردگرد ہیں اور تو اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں۔''

رسول اللہ ﷺ کی دعوت و اسلوب کا نمونہ سفر طائف میں:

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ابو طالب کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کو قریش نے اس قدر شدید اذیتیں پہنچائیں کہ جن کے متعلق وہ ابو طالب کی زندگی میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ طائف میں ثقیف قبیلہ سے نصرت و حمایت کے حصول اور قریش کی ایذا رسانی سے بچنے کے لیے ان کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے

① الشوریٰ: ٤٢/٧۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام قبول کرنے کے بھی امیدوار تھے۔

شوال دس نبوت مئی کے آخر اور جون کے شروع ۶۱۹ء میں آپ نے یہ اپنا پہلا دعوتی و تبلیغی اور سفارتی بیرونی دورہ کیا۔ طائف مکہ سے تقریباً ساٹھ (۶۰) میل دور ہے۔ آپ نے یہ مسافت پیدل طے کی۔ آپ کے اس سفر میں آپ کے شریک سفر آپ کے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ راستے میں جس قبیلے پر بھی آپ کا گزر ہوتا آپ اس کو اسلام کی دعوت دیتے لیکن کسی نے بھی یہ دعوت قبول نہ کی۔ [1]

جب طائف پہنچے تو قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں کے پاس تشریف لے گئے جو آپس میں بھائی بھائی تھے، جن کے نام یہ تھے: عبد یالیل، مسعود اور حبیب، ان کے والد کا نام عمرو بن عمیر ثقفی تھا۔ آپ نے ان کے پاس بیٹھنے کے بعد انھیں اللہ کی اطاعت اور اسلام کی مدد کی دعوت دی اور اپنی آمد کی وجہ بتائی کہ میں آپ سے اسلام کے معاملہ میں تعاون چاہتا ہوں، قریش کے مقابلے میں آپ میری مدد کریں اور اس دعوت میں میرا ساتھ دیں اور لوگوں سے میرا تحفظ کریں۔

اہل طائف کا جواب اور آپ سے سلوک:

آپ ﷺ کی بات سن کر ان تینوں میں سے ایک نے کہا کہ وہ کعبے کا غلاف پھاڑے اگر اللہ نے تمھیں رسول بنایا ہو۔ (یعنی اس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح کعبے کے غلاف کو پھاڑنا ناممکن ہے اسی طرح آپ کا رسول بننا بھی ناممکن ہے) دوسرے نے کہا: کیا اللہ کو تمھارے علاوہ اور کوئی نہ ملا؟ تیسرے نے کہا: میں تم سے ہرگز بات نہ کروں گا، اگر تم واقعی پیغمبر ہو تو تمھاری بات رد کرنا میرے لیے انتہائی خطرناک ہے اور اگر تم نے اللہ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے تو پھر مجھے تم سے بات کرنی ہی نہیں چاہیے۔

[1] ابن سعد، الطبقات الکبری، ج۱، ص ۲۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ جواب سن کر آپ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور صرف اتنا فرمایا: تم لوگوں نے جو کیا سو کیا، بہر حال اسے پس پردہ ہی رکھنا، اب اس معاملے کو زیادہ ہوا نہ دینا کہ کہیں اگر قریش کو اس معاملے کا پتا چل گیا تو وہ مزید تیز ہو جائیں گے اور ہمارا مذاق اُڑائیں گے اور ظلم و زیادتی کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے طائف میں دس دن قیام فرمایا۔[1] اس دوران آپ ان کے ایک ایک سردار کے پاس گئے اور ہر ایک سے گفتگو کی لیکن سب کا ایک ہی جواب تھا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ، بلکہ انھوں نے اپنے اوباشوں کو شہ دی، چنانچہ جب آپ نے واپسی کا قصد فرمایا تو یہ اوباش گالیاں دیتے، مذاق اُڑاتے، شور مچاتے ہوئے آپ کے پیچھے لگ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کتنا بڑا اِزدحام آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ گالم گلوچ کے ساتھ پھر پتھر برسنے بھی شروع ہو گئے، جس سے آپ کو اتنے زخم آئے کہ آپ کی ٹانگیں لہولہان ہو کر آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ ادھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ڈھال بن کر چلتے ہوئے پتھروں کو روک رہے تھے، جس سے ان کے سر میں بھی کئی چوٹیں آ گئیں۔ بدمعاشوں نے یہ سلسلہ مسلسل جاری رکھا، یہاں تک کہ آپ کو عتبہ اور شیبہ ابنائے ربیعہ کے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ باغ طائف سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔

یہاں تک یہ بھیڑ آپ کو دھکیل کر لے آئی، جب آپ نے باغ میں پناہ لے لی تو تب یہ لوگ واپس چلے گئے اور آپ ﷺ ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ جب قدرے اطمینان ہوا اور ہوش و حواس بحال ہوئے تو آپ نے اہل طائف کے لیے دعا فرمائی۔

[1] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۱۲۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہلِ طائف کے بارے میں آپ ﷺ کی دعا:

یہ دعا کتب احادیث اور کتب سیرت میں دعائے مستضعفین کے نام سے مشہور ہے۔ اس دعا کے ایک ایک فقرے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ طائف میں اس بدسلوکی سے دو چار ہونے کے بعد اور کسی ایک بھی شخص کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ کس قدر دل فگار اور پریشان تھے اور آپ کے احساسات پر حزن والم اور غم و افسوس کا کس قدر غلبہ تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے یوں التجا کرتے ہیں:

« اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوْ ضَعْفَ قُوَّتِيْ، وَقِلَّةَ حِيْلَتِي، وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِينَ وَأَنْتَ رَبِّيْ، إِلَى مَنْ تَكِلُنِيْ؟ إِلَى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِي؟ أَمْ إِلَى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ أَمْرِيْ ؟ إِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا أُبَالِيْ، وَلَكِنْ عَافِيَتُكَ هِيَ أَوْسَعُ لِي، أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنْ أَنْ تُنْزِلَ بِيْ غَضَبَكَ، أَوْ يَحِلُّ عَلَيَّ سُخْطُكَ، لَكَ الْعُتْبَى حَتَّى تَرْضَىْ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ »[1]

''اے اللہ! میں تجھ سے اپنی کمزوری اور بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں، یا ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو میرا بھی رب ہے، تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے حوالے جو مجھ سے تندی کے ساتھ پیش آئے؟ یا کسی دشمن کے حوالے جس کو تو نے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ کشادہ ہے، میں تیرے چہرے کے اس نور

[1] السہیلی، الروض الأنف، ج ٤، ص ٢٨، ٢٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہوگئیں اور جس پر دنیا و آخرت کے معاملات درست ہوئے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے، یا تیرا عتاب مجھ پر وارد ہو۔ تیری ہی رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت نہیں۔"

ادھر آپ کو ابنائے ربیعہ نے اس حالت زار میں دیکھا تو ان کے جذبۂ قرابت میں حرکت پیدا ہوئی اور انھوں نے اپنے عیسائی غلام کو جس کا نام عداس تھا بلا کر کہا کہ انگور کا ایک گچھا لو اور اس شخص کو دے آؤ۔ جب عداس نے انگور آپ کی خدمت میں پیش کیے تو آپ ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کیا۔ [1]

عداس نے کہا کہ یہ جملہ تو اس علاقے کے لوگ نہیں بولتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کس علاقے کے لوگ ہو، کہاں کے رہنے والے ہو اور تمھارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا میں عیسائی ہوں اور نینوٰی کا باشندہ ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اچھا تم مرد صالح یونس بن متی کے علاقے کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا آپ یونس بن متی کو کیسے جانتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ میرے بھائی تھے۔ وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ یہ سن کر عداس نبی ﷺ پر جھک پڑا اور آپ کے سر اور پاؤں کو بوسا دیا۔ [2]

یہ دیکھ کر ربیعہ کے دونوں بیٹوں نے کہا: لو، اب اس شخص نے ہمارے غلام کو بگاڑ دیا ہے۔ اس کے بعد جب عداس واپس گیا تو ان دونوں نے کہا: جی! یہ کیا معاملہ تھا؟ اس نے کہا: میرے آقا روئے زمین پر اس شخص سے بہتر کوئی اور نہیں، اس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ان دونوں نے کہا: دیکھو عداس! کہیں یہ شخص تم کو تمھارے دین سے پھیر نہ دے، کیونکہ تمھارا دین اس کے دین سے بہتر

[1] السهيلي، الروض الأنف، ج ٤، ص ٢٩۔

[2] السهيلي، الروض الأنف، ج ٤، ص ٢٩۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کے بعد قدرے ٹھہر کر رسول اللہ ﷺ باغ سے نکلے تو مکہ کی راہ پر چل پڑے۔ غم و الم کی شدت سے طبیعت نڈھال تھی اور دل پاش پاش تھا۔قرن منازل پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام تشریف لائے، ان کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ بھی تھا، وہ آپ سے یہ گزارش کرنے آیا تھا کہ اگر آپ حکم دیں تو وہ مکہ والوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دے۔

اس واقعہ کی تفصیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ ان کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک دن نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ پر کوئی ایسا دن بھی آیا ہے جو اُحد کے دن سے زیادہ سنگین رہا ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمھاری قوم سے جن جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے سنگین مصیبت وہ تھی جس میں میں گھاٹی کے دن دو چار ہوا، جس دن میں نے اپنی بات کو عبد یالیل پر پیش کیا، مگر اس نے میری بات نہ سنی۔ میں غم و الم میں نڈھال اپنے رُخ پر چل پڑا اور مجھے قرن ثعالب پہنچ کر ہوش آیا۔ وہاں میں نے سر اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبریل علیہ السلام تھے۔ انھوں نے مجھے پکار کر کہا: آپ کی قوم نے جو آپ کے ساتھ کیا اللہ نے اسے سن لیا ہے۔ اب اس نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ اسے جو بھی حکم دیں وہ کرے گا۔ اس کے بعد پہاڑوں کا فرشتہ مجھ سے مخاطب ہوا، اس نے سلام عرض کیا اور مجھے کہا کہ بات یہی ہے کہ آپ جو مجھے حکم دیتے ہیں میں وہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر آپ چاہیں کہ میں انھیں کچل دوں تو ایسا ہی ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں مجھے امید ہے کہ ان کی نسل سے اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا کرے گا جو ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سفر طائف میں داعی اعظم کی شخصیت و کردار کا نمونہ:

رسول اللہ ﷺ کے اس جواب میں آپ کے یگانہ روزگار شخصیت و کردار اور ناقابل ادراک گہرائی رکھنے والے اخلاق عظیمہ کے جلوے دکھائی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ آپ نے اس دعوت کے میدان کارزار میں کن کن مصائب و آلام کا سامنا کیا اور کس طرح اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کی اور کس حد تک برداشت کیا اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا؟ اور کس آس و امید کے ساتھ آپ واپس پلٹے؟ آپ فرشتوں کو جواب دیتے ہیں کہ نہیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے نیک لوگ پیدا کرے گا جو ایک اللہ کی بندگی اور ریاضت کریں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ انھی لوگوں نے آپ کا ساتھ بھی اس طرح دیا کہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ داعی کو ہر حال میں داعی ہی رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کبھی ایسے مخلص بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور نہ ہی بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ اہل طائف کے متعلق ابھی دعا ہی کر نا تھی کہ آسمانوں سے نصرت الٰہی کا نزول فوراً شروع بھی ہو گیا اور ایک عیسائی غلام عداس انگور لے کر حاضر ہو گیا اور آپ کی دعوت سے متاثر ہو کر کہتا ہے، اللہ کی قسم! اس روئے زمین پر اس سے اچھا کوئی انسان نہیں اور اس کی دعوت سے بہتر کوئی دعوت نہیں اور جو بات اس نے مجھے بتائی ہے وہ نبی کے سوا کوئی اور بتا ہی نہیں سکتا۔ ①

اس عیسائی غلام کا آپ کی نبوت کی تصدیق کرنا اور ابو ربیعہ کے بیٹوں کے سامنے باوجود اس کے کہ وہ اسے کہہ رہے ہیں کہ اس کی بات نہ ماننا، تمھارا دین اس کے دین سے بہتر ہے، ان کے منع کرنے کے باوجود بھی وہ آپ کی نبوت اور سچائی کی تصدیق کرتا ہے، تو اس سے بہتر نصرت الٰہی اور کیا ہو سکتی ہے؟ ایک عیسائی آدمی کا تصدیق کرنا جو کہ

① السهيلي، الروض الأنف، ج ٤، ص ٣٠۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزاد نہیں تھا، غلام تھا اور غلام بھی عداوت رکھنے والوں کا۔ اس شخص کی تصدیق نے نبی محترم کی پریشانی ونڈھالی میں کچھ نہ کچھ تو افاقہ کیا ہی ہوگا نا؟ اور آپ کے مقاصد سفر کی تکمیل ہوئی ہی ہوگی نا؟

پریشانی کے اس عالم میں آپ پر بادلوں کا سایہ یہ بھی ایک داعی کی مدد تھی جو آسمانوں سے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی، جس سے آپ کی طبیعت پر خوشگوار اثرات ہوئے اور آپ نفسیاتی طور پر دوبارہ اپنے عزم اور ارادے میں پھر سے مضبوط ہو گئے۔

جنات کو دعوت کا ایک عملی نمونہ:

وہاں سے فارغ ہونے کے بعد واپسی پر آپ نے وادی نخلہ میں قیام فرمایا، آپ کا یہ قیام چند دن کا تھا۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس جنوں کی ایک جماعت بھیجی جس کا ذکر قرآن مجید میں دو مرتبہ آیا ہے، ایک بار سورۂ احقاف میں اور دوسری مرتبہ سورۂ جن میں۔ سورۂ احقاف کی آیات یہ ہیں:

﴿وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ [1]

”اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی خدمت میں حاضر کیا جنھوں نے قرآن سنا، جب وہ وہاں (وادی نخلہ) میں پہنچے تو انھوں نے کہا خاموش ہو جاؤ، جب وحی کا نزول (یا تلاوت) پوری ہوگئی تو وہ اپنی قوم کی طرف داعی

[1] الأحقاف: ٤٦/ ٢٩ تا ٣١۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بن کر لوٹ گئے۔ انھوں نے واپس جا کر کہا اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے، جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، حق کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور صراطِ مستقیم بتاتی ہے۔ اے ہماری قوم! تم بھی اس اللہ کے داعی (محمد ﷺ) کو مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے گا۔"

سورۂ جن کی آیات یہ ہیں:

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝١ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ ①

"کہہ دو کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے مجھ سے قرآن سنا ہے اور انھوں نے آپس میں کہا ہے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے، ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہرگز ہم اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔"

ان آیات کے سیاق و سباق سے پتا چلتا ہے کہ جنوں کی آمد بھی نصرت الٰہی تھی جو کہ آپ کے غم و الم کو کم کرنے کے لیے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے تھی کہ آپ کا سفر طائف بے فائدہ نہیں رہا، اگر انسانوں نے آپ کی دعوت کو پذیرائی نہیں بخشی تو جنوں میں تو آپ کی دعوت کامیاب ٹھہری ہے نا؟ اس لیے آپ کو اس پر افسوس نہیں ہونا چاہیے اور یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جنات کی یہ حاضری اتفاقی تھی جس کا نبی ﷺ کو بذریعہ وحی پتا چلا اور یہ جنات کو پہلی مرتبہ دعوت تھی جس کے بعد بھی جنات آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں جن و انس کی طرف نبی بن کر آیا

① الجن: ١، ٢۔ السهيلي، الروض الأنف، ج ٤، ص ٣٢۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ ان آیات میں جنات کا آپ پر اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لانا اور اپنی جنات کی جماعت میں جا کر دعوت دینا اس بات کی واضح دلیل ہے اور جس انداز سے جنات نے آپ کی تصدیق و تائید کی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ نُّعۡجِزَ اللّٰهَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَنۡ نُّعۡجِزَهٗ هَرَبًا﴾ ①

''کہ ہماری سمجھ میں آ گیا ہے کہ ہم ہرگز اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہم اس سے بھاگ سکتے ہیں۔''

یہ تائید بڑی زبردست اور پرزور تھی، شاید کہ انسان اس طرح کی کھلی حمایت نہ کر سکتے۔ سفر طائف میں جنات کو دعوت کی یہ ایک ایسی مثال ہے جو آپ کی نبوت کو آفاقی ثابت کرتی ہے کہ آپ صرف انسانوں ہی کے نبی نہیں ہیں بلکہ جنات کے بھی نبی ہیں۔

قبائل اور افراد کو اسلام کی دعوت میں نبی ﷺ کی شخصیت و کردار کی تاثیر اور اسلوب:

ابن اسحاق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ طائف سے مکہ واپس تشریف لے آئے تو قریش پہلے سے بھی زیادہ آپ کے دشمن ہو گئے اور بڑی تیزی کے ساتھ آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ ایامِ حج میں آپ اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کرتے، ان کو اللہ کی طرف بلاتے اور ان کو بتاتے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور آپ انھیں کہتے کہ وہ اسلام قبول کر لیں اور وہ آپ کی حفاظت و صیانت کا بندوبست کریں، تاکہ جس مقصد کے لیے آپ مبعوث ہوئے ہیں اس کو پورا کر سکیں۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک ثقہ راوی زید بن اسلم دؤلی کو ابو الزناد نے بتایا۔ ②

① الجن: ۷۲/۱۲۔
② السھیلی، الروض الأنف، ج ٤، ص ٣٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حسن بن عبد اللہ بن عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت عباد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں اس وقت جوان لڑکا تھا، منیٰ میں اپنے باپ کے ساتھ کھڑا تھا کہ رسول اللہ ﷺ عرب قبائل کی قیام گاہوں میں جا کر فرماتے اے بنی فلاں! میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں، تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اللہ کے علاوہ تمام بتوں کو چھوڑ دو اور مجھ پر ایمان لاؤ اور میری تصدیق کرو اور تم میری حفاظت کرو، تاکہ میں اللہ کا پیغام پہنچا سکوں جو اس نے مجھے دے کر مبعوث کیا ہے۔ ①

آپ جہاں بھی تبلیغ کے لیے جاتے پیچھے پیچھے ابولہب ہوتا تھا، آپ اپنی بات سنا کے آ جاتے تو وہ لوگوں کو آپ کے بارے میں بدظن کرتا اور کہتا کہ یہ شخص ہمیں لات وعزیٰ سے ہٹانے کی بات کرتا ہے، یہ گمراہ ہے، اپنے آبائی دین کا منکر ہے، اے لوگو! تم ہرگز اس کی بات نہ ماننا۔ حضرت عباد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے خوبصورت آنکھوں اور زلفوں والا، عدنی لباس پہنے ہوئے جو آپ کی بات کی نفی کرتا ہے؟ تو انھوں نے مجھے بتایا کہ یہ آپ کا چچا ابولہب ہے۔

حافظ ابوبکر بیہقی نے بھی یہ روایت محمد بن عبد اللہ انصاری، الدولی سے ذی المجاز کے میلے کے متعلق بیان کی ہے کہ جب آپ ذی المجاز کے میلے میں لوگوں کو تبلیغ کرتے تو ابولہب آپ کی دعوت کی تردید کرتا تھا۔

باوجود اتنی مخالفت اور دشمنی کے آپ ﷺ نے ایک دن کے لیے بھی دعوت کے کام کو موقوف نہیں کیا بلکہ ہر روز نئے جذبے اور نئی امید کے ساتھ اپنے کام کو ترتیب دیا۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ نے ترمذی کے حوالے سے امام زہری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے جس میں امام زہری فرماتے ہیں کہ سفر طائف سے واپسی پر مختلف اوقات میں جن قبائل پر آپ نے اسلام پیش کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

① السهيلي، روض الأنف، ج ٤، ص ٣٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنو عامر بن صَعْصَعَہ، محارب بن خصفہ، فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سُلَیم، عبس، بنونصر، بنو البکاء، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمہ، یہ چودہ قبائل بنتے ہیں جن کے پاس آپ دعوت لے کر حاضر ہوئے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی اسلام قبول نہیں کیا۔ نبی ﷺ کی یہ دعوت نبوت کے چوتھے سال سے لے کر ہجرت کے آخری سال تک آخری موسم حج تک تھی، جس کی مدت تقریباً دس سال بنتی ہے۔ [1]

آپ نے ان قبائل کو دعوت دینے میں انتہائی شفقت، ہمدردی اور خلوص کا مظاہرہ کیا، آپ نے کسی کے ساتھ بھی الجھاؤ اور ترشی کی بات نہیں کی، لوگوں کے دعوت کو رد کر دینے کے نتیجے میں آپ نے کسی کو بد دعا نہیں دی، کسی کے بارے میں سخت لفظ استعمال نہیں کیا، اپنے عمل سے مایوسی اور نا اُمیدی کا اظہار تک نہیں ہونے دیا جو ایک حقیقی داعی کی صفات ہوتی ہیں۔ ابن اسحاق نے قبائل عرب پر دعوت کی پیشی کا طریق کار، اس کی کیفیت اور ان کے جواب کا بھی ذکر کیا ہے۔ امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بھی کچھ قبائل کی دعوت کے نمونے پیش کیے ہیں جن میں سے چند معروف قبائل کا تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

قبیلہ بنو کلب کو دعوتِ اسلام کا نمونہ اور اسلوب:

نبی ﷺ اس قبیلے کی ایک شاخ بنو عبداللہ کے پاس تشریف لے گئے، انھیں اللہ کی طرف بلایا اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا، دوران گفتگو آپ نے یہ بھی فرمایا اے بنو عبداللہ! اللہ تعالیٰ نے تمھارے باپ جدِ اعلیٰ کا نام بہت خوبصورت اور اچھا رکھا، لیکن ان لوگوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی۔ [2]

[1] صفی الرحمن، الرحیق المختوم: ۱۸۷، ۱۸۸۔

[2] السہیلی، الروض الأنف، ج٤، ص ٣٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعض اوقات داعی کو بالکل ایک نئی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لوگ بالکل اجنبی اور ناواقف ہوتے ہیں، پتا نہیں چلتا کہ اب ان کو بات کس طرح سنائی جائے؟ تو ایسی صورتحال میں اس نمونۂ دعوت سے پتا چلتا ہے کہ اگر کہیں اس طرح کا موقع بن جائے تو وہاں ماحول کے مطابق وہ بات کی جائے جو اگلے آدمی کی نفسیات کے مطابق ہو اور وہ اس کو پسند کرتا ہو۔ آپ اگر کسی ایسی چیز سے گفتگو کا آغاز کریں گے تو بقیہ بات کرنے کے لیے دروازہ کھل جائے گا۔ بعد میں آپ اس کو اپنی مطلوبہ بات بھی سنا سکیں گے، جیسا کہ اس موقع پر نبی ﷺ نے کیا ہے، آپ اس قبیلے کے پاس گئے ہیں تو آپ فرماتے ہیں، اے بنوعبداللہ! آپ کے جد اعلیٰ کا، خاندان کے بانی کا نام اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا رکھا تھا، یعنی جو عبداللہ نام ہے جس کا معنی ہے اللہ کا بندہ، اللہ کا بندہ ہونا کتنی اچھی بات ہے، پھر یہ نام کس نے رکھا؟ آپ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمھارے جد اعلیٰ کا نام رکھا ہے۔ اس سے آپ تصور الٰہی کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں، تاکہ اس قوم کو پتا چلے کہ ہمارے آبا و اجداد بھی اللہ کو مانتے تھے؟ آپ نے ایک مشترک بات سے آغاز کیا، جس کو تمام انسان پسند کرتے ہیں، گو انھوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں بھی کیا تھا لیکن یہ بات تو ضرور سوچتے ہوں گے کہ اس شخص نے ہمارے آبا و اجداد کی تعریف کیوں کی ہے؟ اب یہی سوچ انسان کو اصل چیز کی طرف لے کر جانے میں مدد دیتی ہے اور یہ مدد بعد میں ان قبائل کے قبول اسلام کی صورت میں سامنے آئی۔ [1]

کندہ قبیلہ کو تبلیغ:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ آپ کندہ قبیلہ کے پاس تشریف لے گئے، اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کیا، ان کو دعوت دی، لیکن انھوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔

[1] الطبری، تاریخ الرسل والملوك: ج ۲، ص ۳۵۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنو حنیفہ میں تبلیغ اسلام:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھے کسی نے عبداللہ بن کعب کے حوالے سے بیان کیا کہ نبی ﷺ بنی حنیفہ کے پاس ان کے ڈیروں پر گئے، ان کو دین اسلام کی دعوت پیش کی اور اپنی ذاتِ گرامی کو بھی اس کام کے لیے پیش کیا لیکن انھوں نے نہ صرف دعوت قبول نہ کی بلکہ سب سے زیادہ تلخ جواب بھی دیا۔ [1]

بنو عامر میں تبلیغ اسلام:

ابن اسحاق امام زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عامر بن صَعْصَعَہ کے پاس تشریف لے گئے، ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا اور اپنی ذاتِ گرامی کو بھی پیش کیا تو بحیرہ بن فراس عامری نے کہا: واللہ! اگر میں اس قریشی کو اپنے ہاتھ میں کرلوں تو سارا عرب تسخیر کرلوں۔ پھر اس نے کہا بتایئے! اگر ہم آپ کے تابع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو مخالفین پر غالب کر دے تو آپ کے بعد حکومت ہماری ہو گی ؟ آپ نے فرمایا: حکومت تو اللہ کی ہے، جس کو چاہے عطا کر دے۔ تو اس نے کہا: کیا ہم اپنا سینہ عرب کے سامنے نشانہ اور آماجگاہ بنائیں اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کردے تو حکومت غیروں کے ہاتھ آئے، ہم کو آپ کی دعوت سے کوئی غرض نہیں۔ انھوں نے آپ کو جواب دے دیا۔ لیکن جب بنی عامر حج کے بعد اپنے ایک عمر رسیدہ بزرگ کے پاس گئے جو کبر سنی کی وجہ سے حج پر نہ جا سکا تھا اور اس کو انھوں نے یہ واقعہ سنایا، کیونکہ ان کا دستور تھا کہ جب وہ حج سے واپس جاتے تو حج کی روداد جا کر بیان کرتے جیسے آج کل ہمارے بھی یہاں ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ حج کے موقع پر ہمارے پاس ایک قریشی مطلبی نوجوان آیا جو اپنے آپ کو نبی کہتا تھا، اس نے یہ پیشکش کی کہ ہم اس کی حفاظت کریں اور اس

[1] السهيلي، الروض الأنف، ج ٤، ص ٣٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ تعاون کریں اور اسے اپنے علاقے میں لے چلیں۔ یہ سن کر اس بوڑھے نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: اے بنی عامر! کیا اس کی تلافی ہو سکتی ہے؟ خدا کی قسم! کسی اسماعیلی نے اس طرح کی بات کبھی نہیں کی، بے شک وہ بہتر اور سچا ہے، تمھاری عقل کہاں کھو گئی؟ ①

آپ ﷺ کی تبلیغ کا یہ اسلوب تھا کہ آپ کسی پر اپنی بات کو ٹھونستے نہیں تھے بلکہ قبیلے کے سردار کو ملتے، اپنی بات سناتے، اپنی حفاظت کے لیے تعاون مانگتے، اپنے علاقے میں لے جانے کو کہتے، تاکہ آپ اپنی بات لوگوں تک پہنچا سکیں۔

امام زہری نے موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آپ موسم حج میں ہر سال ایسا ہی کرتے لیکن قبائل نے آپ کی دعوت کو مسترد کر دیا، جس کی اصل حقیقت یہ نظر آتی ہے کہ یہ سعادت مندی اصل میں انصارِ مدینہ کے حصے اور نصیب میں لکھی جا چکی تھی۔

بیرونِ مکہ اسلامی دعوت کی کامیابی:

جس طرح رسول اللہ ﷺ نے موسم حج میں اور اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً دیگر اوقات میں قبائل اور وفود پر اسلام پیش کیا اسی طرح افراد اور اشخاص کو بھی دعوت دی اور ان میں سے بعض نے اچھا اور تسلی بخش جواب بھی دیا اور اس دعوت میں اپنی رغبت اور پسندیدگی بھی ظاہر کی اور اس کے بعد جلد ہی اسلام قبول بھی کر لیا، ان میں سے کچھ کی روداد پیش کی جاتی ہے۔

حضرت سوید بن صامت رضی اللہ عنہ:

یہ شاعر تھے، گہری سوجھ بوجھ کے حامل تھے۔ یثرب کے لوگوں نے ان کی پختگی، شعر گوئی اور حسب نسب کی وجہ سے ان کو ''کامل'' کا خطاب دیا ہوا تھا۔ یہ حج یا عمرہ کے

① الطبری، تاریخ الرسل والملوك، ج ۲، ص ۳۵۳۔ صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص ۱۸۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے مکہ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ کہنے لگے: غالبًا آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ ایسا ہی ہے جو کچھ میرے پاس ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھارے پاس کیا ہے؟ سوید نے کہا: ''حکمت لقمان۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پیش کرو۔'' انھوں نے پیش کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً یہ کلام اچھا ہے، لیکن میرے پاس جو ہے وہ اس سے بھی اچھا ہے، وہ قرآن ہے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ وہ ہدایت اور نور ہے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا اور اسلام کی دعوت دی۔ [1] انھوں نے اسلام قبول کر لیا اور وہ بولے: یہ تو بہت ہی اچھا کلام ہے۔ اس کے بعد وہ مدینہ پلٹ کر آئے ہی تھے کہ جنگ بعاث چھڑ گئی اور وہ اس میں قتل کر دیے گئے۔ انھوں نے نبوت کے گیارھویں سال اسلام قبول کیا تھا۔ [2]

ایاس بن معاذ:

یہ بھی یثرب کے باشندے تھے اور نوخیز جوان تھے۔ ۱۱ نبوت میں جنگ بعاث سے کچھ پہلے اوس کا ایک وفد خزرج کے خلاف قریش سے مدد و تعاون کی تلاش میں مکہ آیا تھا۔ ایاس بھی اسی وفد کے ساتھ مکہ آئے تھے۔ اس وقت ان دونوں قبیلوں کے درمیان نفرت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اوس کی تعداد خزرج سے کم تھی، رسول اللہ ﷺ کو وفد کی آمد کا علم ہوا تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے درمیان بیٹھ کر یوں خطاب فرمایا:

''آپ لوگ جس مقصد کے لیے تشریف لائے ہیں کیا آپ اس سے بہتر چیز

[1] تاریخ اسلام، نجیب آبادی، ج ۱، ص ۱۲۵۔

[2] الطبری، تاریخ الرسل والملوك، ج ٤، ص ۳۵۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبول کر سکتے ہیں؟'' ان سب نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ نے مجھے اپنے بندوں کے پاس یہ دعوت دینے کے لیے بھیجا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اللہ نے مجھ پر کتاب بھی اُتاری ہے۔''

پھر آپ نے اسلام کا ذکر کیا اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ ایاس بن معاذ بولے خدا کی قسم! اے قوم! یہ چیز اس چیز سے بہتر ہے جس کے لیے تم یہاں آئے ہو۔ لیکن وفد کے ایک رکن ابو الجسر انس بن رافع نے ایک مٹھی مٹی اُٹھا کر ایاس کے منہ پر دے ماری اور بولا: یہ بات چھوڑ دو، میری عمر کی قسم! یہاں ہم اس مقصد کی بجائے دوسرے ہی مقصد کے لیے آئے ہیں۔ ایاس نے خاموشی اختیار کر لی اور رسول اللہ ﷺ بھی اُٹھ گئے۔ وفد قریش کے ساتھ معاہدہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور یوں ہی مدینہ ناکام واپس ہو گیا۔

مدینہ پلٹنے کے بعد ایاس تھوڑی دیر بعد انتقال کر گئے۔ وہ اپنی وفات کے وقت تہلیل وتکبیر اور تسبیح کر رہے تھے، اس لیے لوگوں کو یقین ہے کہ ان کی وفات اسلام پر ہوئی۔ [1]

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ:

یہ یثرب کی اطراف میں رہائش پذیر تھے۔ جب سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ کے ذریعے یثرب میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو یہ حضرت ابو ذر کے کان سے بھی ٹکرائی اور یہی ان کے اسلام لانے کا سبب بنی۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ صحیح بخاری میں تفصیلاً موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

[1] الطبری، تاريخ الرسل والملوك، ج ٢، ص ٣٥٤۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا بیان ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قبیلہ غفار کا ایک آدمی تھا، مجھے معلوم ہوا کہ مکہ میں ایک آدمی نمودار ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا: تم اس آدمی کے پاس جاؤں، اس سے بات کرو اور مجھے واپس آ کر اس کے متعلق بتاؤ۔ وہ گیا اور ملاقات کی اور واپس آیا، پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ بولا: اللہ کی قسم! ایسا آدمی دیکھا ہے جو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ میں نے کہا تم نے تسلی بخش خبر نہیں دی۔ آخر میں نے خود توشہ دان اور اپنا ڈنڈا اُٹھایا اور مکہ کی راہ لی۔ وہاں پہنچ تو گیا لیکن آپ کو پہچانتا نہ تھا اور یہ بھی گوارا نہ تھا کہ آپ کے متعلق کسی سے پوچھوں۔ چنانچہ میں زم زم کا پانی پیتا اور مسجد حرام میں پڑا رہتا۔ آخر میرے پاس سے علی بن ابو طالب کا گزر ہوا۔ کہنے لگے: آدمی اجنبی معلوم ہوتا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو انھوں نے کہا تو اچھا پھر گھر چلو۔ میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ نہ وہ مجھ سے کچھ پوچھ رہے تھے نہ میں ان سے کچھ پوچھ رہا تھا، ہم دونوں کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ ①

صبح ہوئی تو میں پھر اس ارادے سے مسجد حرام گیا کہ آپ کے متعلق دریافت کروں، لیکن کوئی نہ تھا جو مجھے آپ کے متعلق بتاتا، آخر میرے پاس سے پھر حضرت علی کا گزر ہوا۔ دیکھ کر بولے: اس آدمی کو ابھی تک اپنا ٹھکانا معلوم نہ ہو سکا؟ میں نے کہا: نہیں۔ اور تم اس شہر میں کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا: اگر آپ راز داری سے کام لیں تو بتاؤں؟ انھوں نے کہا: ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔ میں نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں ایک ایسا آدمی نمودار ہوا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کا نبی بتاتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا لیکن اس نے کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا، اس لیے میں نے سوچا کہ خود

① البخاری، باب بنیان الکعبة، باب اسلام ابی ذررضی اللہ عنہ۔ البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، الخراسانی(م۴۵۸ھ)، دلائل النبوة، ن، دارالکتب علمیہ، دارالریان للتراث، ج ۲، ص ۲۰۸۔ ابن اثیر، اسد الغابة۔ حرف الف۔ ابن عبد البر، الاستعاب فی معرفة الاصحاب، حرف الف۔ ابن کثیر، البدایةوالنہایة، ج ۳، ص ۳۴۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ملاقات کر لیتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: بھائی! تم صحیح جگہ پہنچے ہو، دیکھو میرا رُخ انھی کی طرف ہے۔ دیکھو جہاں میں گھسوں وہاں تم نے بھی گھس جانا۔ اگر میں کسی ایسے شخص کو دیکھوں جس سے تمھارے لیے خطرہ ہے تو دیوار کی طرف اس طرح جا رہا ہوں گا گویا اپنا جوتا ٹھیک کر رہا ہوں، لیکن تم راستے پر چلتے رہنا۔ اس کے بعد حضرت علی چل پڑے اور میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ وہ نبی پاک کے پاس داخل ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ داخل ہو گیا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ آپ مجھ پر اسلام پیش کریں، آپ نے اسلام پیش کیا اور میں مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے ابو ذر! اس معاملے کو ابھی پس پردہ رکھو اور اپنے علاقے میں واپس چلے جاؤ، جب ہمارے ظہور کی خبر ملے تو آ جانا۔ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے! میں تو ببانگ دہل ان میں اس کا اعلان کروں گا۔ اس کے بعد میں مسجد حرام آیا اور میں نے کہا: اے قریش کے لوگو!

« أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ »

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

لوگوں نے کہا: اُٹھو اور اس بے دین کی خبر لو، لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے اس قدر مارا کہ میں مرنے والا ہو گیا۔ لیکن عباس بن عبدالمطلب نے مجھے آ کر بچایا۔ انھوں نے مجھے جھک کر دیکھا اور پھر قریش کی طرف پلٹ کر بولے: تمھاری بربادی ہو، تم غفار کے ایک فرد کو مار رہے ہو، حالانکہ تمھاری تجارت کا راستہ بنی غفار سے گزرتا ہے۔ اس پر لوگ مجھے چھوڑ کر ہٹ گئے۔ دوسرے دن صبح ہوئی تو میں پھر وہاں گیا اور جو کچھ کل کہا تھا پھر وہی کہا۔ پھر میرے ساتھ وہی کچھ ہوا جو کل ہوا تھا اور پھر مجھے حضرت عباس نے آ کر چھڑایا، وہ مجھ پر جھک گئے اور وہی بات کہی جو کل کہی تھی۔ ①

① البخاري، باب إسلام أبي ذر الغفاري رضي الله عنه : ٣٨٦١۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ:

یہ ایک شریف، عقل مند اور دانا آدمی تھے، قبیلہ دوس کے سردار تھے۔ ان کے کچھ لوگ یمن کے نواح میں آباد تھے، یہ نبوت کے گیارھویں سال مکہ تشریف لائے، وہاں پہنچنے پر مکے والوں نے ان کا زبردست استقبال کیا اور نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ پھر آپ سے عرض پرداز ہوئے کہ اے طفیل! تم مکہ شہر میں تشریف لائے ہو تو ہم تمھیں اس آدمی سے خبردار کرتے ہیں جو ہمارے درمیان ہے، جس نے ہمارا خاندانی شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے اور خاندانوں میں فساد ڈال دیا ہے، ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ اس کے دامن فریب میں نہ آ جانا، کہیں ایسا نہ ہو کہ جو آفت ہمیں دامن گیر ہے وہی آپ کو بھی دامن گیر ہو جائے، آپ نے ہرگز اس کی بات نہیں سننی اور نہ ہی اس کے قریب جانا۔

حضرت طفیل کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ مجھے برابر یہی تلقین کرتے رہے جس کی وجہ سے میں نے تہیہ کر لیا کہ میں نے اس کی بات بالکل نہیں سننی ہے۔ میں جب صبح مسجد حرام میں گیا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی، تاکہ آپ کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑے، لیکن اس کے باوجود بھی کچھ آوازیں میرے کانوں میں پڑ گئیں، جو مجھے بہت پسند آئیں، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے بہت اچھا کلام سنا ہے۔ پھر میں نے اپنے جی میں کہا مجھ پر میری ماں کی آہ و بکا! میں تو ایک سوجھ بوجھ رکھنے والا شاعر آدمی ہوں، اچھائی برائی میں تمیز کر سکتا ہوں، پھر کیوں نہ میں اس شخص کی بات سنوں۔ اگر اچھی لگی تو قبول کر لوں گا اور اگر اچھی نہ لگی تو چھوڑ دوں گا۔ یہ سوچ کر میں رُک گیا۔ جب آپ اپنے گھر کو پلٹے تو میں بھی آپ کے پیچھے ہو گیا۔ آپ اندر داخل ہوئے تو میں بھی اندر داخل ہو گیا اور آپ کو اپنی آمد کا واقعہ اور لوگوں کے خوف دلانے کی کیفیت اور پھر کان میں روئی ٹھونسنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اور اس کے باوجود آپ کی باتیں سن لینے کی تفصیلات آپ کو بتائیں، پھر عرض کیا کہ آپ اپنی بات پیش کیجیے۔

آپ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور قرآن مجید کی تلاوت سنائی۔ اللہ گواہ ہے میں نے اس سے عمدہ قول اور اس سے زیادہ انصاف کی بات کبھی نہ سنی تھی، چنانچہ میں نے وہیں اسلام قبول کرلیا اور حق کی شہادت دے دی۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے، میں ان کے پاس پلٹ کر جاؤں گا اور انھیں اسلام کی دعوت دوں گا، آپ اللہ سے دعا کریں اور مجھے کوئی نشانی دے دیں، تو آپ نے دعا فرمائی۔

حضرت طفیل کو جو نشانی عطا ہوئی وہ یہ تھی کہ جب آپ اپنی قوم کے پاس پہنچے تو ان کے چہرے پر چراغ جیسی روشنی پیدا کر دی گئی۔ انھوں نے کہا یا اللہ! چہرے کی بجائے کسی اور جگہ، مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ اسے مثلہ کہیں گے۔ چنانچہ یہ روشنی ان کے ڈنڈے میں پلٹ آئی۔ پھر انھوں نے اپنے والد اور بیوی کو اسلام کی دعوت دی، وہ دونوں مسلمان ہو گئے لیکن قوم نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی۔ مگر طفیل رضی اللہ عنہ مسلسل کوشاں رہے حتیٰ کہ غزوۂ خندق کے بعد جب انھوں نے ہجرت فرمائی تو ان کے ساتھ ان کی قوم کے ستر یا اسی خاندان تھے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اسلام میں بڑے نمایاں کارنامے سر انجام دے کر جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔[1]

ضماد ازدی رضی اللہ عنہ:

یہ یمن کے باشندے اور قبیلہ ازد کے فرد تھے، جھاڑ پھونک کرنا، آسیب اتارنا ان کا

[1] ابن اثیر، ابو الحسن، علی بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی، (م ٦٣٠ھ) أسد الغابة، دار إحیاء التراث العربی بیروت، لبنان، حرف، الطاء، ج ١، ص ٣٣۔ ابن عبد البر، الاستعاب فی معرفة الاصحاب، حرف، الطاء، ج ١، ص ٢٢٨۔ ابن حجر، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، الأصابة فی تمییز الصحابة، ن دارجیل، بیروت، حرف الطاء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کام تھا۔ مکہ آئے تو وہاں کے احمقوں سے سنا کہ (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) پاگل ہیں، سوچا کہ کیوں نہ اس کے پاس چلا جاؤں، ہوسکتا ہے کہ اللہ میرے ہاتھوں اسے شفا دے دیں۔ چنانچہ میں آپ کے پاس گیا اور کہا کہ اے محمد! میں آسیب اُتارنے کے لیے جھاڑ پھونک کرتا ہوں، کیا آپ کو بھی اس کی ضرورت ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

« إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَمَّا بَعْدُ » [1]

ضماد نے کہا ذرا مجھے اپنے کلمات دوبارہ سنا دیجیے۔ آپ نے تین بار دہرایا، اس کے بعد ضماد نے کہا میں کاہنوں، جادوگروں اور شاعروں کی بات سن چکا ہوں، لیکن میں نے اس جیسا کلام نہیں سنا، یہ تو سمندر کی اتھاہ گہرائیوں کو پہنچا ہوا ہے۔ لائیے اپنا ہاتھ آگے کیجیے، میں بیعت کرتا ہوں۔ اس کے بعد انھوں نے آپ ﷺ کی بیعت کر لی اور اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گئے۔

دعوتِ اسلامی کو یثرب کی چھ سعادت مند شخصیات کا دستیاب ہونا:

نبوت کے گیارھویں سال حج کے موسم میں جولائی ۶۲۰ء کو اسلامی دعوت کو چند کارآمد بیج دستیاب ہوئے جو دیکھتے ہی دیکھتے بڑے تناور درختوں میں تبدیل ہو گئے اور ان کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر مسلمانوں نے برسوں ظلم وستم کی تپش سے راحت ونجات پائی۔ اہل مکہ نے رسول کو جھٹلانے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کا جو بیڑا اُٹھایا ہوا تھا اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی یہ تھی کہ آپ رات کی تاریکی میں قبائل کے

[1] ابن اثیر، اسد الغابة، حرف، الضاد۔ البیهقی، دلائل النبوة، ج ۲، ص ۲۲۳۔ ابن عبد البر، الاستعاب فی معرفة الأصحاب، حرف، الضاد۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پاس تشریف لے جاتے، تاکہ مکہ کا کوئی مشرک رکاوٹ نہ ڈال سکے۔

اسی حکمت عملی کے مطابق ایک رات آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لے کر باہر نکلے، بنو ذہل اور بنو شعبان بن ثعلبہ کے ڈیروں سے گزرے تو ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی۔ انھوں نے جواب تو بڑا پُر امید دیا لیکن اسلام قبول کرنے کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہ کیا۔ اس موقع پر حضرت ابو بکر اور بنو ذہل کے ایک آدمی کے درمیان سلسلۂ نسب کے بارے میں بڑے دلچسپ سوال و جواب بھی ہوئے، دونوں ہی ماہر انساب تھے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ منیٰ کی گھاٹی سے گزرے تو کچھ لوگوں کو باہم گفتگو کرتے ہوئے سنا، آپ نے سیدھا ان کا رُخ کیا اور ان کے پاس جا پہنچے۔ یہ یثرب کے چھ جوان تھے اور سب کے سب قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، جن کے نام یہ ہیں:

اسعد بن زرارہ	قبیلہ بنو النجار
عوف بن حارث	قبیلہ بنو النجار
رافع بن مالک بن عجلان	قبیلہ بنی زریق
عقبہ بن عامر بن نابی	قبیلہ بنی حرام بن کعب
جابر بن عبداللہ بن رِءاب	قبیلہ بنی عبید بن غنم
قطبہ بن عامر بن حدیدہ	قبیلہ بنی سلمہ

یہ اہل یثرب کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اپنے حلیف یہود مدینہ سے سنا کرتے تھے کہ اس زمانے میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے اور اب جلد ہی وہ ظاہر ہوگا، ہم اس کی پیروی کر کے اس کی نگرانی میں تمھیں عادِ ارم کی طرح قتل کر ڈالیں گے۔ [1]

[1] الطبری، تاریخ الرسل والملوك، ج ۲، ص ۳۵۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس پہنچ کر دریافت کیا کہ آپ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا ہم قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا یعنی یہود کے حلیف؟ بولے ہاں، فرمایا پھر کیوں نہ آپ حضرات بیٹھیں کچھ بات چیت کی جائے۔ وہ لوگ بیٹھ گئے، آپ نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، انھیں اللہ کی طرف دعوت دی اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ انھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا بھئی دیکھو! یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کا حوالہ دے کر یہود تمھیں دھمکیاں دیا کرتے تھے، لہٰذا یہود تم پر سبقت نہ لے جائیں۔ اس کے بعد فوراً انھوں نے آپ کی دعوت قبول کر لی۔

یہ یثرب کے عقلاء رجال تھے، جس جنگ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا تھا ان کو توقع تھی کہ آپ کی وجہ سے یہ جنگ ختم ہو جائے گی۔ انھوں نے کہا کہ ہم اپنی قوم کو ایسی حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ ان جیسی عداوت و دشمنی کسی اور قوم میں نہیں پائی جاتی۔ امید ہے کہ اللہ آپ کے ذریعے اس کو ختم کر دے گا۔ ہم وہاں جا کر لوگوں کو آپ کی طرف بلائیں گے اور یہ دین جو ہم نے قبول کر لیا ہے اس کو دوسروں پر بھی پیش کریں گے۔ اگر اللہ نے ان کو آپ پر یک جا کر دیا تو پھر آپ سے بڑھ کر اور کوئی معزز نہ ہوگا۔

اس کے بعد جب یہ لوگ مدینہ واپس ہوئے تو اپنے ساتھ اسلام کا پیغام بھی لے گئے۔ چنانچہ ان کے ذریعے گھر گھر رسول اللہ ﷺ کا چرچا پھیل گیا اور آپ کے متعلق دلچسپی بڑھتی چلی گئی اور لوگ دن بدن آپ کی شخصیت و کردار کے گرویدہ ہوتے چلے گئے۔ ①

پہلی بیعتِ عقبہ اسلامی دعوت کی درخشندہ کامیابی:

یہ بات گزر چکی ہے کہ پچھلے سال ۱۱نبوت میں حج کے موقع پر یثرب کے چھ

① ابن هشام: ج١، ص ٤٢٨۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سعادت مندوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی قوم میں جا کر آپ کی رسالت کی تبلیغ کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے سال جب موسم حج آیا یعنی ذی الحجہ ۱۲ نبوی بمطابق ۶۳۱ء تو بارہ آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں حضرت جابر بن عبداللہ بن رِءاب کو چھوڑ کر باقی پانچ وہی تھے جو پچھلے سال بھی آ چکے تھے اور ان کے علاوہ سات آدمی نئے تھے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ معاذ بن حارث ابن عفراء	قبیلہ بنی النجار	(خزرج)
۲۔ ذکوان بن عبدالقیس	قبیلہ بنی زریق	(خزرج)
۳۔ عبادہ بن صامت	قبیلہ بنی غنم	(خزرج)
۴۔ یزید بن ثعلبہ	قبیلہ بنی غنم کے حلیف	(خزرج)
۵۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ	قبیلہ بنی سالم	(خزرج)
۶۔ ابوالہیثم بن التیہان	قبیلہ بنی عبدالاشہل	(اوس)
۷۔ عویم بن ساعدہ	قبیلہ بنی عمرو بن عوف	(اوس)

ان میں آخری دو قبیلہ اوس میں سے تھے، باقی تمام خزرج کے تھے۔ ان لوگوں نے منیٰ کے پاس عقبہ کی گھاٹی میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ کے ہاتھ پر چند باتوں پر بیعت کی۔ یہ وہی باتیں تھیں جن پر صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ کے وقت عورتوں سے بیعت لی گئی تھی۔ ①

بخاری میں اس بیعت کی تفصیل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ہم سے ان باتوں پر بیعت لی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، کسی پر کوئی الزام نہ لگاؤ گے اور کسی

① الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج ٤، ص ٣٥٥، ٣٥٦۔ صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ١٩٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیکی کی بات پر میری نافرمانی نہ کرو گے۔ جو شخص یہ ساری باتیں پوری کرے گا اس کا اجر اللہ پر ہے۔ اگر کوئی ان چیزوں کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کو اس کی سزا دنیا میں ہی دے دی جائے گی جو اس کے لیے کفارہ ہوگی۔ اگر اللہ نے کسی کے گناہ پر پردہ ڈال دیا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، چاہے تو سزا دے چاہے تو معاف کر دے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان باتوں پر رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ ①

یہ بیعت آپ ﷺ کے اسلوبِ دعوت اور شخصی کردار کی تاثیر کی روشن مثال ہے اور اسلامی دعوت کی درخشندہ کامیابی کی دلیل ہے۔

مدینہ میں سفیرِ اسلام کا تقرر اور دعوت میں قابلِ رشک کامیابی:

اس بیعت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کی فرمائش پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے سفیرِ دعوتِ اسلام بنا کر مدینہ کی طرف جانے کا حکم صادر فرمایا۔ حکمِ نبوی کے مطابق حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر رکے اور اسی کو اپنا مسکن بنایا اور بغیر کسی تاخیر کے جوش و خروش کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا، جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں قابلِ رشک کامیابی سے نوازا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مدینے میں مقری کے نام سے مشہور ہوئے جس کے معنی ہیں پڑھانے والا، جیسے آج کل ہمارے ہاں قاری صاحب ہوتے ہیں۔ ان کی میدانِ دعوت میں کامیابی کا ایک بڑا شاندار واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ انھیں عبد الاشہل اور بنی ظفر کے محلے میں تبلیغ کی غرض سے اپنے ساتھ لے کر گئے۔ یہ وہاں بنی ظفر کے باغ میں مرق نامی کنوئیں کے پاس بیٹھ گئے۔ ان کو دیکھ کر چند اور مسلمان نوجوان بھی وہاں جمع ہو گئے۔ ②

① بخاری، باب حلاوۃ الایمان، باب إذا جاء ك المؤمنات، باب الحدود۔

② الطبری، تاریخ الرسل والملوك، ج ۲، ص ۳۵۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، جب ان کو اس بات کا پتا چلا تو حضرت سعد نے حضرت اُسید کو کہا کہ اسعد میری خالہ کا بیٹا ہے، میں تو اسے کچھ کہہ نہیں سکتا، ورنہ میں خود یہ کام کر لیتا۔ تم جاؤ اور ان کو وہاں سے خوب ڈرا دھمکا کر بھگا دو، یہ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ حضرت اسید اُٹھے اور اپنا حربہ اُٹھایا اور ان کی طرف چل پڑے۔ جب انھوں نے ان کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ تمھاری طرف ایک سردار آ رہا ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں سچائی اختیار کرنا۔ حضرت اسید وہاں پہنچے تو انھوں نے ان کو جا کر بڑی سختی کے ساتھ منع کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ تم نے یہاں ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانا شروع کر دیا ہے، تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟ اگر تمھیں اپنی جان کی ضرورت ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے بڑے پیار سے کہا کہ جناب محترم کیوں نہ آپ تھوڑا سا بیٹھیں اور کچھ سنیں، اگر پسند ہو تو قبول کر لینا اور اگر پسند نہ ہو تو چھوڑ دینا۔ حضرت اسید نے کہا بات تو انصاف کی کہہ رہے ہو۔ فرمایا: سناؤ، حضرت مصعب نے اسلام کی بات کی اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ بخدا ہم نے اسید کے بولنے سے پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ اسلام کے ہاتھوں فتح ہو چکے ہیں اور کایا پلٹ چکی ہے۔ وہ بولے تو کہنے لگے: کیا خوب بات ہے؟ اچھا یہ بتاؤ کہ تم کس طرح آدمی کو اپنے دین میں داخل کرتے ہو؟ فرمایا: غسل کرو، کپڑے بدلو اور کلمۂ حق کی شہادت دو۔ وہ اُٹھے، غسل کیا، کپڑے بدلے، کلمہ پڑھا اور دو رکعت نماز پڑھی اور مسلمان ہو گئے۔ کہنے لگے: میرے پیچھے ایک شخص ہے، اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی قوم کا کوئی شخص پیچھے نہ رہے گا اور اس کو میں ابھی تمھارے پاس بھیج رہا ہوں۔ یہ واپس پلٹے، حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں نے ان کا چہرہ دیکھ کر ہی اپنی قوم کو بتا دیا تھا کہ اس کا چہرہ وہ نہیں جو لے کر گیا

www.kitabosunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ جب یہ ان کی محفل میں پہنچے تو حضرت سعد نے کہا کیا بنا ہے؟ یہ کہنے لگے کہ میں نے ان سے بات کی ہے، مجھے تو کوئی حرج نظر نہیں آیا، لیکن میں نے ان کو منع کر دیا ہے اور انھوں نے حامی بھر لی ہے کہ وہ وہی کریں گے جیسے ہم چاہیں گے [1] اور مجھے پتا چلا ہے کہ بنو حارثہ کے لوگ آپ کی خالہ کے بیٹے اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کے لیے چلے گئے ہیں۔

یہ فوراً اُٹھے، اپنا حربہ لیا اور بڑے غصے کے ساتھ ان کی طرف چل دیے۔ جب وہاں پہنچے تو وہ دونوں بڑے آرام وسکون سے بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔ حضرت سعد کو پتا چل گیا کہ اُسید کی سوچ کیا تھی، وہ صرف مجھے یہاں بھیجنا چاہتے تھے۔ میں گیا اور ان دونوں کو سخت ست کہا، حضرت مصعب اور اسعد نے کوئی بات نہیں کی، صرف یہ کہا کہ اگر آپ تشریف رکھیں، بات سنیں، اگر پسند ہو تو قبول کر لیں ورنہ چھوڑ دیں۔ میں نے کہا یہ بڑے انصاف کی بات ہے، بات سناؤ۔ حضرت مصعب نے اسلام کی بات کی اور قرآن مجید کی تلاوت کی۔ حضرت سعد نے سن کر کہا، کیا خوب بات ہے، یہ تو بہت ہی سچی بات ہے، اچھا تو تم اپنے دین میں کسی آدمی کو کس طرح داخل کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: غسل کرو، کپڑے بدلو، کلمہ پڑھو اور دو رکعات نماز پڑھو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اُٹھے اور ایسا ہی کیا اور مسلمان ہو گئے۔ اپنی قوم میں واپس گئے اور کہتے ہیں کہ اے میری قوم! تمھارے اندر میرا معاملہ کس طرح کا ہے؟ وہ کہنے لگے آپ ہمارے سردار ہیں، نیک ہیں، قابل ہیں، ہم آپ پر فخر کرتے ہیں، آپ کی بات مانتے ہیں۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا پھر میں آپ سے اس وقت تک ہرگز نہ بولوں گا جب تک تم اسلام نہیں لے آتے اور رسول اللہ ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھ لیتے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تمام قوم نے ان کی دعوت پر ایک ہی

[1] الطبری، تاریخ الرسل والملوک: ۳۵۷/۲۔ صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن میں اسلام قبول کر لیا سوائے ایک آدمی کے جس کا نام اُصَیْرَم تھا، یہ جنگ اُحد میں مسلمان ہوا اور اسلام کی خاطر لڑتا ہوا جامِ شہادت نوش فرما گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے انھی کے بارے میں کہا تھا کہ عمل تھوڑا کیا ہے اور اجر زیادہ پا گیا ہے، اس نے ابھی ایک بھی سجدہ اللہ کے لیے نہیں کیا ہوا تھا۔ ①

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی تبلیغ ہی نبی کی ہجرتِ مدینہ کا سبب بنی، مدینے میں انصار کا کوئی گھر بھی ایسا نہیں بچا تھا جس میں لوگ مسلمان نہ ہوں۔ نبوت کے تیرھویں سال حضرت مصعب رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر مکہ گئے اور دعوتِ اسلام کی بڑی تسلی بخش بشارتیں اور خبریں نبی ﷺ کو سنائیں، جس سے آپ کا سینہ ٹھنڈا ہوا اور ہجرت مدینہ کے لیے مزید سوچ پختہ ہوئی اور دنیا میں اسلامی ریاست کی بنیاد عمل میں آئی اور نبوت محمدی ﷺ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئی اور اللہ کا دین غالب ہوا۔

مکی عہد میں دوسری بیعتِ عقبہ اسلامی دعوت کی تابناک روشن کامیابی اور آپ کی حکمت عملی کا اعلیٰ نمونہ:

علمائے سیر نے نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک مکی دور اور دوسرا مدنی۔ مکی دور کو پھر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، ایک قبل از نبوت اور دوسرا بعد از نبوت۔ ہمارے موضوع کا تعلق اس دور کے ساتھ ہے جو بعد از نبوت ہے، کیوں کہ آپ نے جو فریضۂ دعوت انجام دیا ہے وہ نبوت کے بعد دیا ہے، جس کا آغاز بعثت سے شروع ہوتا ہے اور ۱۳ نبوی بیعت عقبہ ثانیہ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس دوران بظاہر تو یوں نظر آتا ہے کہ دعوتِ اسلام تناؤ اور دباؤ کا شکار رہی، گو حقیقت شاید ایسی ہی ہو لیکن اپنے فوائد و ثمرات کے اعتبار سے ہم اس کو ناکامی سے تعبیر ہرگز نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر

① الطبری، تاریخ الرسل والملوك، ج۲، ص ۳۵۷، ۳۵۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ دور بعثت نبوی سے لے کر ہجرت مدینہ تک کا دور تاریخ اسلام میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ گو اس میں افرادی قوت کم نظر آتی ہے لیکن جو تھی وہ پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط تھی، جس کو دنیا کی کوئی طاقت متزلزل نہ کر سکی اور یہی قوت مدینہ میں جا کر ہجرت کے بعد اسلام کی علم بردار ثابت ہوئی، جن کی محنت کی بدولت مدینہ والوں کو اسلام کی نعمت عطا ہوئی اور دنیا میں اسلام کا علم بلند ہوا۔

نبوت کے تیرھویں سال موسم حج جون ۶۲۲ء میں یثرب کے ستر سے زیادہ مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے تشریف لائے۔ ابھی یہ لوگ راستے ہی میں تھے تو آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کب تک مکہ میں تکلیفیں برداشت کرتے رہیں گے اور یوں ہی بے یار و مددگار پہاڑوں میں چکر کاٹتے رہیں گے؟ [1]

پھر جب یہ مسلمان مکہ پہنچے تو انھوں نے درپردہ نبی ﷺ سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر اس بات پر اتفاق ہوا کہ منیٰ کی گھاٹی عقبہ کے پاس ۱۲ ذوالحجہ کو ملاقات ہوگی اور یہ اجتماع رات کے وقت خفیہ طریقے سے ہوگا۔ یہی وہ اجتماع تھا جس نے کفر و ایمان میں فرق کرنے میں فیصلہ کن کردار ادا کیا اور دنیائے عالم کا نقشہ ہی تبدیل کر دیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حسب دستور ہم رات کو اپنے ڈیروں میں سوئے لیکن جب تہائی رات گزر گئی تو ہم اپنے ڈیروں سے نکل کر نبی ﷺ کے ساتھ طے شدہ مقام پر پہنچ گئے، یہاں تک کہ ہم سب عقبہ میں جمع ہو گئے۔ ہماری کل تعداد پچھتر تھی، تہتر مرد اور دو عورتیں، ایک ام عمارہ نسیبہ بنت کعب اور دوسری ام منیع بنت عمرو، ہم گھاٹی میں پہنچ کر آپ کا انتظار کرنے لگے، آخر وہ لمحہ آ ہی گیا کہ آپ تشریف لائے، آپ کے ساتھ آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ گو وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن آپ کے بارے میں خونی رشتہ کی وجہ متفکر ضرور تھے،

[1] الطبری، تاریخ الرسل والملوك، ج ۲، ص ۳۶۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاکہ معاہدہ صحیح طریقے سے انجام پا جائے اور گفتگو کا آغاز بھی آپ ہی نے کیا۔ انھوں نے خزرج اور اوس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے اندر جو محمد (ﷺ) کی اہمیت ہے وہ تم جانتے ہی ہو، باوجود اختلاف رائے کے ہم نے ان کی حفاظت کی ہے۔ اب وہ آپ کے پاس آ گئے ہیں اور وہ یہاں رہنا چاہتے ہیں اور تمھارے ساتھ لاحق ہونے پر مصر ہیں تو کیا تم ان کی حفاظت کرو گے، اگر نہیں کر سکتے تو آج ہی جواب دے دو، تاکہ وہ اپنا انتظام کر لیں اور وہ اپنی قوم میں ہی عزت و حفاظت کے ساتھ رہیں۔ ①

جب حضرت عباس نے اپنی بات کر لی تو لوگوں نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ بھی بات کریں، آپ نے پہلے قرآن کی تلاوت کی پھر اللہ کی طرف دعوت دی اور اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی، اس کے بعد بیعت ہوئی جس کی یہ دفعات تھیں:

۱۔ چستی اور سستی ہر حال میں سنو گے اور مانو گے۔

۲۔ تنگی اور خوشی ہر حال میں خرچ کرو گے۔

۳۔ بھلائی کا حکم کرو گے اور برائی سے منع کرو گے۔

۴۔ اللہ کی راہ میں اُٹھ کھڑے ہو گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پروا نہیں کرو گے۔

۵۔ جب میں تمھارے پاس آ جاؤں تو میری مدد کرو گے، جیسے اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہو ایسے ہی میری کرو گے۔ ②

نبی ﷺ بات کر ہی رہے تھے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر اللہ نے آپ کو غلبہ دے دیا تو آپ ہمیں چھوڑ کر واپس اپنی قوم میں تو نہیں چلے جائیں گے؟ یہ بات سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور کہا: نہیں! بلکہ آپ کا خون میرا خون، آپ کا نقصان میرا نقصان،

① الطبری، تاریخ الرسل والملوك، ج ۲، ص ۳۶۱، ۳۶۲۔

② مبارك پوری، صفی الرحمٰن، الرحيق المختوم، ص ۲۱۲۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں آپ سے ہوں آپ مجھ سے ہیں۔ جس سے آپ جنگ کریں گے اس سے میں جنگ کروں گا اور جس سے تم صلح کرو گے اس سے میں صلح کروں گا۔ ①

پیدائش سے لے کر بیعت عقبہ ثانیہ تک ہجرت مدینہ سے پہلے پہلے کا دور عہد مکی کہلاتا ہے۔ اس عہد میں آپ کی دعوت اور آپ کا منہج اور آپ کے شخصی کردار کی تاثیر آپ کی حیاتِ مبارکہ کا ایک سنہری دور ہے۔ جس میں دعوتِ اسلام کامیابی سے ہم کنار ہوئی اور مدینے کی صورت میں اپنا ملک اور وطن بنانے میں سرخرو ہوئی۔ مکہ میں تربیت اسلام پانے والے مدینہ کے رہائشی بنے، مہاجر کہلائے اور مہاجروں کی مدد کرنے والے انصارِ مدینہ کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

① صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۲۱۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب
04

رسول اکرم ﷺ کے دعوتی اسالیب میں شخصی کردار کے نمونے

مدنی دور

ہجرت کے بعد مدینہ میں دعوتی اسلوب اور شخصی کردار کے نمونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدنی دور کا پہلا مرحلہ

ہجرت کے بعد مدینہ میں دعوتی اسلوب اور شخصی کردار کے نمونے

ہجرت کے بعد مدینہ میں آ کر نبی ﷺ کی شخصی اور دعوتی سرگرمیوں میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مدینے کے حالات مکہ کے حالات سے قطعی طور پر مختلف تھے۔ مکہ میں وہ مختلف گھرانوں میں بکھرے ہوئے تھے، مجبور و مقہور اور کمزور تھے، ان کے ہاتھوں میں کسی طرح کا بھی کوئی اختیار نہ تھا، تمام تر اختیارات قریش مکہ اور دشمنانِ دین کے ہاتھوں میں تھے اور دنیا کا کوئی بھی انسانی معاشرہ جن اجزا اور لوازمات سے قائم ہوتا ہے مکہ کے مسلمانوں کے پاس وہ اجزا سرے سے تھے ہی نہیں کہ ان کی بنیاد پر کسی نئے اسلامی معاشرے کی تشکیل کر سکیں۔ اس لیے یہ چیز دیکھنے میں آ رہی ہے کہ مکی سورتوں میں صرف اسلامی مبادیات کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور صرف ایسے احکامات نازل کیے گئے ہیں جن پر ہر آدمی تنہا عمل کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ نیکی، بھلائی اور مکارمِ اخلاق کی ترغیب دی گئی ہے اور رذیل و ذلیل کاموں سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ان سے منع کیا گیا ہے۔

اس کے برعکس مدینے میں مسلمانوں کی زمامِ کار پہلے دن ہی سے مسلمانوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے ہاتھوں میں تھی، ان پر کسی دوسرے کا تسلط نہ تھا۔ اس لیے اب وقت آ گیا تھا کہ مسلمان تہذیب و عمرانیات، معاشیات و اقتصادیات، سیاست و حکومت اور صلح و جنگ کے مسائل کا سامنا کریں اور ان کے لیے حلال و حرام اور عبادات و اخلاق وغیرہ جیسے مسائلِ زندگی کی بھرپور تنقیح اور وضاحت کی جائے۔ آزاد ماحول میں رہ کر اپنے مذہب اور تہذیب و ثقافت کے مطابق اپنی زندگیاں گزار سکیں اور دنیا کے اندر ایک آئیڈیل اسلامی معاشرے کا عملی تصور پیش کر سکیں، جو رہتی دنیا تک آنے والے انسانوں کے لیے ایک ماڈل اور نمونہ بن سکے اور انسان اس سے روشنی حاصل کر سکیں۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں: اب وقت آ گیا تھا کہ مسلمان ایک نیا معاشرہ یعنی اسلامی معاشرہ تشکیل دیں جو زندگی کے تمام مرحلوں میں جاہلی معاشرے سے مختلف اور عالم انسانی کے اندر موجود کسی بھی دوسرے معاشرے سے ممتاز ہو اور اس دعوتِ اسلامی کا نمائندہ ہو جس کی راہ میں مسلمانوں نے تیرہ سال تک طرح طرح کی مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کی تھیں۔ ①

ظاہر ہے کہ اس طرح کے کسی معاشرے کی تشکیل ایک دن، ایک مہینا یا ایک سال میں نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اس کے لیے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے، تاکہ اس میں آہستہ آہستہ اور درجہ بدرجہ احکام صادر کیے جائیں اور قانون سازی کا کام ایک منظم و تربیت کے ساتھ مکمل کیا جائے۔

اب جہاں تک احکام و قوانین کے صادر اور فراہم کرنے کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کا کفیل ہے اور جہاں تک ان احکام کے نفاذ اور مسلمانوں کی تربیت اور راہنمائی کا معاملہ ہے تو اس پر رسول اللہ ﷺ مامور تھے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

① صفی الرحمن، مولانا، مبارك پوری، الرحیق المختوم، ن، المکتبة السلفیة، لاهور، ص ٢٤٥۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ①

''وہ ذات جس نے اَن پڑھوں میں رسول مبعوث فرمایا جو انھی میں سے ہے، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ وہ ہمہ وقت آپ کی طرف متوجہ رہتے اور جو بھی حکم صادر ہوتا اس سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے خوشی محسوس کرتے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ ②

''جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔''

یہی سب سے عظیم مسئلہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کے تعلق سے درپیش تھا اور دعوت اسلامیہ اور رسالت محمدیہ ﷺ کا مطلوب ومقصود بھی یہی تھا کہ اس دعوت کے نتیجے میں ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے، جس کی فضاؤں اور زیر نگرانی لوگ آزادی سے ایک اللہ کی بندگی اور عبادت کر سکیں۔

مدینہ میں مخصوص مقاصد کے تحت دعوتی اسلوب اور ترجیحات میں تبدیلی:

مسلمانوں اور نبی ﷺ کی ہجرت کا مقصد صرف مصائب وآلام سے چھٹکارا حاصل کرنا ہی نہ تھا بلکہ اس کا ایک عظیم اور بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ ایک پر امن علاقے کے اندر ایک نئے معاشرے کی تشکیل کے لیے تعاون کیا جائے۔ اسی لیے ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض قرار پایا تھا کہ اس وطن جدید کی تعمیر میں حصہ لے کر اس کی پختگی، حفاظت،

① الجمعة : ٦٢/٢۔

② الأنفال : ٨/٢۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رفعت شان، تعمیر و ترقی میں اپنی کوشش صرف کرے اور یہ کوشش ہر طریقے سے کی جائے، تاکہ مسلمانوں کو اپنی ایک آزاد ریاست کے قیام کا جو موقع ملا ہے اس سے بھرپور فائدہ اُٹھایا جائے اور ایک آئیڈیل اور صالح معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

یہ بات تو قطعی طور پر معلوم اور ثابت شدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہی اس معاشرے کی تشکیل کے امام، قائد اور رہنما تھے اور کسی نزاع کے بغیر سارے معاملات کی باگ ڈور آپ ﷺ ہی کے ہاتھ میں تھی۔

ہجرت سے قبل مدینے میں تین قسم کی اقوام آباد تھیں جن سے رسول اللہ ﷺ کو سابقہ تھا اور ان میں سے ہر قوم کے اپنے اپنے مسائل اور حالات تھے۔ یہ تینوں اقوام حسب ذیل تھیں:

۱۔ مسلمان صحابہ کرام کی پاک اور ممتاز جماعت۔

۲۔ مدینے کے قدیم اور اصلی قبائل جو مشرکین بھی تھے۔

۳۔ یہود۔ ①

نبی ﷺ نے بوقت ہجرت ۱۲ ربیع الاول بروز جمعۃ المبارک سن ۱ ھ بمطابق ۲۷ ستمبر ۶۲۲ء کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے پڑاؤ کیا اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ ان شاء اللہ اب یہی منزل ہوگی، پھر اس کے بعد آپ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ ②

یہاں قیام پذیر ہونے کے بعد بغیر کسی تاخیر کے آپ نے مہاجرین کے مسائل کے حل کے لیے مدینہ والوں کے ساتھ معاہدۂ اخوت طے کروایا۔ جب مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی فکر سے فارغ ہوئے تو فوراً دیگر قبائل کے ساتھ معاہدے کیے جو امن و

❶ صفي الرحمن، الرحيق المختوم، ص ٢٤٤۔

❷ الطبري، تاريخ الرسل والملوك، ج ٢، ص ٣٩٦۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلامتی پر مشتمل تھے، تاکہ آپ اندرونی اور بیرونی سازشوں سے محفوظ رہ کر دعوت کے کام پر پوری توجہ دے سکیں اور اپنے مقاصدِ نبوت کی تکمیل کر سکیں۔ لیکن مشرکین مکہ کو جب آپ کی ان کامیابیوں کا علم ہوا تو وہ فوراً نارِ حسد سے آگ بگولا ہو گئے اور انھوں نے یہاں بھی اسلامی دعوت کے راستوں کو روکنے کی منصوبہ بندی شروع کر دی اور قبائلِ عرب کو اپنی سازشوں کا شکار کرنا شروع کر دیا۔ یہ بات ان کے لیے کسی بھی طرح ناقابل برداشت تھی کہ وہ مدینہ کی صورت میں ایک اسلامی ریاست کے وجود کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

رسول اللہ ﷺ ان کی چالوں سے آگاہ تھے لیکن آپ کی کوشش تھی کہ لڑائی جھگڑے سے حتی الوسع اجتناب ہی بہتر ہے، لیکن جب مشرکین مکہ اپنے تمرّد، ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہ آئے تو ایسے لوگوں کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ نے دعوتِ اسلام کا اسلوب تبدیل کر دیا اور اعلان فرما دیا:

﴿ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴾ ①

”جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے ان کو بھی جنگ کی اجازت دی جاتی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔“

پھر اسی ضمن میں مزید چند آیات کا نزول ہوا جن کا مقصود باطل کا خاتمہ اور شعائر اللہ کا قیام تھا، ارشادِ ربانی ہے:

﴿ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ ②

”ان لوگوں کو اگر ہم زمین میں حکومت واقتدار سونپ دیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے منع کریں گے۔“

① الحج: ٣٩/٢٢۔ ② الحج: ٤١/٢٢۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ان آیات کے زمانہ نزول کا قطعی فیصلہ کرنا تو مشکل ہے لیکن یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ ان آیات کی عملی تفسیر ہجرت کے بعد ہی سامنے آئی جب مسلمانوں نے تمام تر مصالحتی کوششوں کے باوجود اسلامی دعوت کی مضبوطی اور حفاظت کے لیے جہاد کا راستہ اختیار کیا، یہی جہاد کفار مکہ کی تمرد، سرکشی، کبر وغرور کا علاج کیمیا ثابت ہوا اور معرکۂ بدر میں کفار مکہ کی ذلت آمیز شکست نے ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا اور اسلامی دعوت کے راستوں کی تمام رکاوٹوں کو راستے سے ہٹا دیا۔

یہی وہ مخصوص مقاصد تھے جن کی بنیاد پر مدینہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنے دعوتی منہج اور اسلوب میں بڑی نمایاں تبدیلیاں کیں اور دعوتِ اسلام کو منت وساجت کی پوزیشن سے آزادی دلا کر جہاد فی سبیل اللہ کی قوت سے آزادانہ وآبرومندانہ مقام پر کھڑا کر دیا اور عرش بریں سے نقارہ بجا دیا:

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [1]

"کہہ دو (اعلان کر دو) کہ حق آ گیا اور جھوٹ بھاگ گیا، جھوٹ کو آخر کار بھاگنا ہی تھا۔"

ایسے جدید اور قدیم داعینِ ومفکرین دعوت کی یہ فکری کوتاہی نظر آتی ہے جو اپنے کام میں دعوت کو جہاد سے بچانے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ کی مدنی زندگی کی مصروفیات اور مہمات کو دیکھا جائے تو دعوتی سرگرمیوں کی نسبت جہادی سرگرمیوں میں آپ ﷺ کا رجحان غالب نظر آتا ہے، کیونکہ مدنی زندگی میں جہادی سرگرمیاں زیادہ ہیں۔ اسی لیے بعض مفکرین اسلام کا کہنا ہے کہ "وہ دعوت "دعوت" ہی نہیں ہے جو جہاد کو کھڑا نہ کرے اور وہ جہاد "جہاد" ہی نہیں جو دعوت کے راستوں کو بند کرے۔" لہٰذا اگر مدنی دور میں دیکھا جائے تو آپ نے مدینہ میں آ کر دعوتی اسلوب کو

[1] بنی إسرائیل : ۱۷/ ۸۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضرور تبدیل کیا ہے اور یہ تبدیلی آپ کی ذاتی سوچ اور فکر کا نتیجہ نظر نہیں آتی بلکہ یہ منشائے الٰہی نظر آتی ہے اور اس کی دلیل یہی آیات ہیں جو پیچھے ذکر کی گئی ہیں۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام نے جہاد کا راستہ صرف اپنے دفاع میں اختیار کیا ہے، جہاد ظلم کے خاتمے اور امن کا ضامن ہے اور دعوتِ اسلام کا محافظ ہے۔ یہ ان لوگوں کا حسد پر مبنی پروپیگنڈا ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا ہے۔ اسلام نے تلوار ہمیشہ اپنے دفاع اور مظلوموں کی مدد میں اٹھائی ہے، جبر کے ساتھ کسی کو مسلمان کرنا اسلامی تعلیمات میں شامل ہی نہیں ہے اور نہ آج تک یہ بات ثابت کی جا سکی ہے کہ فلاں جگہ مسلمانوں نے کسی قوم کو تلوار کے زور پر مسلمان کیا تھا۔ اسلام ہمیشہ اپنی دلیل کی قوت اور سچائی کی بنیاد پر قبول کیا گیا ہے اور دعوت اس کی اصل قوت ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ جمعۃ المبارک کے دن مدینہ میں داخل ہوئے اور آپ نے بطن وادی میں داخل ہو کر جمعہ پڑھا جس میں تقریباً سو کے قریب آدمی تھے۔ آپ نے قبا میں قیام کے دوران مدینہ میں داخلے کے وقت جو خطبات ارشاد فرمائے وہ آپ کی مدنی دعوت کے بڑے حسین نمونے ہیں، جو ہدیۂ قارئین کیے جاتے ہیں۔ مسجد نبوی اور قبا میں مسجد قبا کا قیام یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ نے ہجرت کے فوراً بعد جو کام کیا ہے وہ اسلامی دعوت کی غرض سے مساجد کا قیام تھا، تاکہ مسلمانوں میں بلاتاخیر دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کا عمل جاری کیا جا سکے۔

ہجرت کے وقت مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر اور خطباتِ دعوت کے دو نادر اور تاریخی نمونے:

نبی ﷺ کے خطبات کے یہ نادر نمونے جو آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں تشریف فرما ہونے کے بعد ارشاد فرمائے تھے۔ یہ خطبات ابن ہشام اور تاریخ طبری کے حوالے سے درج کیے جا رہے ہیں۔ ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے ان خطبات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے تمام تر متن کو درج کیا ہے جو ان کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ ان خطبات کے متن سے یہ پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کا مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد کیا اسلوب دعوت تھا؟

ابن ہشام کہتے ہیں کہ راوی نے کہا کہ پہلا خطبہ رسول اللہ ﷺ نے دیا اور جو مجھے ابو سلمیٰ بن عبد الرحمٰن سے پہنچا ہے اور ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم آپ کے متعلق ایسی بات بیان کریں جو آپ نے نہ کہی ہو۔ وہ یہ ہے کہ آپ ان لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ایسے الفاظ سے بیان فرمائی جن کا وہ مستحق ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

« أَمَّا بَعْدُ، أَيُّهَا النَّاسُ! فَقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ. تَعَلَّمُنَّ وَاللَّهِ لَيُصْعَقَنَّ أَحَدُكُمْ، ثُمَّ لَيَدَعَنَّ غَنَمَهُ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ، ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ رَبُّهُ، وَلَيْسَ لَهُ تَرْجُمَانٌ وَلَا حَاجِبٌ يَحْجُبُهُ دُونَهُ: أَلَمْ يَأْتِكَ رَسُولِي فَبَلَّغَكَ، وَآتَيْتُكَ مَالًا وَأَفْضَلْتُ عَلَيْكَ؟ فَمَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ؟ فَلَيَنْظُرَنَّ يَمِينًا وَشِمَالًا فَلَا يَرَى شَيْئًا، ثُمَّ لَيَنْظُرَنَّ قُدَّامَهُ فَلَا يَرَى غَيْرَ جَهَنَّمَ. فَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقٍّ مِنْ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ، فَإِنَّ بِهَا تُجْزَى الْحَسَنَةُ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ »[1]

”حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں کے لیے کچھ آگے بھیجو، تمھیں یہ بات ضرور جان لینی چاہیے کہ اللہ کی قسم! تم میں سے ہر کوئی بے ہوش ہو جائے گا، پھر وہ اپنی بکریوں کو یوں ہی چھوڑ جائے گا کہ ان کا کوئی چرواہا نہیں ہوگا، پھر اس کا رب اس سے پوچھے گا اور ان دونوں کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی پردہ حائل ہوگا جو اس کو ڈھانپ لے، پھر اللہ فرمائے گا: کیا

---

[1] السهيلي، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ج ٧، ص ١٦٨، ١٦٩ - ابن جرير، تاريخ الرسل والملوك، ج ٢، ص ٣٩٦-

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تیرے پاس میرا رسول نہیں آیا تھا؟ کیا اس نے تجھے تبلیغ نہیں کی تھی؟ اور میں نے تمھیں مال دیا تھا اور وہ بھی تیری ضرورت سے زائد، پھر تو نے کیا آگے بھیجا اپنے لیے؟ پھر آدمی دائیں بائیں دیکھے گا تو اسے کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، پھر وہ اپنے آگے دیکھے گا تو سوائے جہنم کے اس کو کوئی چیز دکھائی نہ دے گی۔ پس جو کوئی تم میں طاقت رکھتا ہے اپنے آپ کو اس جہنم کی آگ سے بچا لے خواہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی ایسا کر لے۔ پس اگر کسی کے پاس وہ بھی نہیں ہے تو پھر اچھی بات کے ساتھ ہی ایسا کر لے۔ پس ایک نیکی والے کو دس نیکیوں کے ساتھ جزا دی جائے گی جو کہ سات سو گنا تک بڑھا دی جائیں گی۔

اور تم پر سلام ہو اور اللہ کے رسول پر بھی اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔''

آپ کے اس خطبہ مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے مدینہ میں آ کر اپنے اسلوب دعوت کو کافی حد تک تبدیل کر دیا۔ مدینہ میں آپ کی بات چیت کا انداز مکہ کی نسبت آزادانہ اور خوف و ہراس سے مبرّا ہے اور آپ بڑے پُر زور طریقے سے لوگوں کو عمل صالح کی طرف راغب کرتے ہیں اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اے لوگو! اپنے لیے نیک اعمال کی صورت میں ذخیرۂ آخرت کر لو، کیونکہ قیامت کا مرحلہ بڑا سخت ہے، جس کی سختی سے تم بے ہوش ہو جاؤ گے اور تم دنیا کو اس چرواہے کی طرح چھوڑ جاؤ گے جس طرح وہ اپنی محنت اور مشقت سے پالی ہوئی بکریوں کو بغیر کسی حفاظت کے چھوڑ جائے۔ اسی طرح تم بھی محنت اور مشقت سے کمائی ہوئی دنیا کو بے یار و مددگار چھوڑ کر مر جاؤ گے۔ پھر تم اپنے اللہ کے سامنے اس حالت میں کھڑے ہو گے کہ تمھارے اور اللہ کے درمیان نہ کوئی پردہ حائل ہو گا اور نہ کوئی ترجمان ہو گا۔

کتنا با کمال ہے آپ ﷺ کا اسلوب کہ آپ نے مدینہ والوں کو کس قدر ڈرایا ہے کہ انسان یہ منظر اپنے سامنے لانے کے بعد کبھی سستی اور بدعملی کا ارتکاب نہیں کر سکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پھر آپ نے وہاں کے حالات کے مطابق لوگوں کی کیفیت دیکھ کر خرچ کرنے کی ترغیب کتنے شاندار طریقے سے دی ہے کہ تم قیامت کے دن کس قدر ان نیک اعمال کے محتاج ہو گے اور خرچ نہ کرنے والے اور نیک اعمال نہ کرنے والے اور رسولوں پر ایمان نہ لانے والے کس قدر پھنس جائیں گے کہ باوجود اِدھر اُدھر چارہ کار کے آخر اپنے سامنے جہنم کو دیکھیں گے۔ تو تب ان کی حالت کیا ہو گی؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں: لوگو! اس دن کی پریشانی سے بچنے کے لیے جس قدر بھی ممکن ہو سکے اللہ کی راہ میں خرچ کر لو، یہاں سے چلے جانے کے بعد نیکی کا موقع نہیں ملے گا۔

مکہ میں مسلمان نہ خرچ کرنے کی پوزیشن میں تھے اور نہ ہی حالات ایسے تھے کہ لوگوں کو اس بات کی دعوت دی جاتی، اب چونکہ مدینہ میں اس چیز کی ضرورت بھی تھی، کیونکہ کوئی بھی ریاست روپے پیسے کے بغیر نہیں چل سکتی، تو اب مدینہ میں آتے ہی آپ نے اسلامی ریاست کے قیام کا انتظام و انصرام شروع کر دیا اور جن چیزوں کی اس کو ضرورت تھی آپ نے روزِ اول ہی سے اس کی ترغیب دینا شروع کر دی۔ آپ ﷺ نے مزید ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: جو کوئی نیکی کرے گا اس کے لیے وہ نیکی سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا دی جائے گی۔ اب دیکھیں کہ مدینہ میں آپ کا اسلوب دعوت کس قدر مختلف ہے، کیونکہ اب حالات اس کی اجازت دے رہے ہیں، اس کا تقاضا کر رہے ہیں۔ آپ نے کس قدر عمدہ طریقے سے لوگوں کو عمل پر راغب کیا ہے۔ آپ مہاجرین اور انصار میں معاہدۂ اخوت کروانے کا انتظام کر رہے ہیں، تاکہ اس کے ذریعے مہاجرین کے جو مسائل و مشکلات ہیں ان کا سدِّ باب کیا جا سکے اور جو نئی ریاست کے سامنے آنے والے مسائل ہیں ان کا حل نکالا جائے۔ لوگوں کو عملی طور پر اس قدر تیار کر دیا جائے کہ ہر آدمی اپنی جگہ کام کرے۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر آپ ﷺ اپنی بات کا خاتمہ دعا کے ساتھ کر رہے ہیں اور دعا بھی بڑی با کمال کہ اے لوگو! تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو۔ لوگوں کو دعا دینے کے بعد فرمایا کہ یہ سلامتی اور رحمت و برکت اللہ کے رسول پر بھی ہو۔ اب کون سے سامعین ایسے ہیں کہ جو اس طرح کا وعظ سن کر عمل پر راغب نہ ہوں؟ ابن سعد کے بیان کے مطابق سامعین کی تعداد ایک سو کے قریب بتائی جاتی ہے۔ یہ خطبہ مبارکہ اسلام کا مدینہ طیبہ میں سب سے پہلا خطبہ جمعۃ المبارک ہے جو ایک اسلامی ریاست کی اجتماعیت کی بنیاد ڈالتا ہے اور آپ کی سیاسی اور انتظامی منصوبہ بندی کو واضح کرتا ہے۔ آپ نے مدینہ آتے ہی بڑی حکمت عملی اور منصوبہ بندی سے اپنی دعوتی حکمت عملی کو نئے سرے سے ترتیب دیا ہے جو آپ کے شخصی کردار اور قابلیت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

ہجرت کے بعد مدینۃ النبی میں آپ کے دوسرے خطبے کا نایاب نمونہ:

ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کے طریق سے نبی ﷺ کا دوسرا خطبہ بھی نقل کیا ہے جو آپ کی شخصیت و کردار اور اسلوبِ دعوت کا آئینہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

« إنّ الْحَمْدَ لِلّهِ أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِينُهُ ، نَعُوذُ بِاللّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا ، وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَهْدِهِ اللّهُ فَلَا مُضِلّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إلَهَ إلّا اللّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ . إنّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَيّنَهُ اللّهُ فِي قَلْبِهِ وَأَدْخَلَهُ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ الْكُفْرِ وَاخْتَارَهُ عَلَى مَا سِوَاهُ مِنْ أَحَادِيثِ النّاسِ إنّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ وَأَبْلَغُهُ أَحِبّوا ، مَا أَحَبّ اللّهُ أَحِبّوا اللّهَ مِنْ كُلّ قُلُوبِكُمْ وَلَا تَمَلّوا كَلَامَ اللّهِ وَذِكْرَهُ وَلَا تَقْسُ عَنْهُ قُلُوبُكُمْ فَإِنّهُ مِنْ كُلّ مَا يَخْلُقُ اللّهُ يَخْتَارُ وَيَصْطَفِي ، قَدْ سَمّاهُ اللّهُ خِيرَتَهُ مِنَ الْأَعْمَالِ وَمُصْطَفَاهُ مِنَ الْعِبَادِ الصّالِحَ الْحَدِيثَ وَمِنْ كُلّ مَا أُوتِيَ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

النَّاسُ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ، وَاتَّقُوهُ حَقَّ تُقَاتِهِ وَاصْدُقُوا اللّٰهَ صَالِحَ مَا تَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ وَتَحَابُّوا بِرُوحِ اللّٰهِ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ يَغْضَبُ أَنْ يُنْكَثَ عَهْدُهُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ »[1]

''بے شک تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں اور اُسی سے مدد مانگتا ہوں اور ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں سے اور برے اعمال سے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیں اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بے شک سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے۔ تحقیق وہ شخص فلاح پا گیا جس کے دل میں اللہ نے اس کلام کو سجا دیا اور اس کو اسلام میں داخل کر دیا کفر کے بعد اور پھر اس نے اس کلام کو فوقیت دی لوگوں کی باتوں پر۔ بے شک وہ بہترین کلام ہے اور نہایت بلیغ کلام ہے۔ جس چیز سے اللہ کو محبت ہے تم بھی اس سے محبت رکھو، اپنے پورے دل سے اللہ کو چاہو اور اللہ کے کلام اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہو جاؤ۔ کہیں تمھارے دل اس سے سخت نہ ہو جائیں۔ کیوں کہ وہ جن چیزوں کو پیدا کرتا ہے ان میں سے بعض کو برگزیدہ اور منتخب فرما لیتا ہے۔ اس نے اعمال میں سے بعض اعمال کو پسندیدہ قرار دیا ہے، بندوں میں سے بعض بندوں کو منتخب و پسند کیا ہے اور کلام اور باتوں میں سے بعض باتوں کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ ان چیزوں میں سے جو لوگوں کو دی گئی ہیں حلال بھی ہیں اور حرام بھی ہے۔ اس لیے اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اس سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے

[1] الروض الأنف فی شرح السيرة النبوية لابن هشام ، ج ٤ ، ص ١٦٩۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا حق ہے۔ اور اللہ کے بارے میں سچ کہو کہ یہ جو کچھ تم اپنے منہ سے کہتے ہو اس میں سے بہترین ہے۔ اللہ کی رحمت کے سبب تم آپس میں محبت رکھو۔ اللہ کے عہد کو توڑنے سے اللہ غضب ناک ہوتا ہے۔ اور تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔''

یہ خطبہ بھی آپ کے اسلوبِ دعوت کا نادر نمونہ ہے جس کی ابتدا میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی ہے، پھر انسانی نفس کے شر اور برے اعمال سے پناہ مانگی ہے، پھر توحید و رسالت کا اقرار کیا ہے۔ اس کے بعد کلام اللہ یعنی قرآن مجید کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے بہترین کلام کتاب اللہ قرآن مجید ہے، کیوں کہ دعوت دین کی اصل یہی کتاب ہدایت ہے۔ اس سے محبت کرنے کی تلقین بیان فرمائی ہے، تاکہ لوگ دل و جان سے بڑھ کر اس کو اہمیت دیں اور کسی لمحہ بھی اس سے غفلت اور صرف نظر نہ کریں۔ پھر حلال و حرام کا تصور اُجاگر کیا ہے، تاکہ اسلامی معاشرے میں مدینہ کے لوگ ان چیزوں میں فرق کریں جو مکہ میں ممکن نہ تھا اور پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی سے ڈرنے کا حکم صادر فرمایا اور لوگوں کو یعنی مسلمانوں کو باہم مل جُل کر آپس میں پیار و محبت سے رہنے کا حکم دیا ہے جو ایک اسلامی معاشرے میں انسانی آبادیوں کے لیے ضروری ہوتا ہے اور جو معاشرتی فلاح کا باعث بنتا ہے اور لوگوں کو اللہ کا عہد توڑنے سے ڈرایا گیا ہے، تاکہ لوگوں میں تقویٰ اور خوفِ خدا پیدا ہو اور لوگ ہمہ وقت صراطِ مستقیم پر گامزن رہیں اور دنیا وآخرت کی حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔

آپ ﷺ نے بڑے اچھوتے انداز میں لوگوں کے دلوں کو تسخیر کرنے کی کوشش کی ہے اور لوگوں کے سوئے ہوئے جذبے کو بیدار کیا ہے، تاکہ اسلامی معاشرے کا ہر فرد اپنے اپنے فرائض منصبی اچھے طریقے سے سرانجام دے۔ آپ کی یہ دعوت مستقل مزاجی پیدا کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدنی دور کا دوسرا مرحلہ

صلح حدیبیہ کے اسلامی دعوت پر اثرات اور آپ کی شخصیت و کردار کا نمونہ

مدینہ میں ہجرت کے بعد سن دو ہجری میں لڑی جانے والی جنگ بدر نے قریش اور قبائل عرب کے غرور کو خاک میں ملا دیا اور مسلمانوں اور اسلامی دعوت کے بارے میں عالمی سوچ میں تبدیلی پیدا کر دی اور مسلمانوں کو ایک مستقل قوت تسلیم کیا جانے لگا۔ آپ ﷺ نے معرکۂ بدر کی کامیابی کے بعد اپنی قوت کو مزید منظم کیا اور مسلمانوں کا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے اسلامی دعوت کی نئے سرے سے حکمت عملی وضع کی اور مسلسل کئی فوجی اور عسکری کارروائیاں جاری رکھیں، تاکہ کفارِ مکہ اور دیگر قبائل عرب پر دباؤ جاری رہے اور اسلامی دعوت کو پھیلنے کا موقع ملتا رہے۔

ذی قعدہ سن ٦ ہجری میں نبی ﷺ جب عمرہ کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے[1] اور قریش کو جب اس بات کا علم ہوا تو ان کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی اور وہ جنگ کی تیاری اور آپ کو عمرے کی ادائیگی سے روکنے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب آپ کو اس چیز کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے لڑائی سے بچنے کو ہی ترجیح دی۔ جب کفارِ مکہ کو

[1] صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ٤٧٥۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جنگ بدر کی تباہی یاد آئی تو انھوں نے بھی صلح ہی میں بہتری سمجھی۔ دونوں فریقین میں جو صلح ہوئی تاریخ میں صلح حدیبیہ کے نام سے معروف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ''فتح مبین'' [1] کا نام دیا ہے۔ اس کی بظاہر شرائط تو مسلمانوں کے خلاف تھیں لیکن نبی ﷺ کی دُور اندیشی اور اس کے مابعد اسلامی دعوت پر اثرات کی وجوہات کی بنیاد پر ہی اللہ نے اسے فتح مبین قرار دیا ہے۔

صلح حدیبیہ درحقیقت اسلام اور مسلمانوں کی زندگی میں ایک نئی تبدیلی کا آغاز تھا۔ چونکہ اسلام کی عداوت اور دشمنی میں قریش مکہ سب سے زیادہ مضبوط، ہٹ دھرم اور لڑاکا قوم کی حیثیت رکھتے تھے، لیکن جب وہ صلح کی طرف پلٹے تو اس کا صاف مطلب تھا کہ انھوں نے اسلام کی قوت کو تسلیم کر لیا ہے اور برابری کی سطح پر صلح کی ہے۔ اس سے دعوت اسلامی کو خوب پھیلنے پھولنے کا موقع میسر آ گیا جو آپ کی حکمت عملی کا ایک بڑا باکمال مظاہرہ تھا۔

اس دوران مسلمانوں نے اپنی دعوتی سرگرمیوں کو مزید تیز کر دیا۔ ماہرین سیرت نے اس کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، شاہانِ عرب کو خطوط اور ان کو دعوتِ اسلام اور دوسرا حصہ ہے جنگی سرگرمیاں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دوران جنگی سرگرمیوں کی نسبت دعوتی سرگرمیوں کو فوقیت حاصل ہے، کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد بھی یہی دعوت تھی۔ آپ ﷺ نے تمام شاہانِ عرب کو پہلے بذریعہ خطوط دعوت اسلام پیش کی، ان کے جواب کے انتظار کے بعد ان کی سرگرمیوں اور اسلام کے بارے میں ان کا رویہ دیکھ کر آپ نے اُن کی طرف عسکری مہمات روانہ کی ہیں۔

فوراً ہی ان پر حملے شروع نہیں کر دیے گئے، کیونکہ مسلمانوں نے مصائب و مشکلات کا جو سامنا کیا ہے تو فقط ان کا مقصد دعوتِ اسلام کی کامیابی تھی، لوگوں کو جہنم سے بچانا

[1] الفتح : ۱/۴۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقصد تھا اور رسالت کی تبلیغ کرنا مقصود تھا، نا کہ ان کو جبراً فتح کرنا مقصود تھا۔

صلح حدیبیہ کے بعد حالات بڑی تیزی کے ساتھ مسلمانوں کے حق میں ہو گئے۔ جب قریش نے صلح میں عافیت سمجھی تو پھر باقی لوگوں کو بھی ٹھنڈا ہونا پڑا۔

بادشاہوں اور امراء کو بذریعہ خطوط دعوت کا اسلوب اور آپ ﷺ کے شخصی کردار کی جھلک:

صلح حدیبیہ کے بعد جو اسلام اور مسلمانوں کا مقام و مرتبہ بلند ہوا اور قریش اور دیگر قبائل عرب کی سوچ میں تبدیلی آئی تو آپ ﷺ نے اس صورتحال سے فوراً فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ ۶ ھ کے آخر پر جب حدیبیہ سے واپس آئے تو آپ نے مختلف بادشاہوں کے نام خط لکھ کر انھیں دعوتِ اسلام دینے کا پروگرام ترتیب دیا۔ اس ضمن میں جب آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور مختلف قاصدوں اور سفیروں کا انتخاب فرمایا تو آپ سے کہا گیا کہ بادشاہ خط اسی صورت قبول کریں گے جب ان پر مہر ہو گی۔ اس لیے نبی ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش تھا۔ یہ نقش تین سطروں پر مشتمل تھا۔ لفظ ''محمد'' ایک سطر میں، ''رسول'' ایک سطر میں اور لفظ ''اللہ'' ایک سطر میں جس کی صورت یوں بنتی ہے: ''اللہ، رسول، محمد۔'' ①

سفیروں اور قاصدوں کے لیے آپ نے تجربہ کار لوگوں کا انتخاب کیا اور انھیں بادشاہوں کے پاس خطوط دے کر روانہ کیا۔ علامہ سید سلیمان منصور پوری نے اپنی تصنیف رحمۃ للعالمین میں بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات لکھی ہے کہ آپ نے یہ قاصد اپنی خیبر روانگی سے چند دن پہلے یکم محرم ۷ ھ کو روانہ فرمائے تھے۔ ②

---

① السهيلي، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية، ج ۷، ص ۵۱۲۔

② محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، ن مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور، ص ۱۵۳ تا ۱۶۵، ط ۲۰۱۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بذریعہ خطوط نبی ﷺ کی دعوت کا اسلوب بذاتِ خود ایک مستقل مقالے کا عنوان بنتا ہے، علمائے سیرت نے اس پر مستقل کتب تحریر فرمائی ہیں جن میں ان خطوط کی تمام تر تفاصیل دیکھی جاسکتی ہیں، مثال کے طور پر مولانا حفظ الرحمٰن سوہاروی کی ''البلاغ المبین'' اس سلسلہ میں بڑی اہم کتاب ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ کی ''زاد المعاد فی ہدیۃ خیر العباد'' میں ان خطوط کے متعلق بڑی وضاحت سے لکھا گیا ہے۔ رحمۃ للعالمین (ﷺ) میں سید سلیمان منصور پوری اور متقدمین میں سے ابن ہشام، ابن جریر، ابن سعد، ابن اسحاق اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ان خطوط کو نقل کیا ہے اور حال ہی میں ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ نے بھی جدید تحقیق کی بنیاد پر ان خطوط کے متعلق بڑی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ الرحیق المختوم میں مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ نے ان خطوط کی تاریخی حیثیت اور تقدیم و تاخیر کا بڑا شاندار طریقے سے تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔

ہم یہاں نبی ﷺ کے کچھ خطوط کا ذکر کریں گے، تاکہ ان سے یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کا شاہانِ عرب کو دعوت دینے کا اسلوب و انداز کیا تھا۔ تمام خطوط کو ذکر کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ ان خطوط کی فہرست اور جن جن بادشاہوں کو لکھے گئے ان کے ناموں کی فہرست یہاں درج کر دی جاتی ہے۔

بادشاہ کا نام	ملک کا نام	سفیر کا نام
۱۔ اصحمہ بن ابجر المعروف نجاشی	حبشہ (اتھوپیا)	عمرو بن امیہ ضمری
۲۔ جریج بن متی مقوقس	مصر	حاطب بن ابی بلتعہ
۳۔ کسریٰ (خسرو پرویز)	فارس (ایران)	عبداللہ بن حذافہ سہمی
۴۔ ہرقل قیصر روم	روم	دحیہ کلبی
۵۔ منذر بن ساویٰ	بحرین	علاء بن حضرمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۶۔ ہوذہ بن علی	یمامہ	سلیط بن عمرو
۷۔ حارث بن ابی شمر غسانی	دمشق	شجاع بن وہب الاسدی
۸۔ جیفر بن جلندی	عمان	عمرو بن عاص [1]

اصحمہ بن ابجر نجاشی شاہِ حبش کے نام خط میں اسلوبِ دعوت اور شخصیت نبوی ﷺ کا اندازِ تخاطب:

یہ خط ہے محمد نبی کی طرف سے نجاشی اصحمہ کے نام جو شاہِ حبش ہے۔

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، نہ اس کی بیوی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے اور میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، کیونکہ میں اس کا رسول ہوں، لہٰذا تم اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض بعض کو رب نہ بنائے۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ اگر تم نے یہ دعوت قبول نہ کی تو تم پر تمھاری قوم نصاریٰ کا گناہ بھی ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ایک اور خط کی عبارت نقل فرمائی ہے جو ماضی قریب میں دستیاب ہوا ہے اور صرف ایک لفظ کے اختلاف کے ساتھ یہ خط علامہ ابن قیم کی زاد المعاد میں بھی موجود ہے۔

اس خط میں نبی ﷺ نے اپنے مخاطب کے آداب کو مکمل طور پر ملحوظِ خاطر رکھا ہے اور

[1] السھیلی، الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ج ۷، ص ۵۱۲۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، حضور اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۱۰۸ تا ۱۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑے عمدہ آداب کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔اس کے بعد آپ نے پہلے اپنا عقیدہ بیان کیا ہے اور توحید الٰہی کو بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے اور عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث پر تنقید کی بجائے خود اپنا عقیدۂ توحید صاف صاف بیان کر دیا ہے اور اس صاف شفاف عقیدے کی اہمیت اُجاگر کرنے کے بعد عیسائیوں کو اس طرف بلایا ہے اور ساتھ ہی احساس بھی دلایا ہے کہ ﴿ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ کہ ایک ایسے کلمے کی طرف آؤ جو تمھارے اور ہمارے درمیان برابر ہے۔عقیدہ کی اہمیت کا احساس دلایا ہے، بات ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی ہے اور بادشاہ کو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر تم اس عمدہ دعوت کو قبول نہیں کرو گے تو تمھاری قوم کا گناہ بھی تمھارے سر ہی ہوگا۔ پھر خود اپنے بارے میں دوبارہ اعلان کر دیا ہے کہ اگر تم ہماری اس دعوت کو قبول نہیں کرو گے تو بھائی ہم تو مسلمان ہیں۔

یہ کتنا با کمال اسلوبِ دعوت ہے کہ بات کو دل کی گہرائی میں اتارا جا رہا ہے اور سوئے ہوئے ضمیر کو جگایا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن کوئی عذر باقی نہ رہے۔ آپ نے بادشاہ کو بحیثیت نبی مخاطب کیا ہے، اس میں آپ نے سیاستدانوں کا طریقہ اختیار نہیں کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے یہ خط ہے اور میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو دنیا و آخرت کی کامیابی مل جائے گی اور حکومت بھی تمھاری تمھارے پاس ہی رہے گی۔ میں تم سے حکومت بھی نہیں چھینوں گا، تاکہ بادشاہ کے دل میں کہیں حکومت کا لالچ اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ نہ بن جائے۔ یہ ہے آپ کے شخصی کردار کی تاثیر۔

قیصر شاہِ روم کے نام خط میں آپ کا اسلوبِ دعوت اور شخصیت نبوی ﷺ کی جھلک:

ہرقل قیصر روم کے نام یہ خط حضرت دِحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ بخاری میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس خط کا متن موجود ہے، جس سے آپ کے اسلوبِ دعوت کا پتا چلتا ہے۔ خط کا متن یوں ہے:

« مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَمَّا بَعْدُ : فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الإِسْلَامِ ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ ، يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الأَرِيسِيِّينَ وَ ﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ » [1]

’’اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی جانب سے ہرقل عظیم روم کی طرف: اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے۔ اسلام لاؤ اللہ تمھیں تمھارا اجر دوبار دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر تمھاری رعایا کا بھی گناہ ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی اور چیز کو شریک ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ بے شک ہم تو مسلمان ہیں۔‘‘

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا نامہ مبارک لے کر حاکم بصرہ کے پاس گئے کہ وہ یہ خط قیصر روم کو پہنچا دے، جب ہرقل قیصر روم کو آپ کا نامہ مبارک موصول ہوا تو وہ اس وقت ایلیاء بیت المقدس میں تھا۔ اس نے کہا کہ اُن لوگوں کو بلایا جائے جو اس علاقے

[1] بخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ: ۷۔ آل عمران : ۶۴۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

میں آئے ہوئے ہیں، تاکہ ان سے آپ کے بارے میں پوچھا جائے۔ حضرت ابوسفیان بن حرب ابھی اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، یہ بھی قریش کی تجارتی جماعت میں شامل تھے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں وہاں بیت المقدس میں بلایا گیا اور آپ ﷺ کے بارے میں ہمارے اور اس کے درمیان بذریعہ ترجمان بات ہوئی۔ اس گفتگو کو یہاں نقل کرنے کا مقصد ہے ''منہج دعوت میں شخصی کردار اور اسلوبِ دعوت کو بیان کرنا'' کہ آپ کے سخت ترین مخالف بھی آپ کے متعلق کس طرح کا ذہن رکھتے تھے اور ان کی کیا سوچ تھی؟ ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ ہرقل نے جو پہلا سوال کیا وہ یہ تھا:

لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے؟

میں نے کہا: وہ اونچے نسب والا ہے۔

ہرقل نے کہا: کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: بڑے لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا چھوٹے؟

میں نے کہا: کمزور لوگ۔

ہرقل نے کہا: کیا یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟

میں نے کہا: بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہرقل نے کہا: اس نے جو دعویٰ نبوت کیا ہے کیا اس دعویٰ سے پہلے تم لوگ اس کو جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا وہ بدعہدی کرتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں، البتہ ہمارا جو اس کے ساتھ معاہدۂ صلح ہے پتا نہیں وہ اس کے متعلق کیا کرتا ہے؟

ابوسفیان کہتے ہیں کہ یہی ایک وہ جملہ تھا جو میں اپنی طرف سے اس میں شامل کر سکا۔

ہرقل نے کہا: کیا تم نے اس سے جنگ کی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں!

ہرقل نے کہا: تمھاری جنگ اس کے ساتھ کیسی رہی؟

میں نے کہا: جنگ ہمارے اور اس کے درمیان برابر کی ہے، کبھی ہم جیت جاتے ہیں اور کبھی وہ جیت جاتا ہے۔

ہرقل نے کہا: وہ تمھیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟

میں نے کہا: وہ کہتا ہے کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تمھارے باپ دادا جو کہتے تھے اسے چھوڑ دو۔ وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیز گاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ تم ابوسفیان سے کہو کہ میں نے اس کے نسب کا سوال کیا ہے تو آپ نے جواب دیا ہے کہ وہ اعلیٰ نسب کا ہے تو پیغمبر ہمیشہ اعلیٰ نسب ہی سے آتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں نے آپ سے دریافت کیا کہ اس سے پہلے بھی آپ کے کسی آدمی نے اس طرح کی بات کی ہے تو آپ نے کہا کہ نہیں۔ میں کہتا ہوں اگر یہ بات کسی اور نے اس سے پہلے کہی ہوتی تو میں کہتا کہ یہ اس کی نقالی کر رہا ہے۔

المختصر ہرقل نے ابوسفیان سے تمام سوالات کی وضاحت کے بعد فرمایا: اگر یہ تمام باتیں درست ہیں جو تم نے بتائی ہیں تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہوگا۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے، لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اُٹھاتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔

اس خط اور دعوت کا یہ اثر ہوا کہ ہرقل نے آپ ﷺ کے سفیر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو تحفے تحائف دے کر واپس عزت و شرف کے ساتھ روانہ کیا۔

جب ابوسفیان کو اس سارے معاملے کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا تو وہ اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ ابوکبشہ کے بیٹے کا معاملہ زور پکڑ گیا، اس سے تو رومیوں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ اس کے بعد مجھے برابر اس بات کا یقین رہا کہ آپ کا دین غالب آ کر رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی سمجھ عطا فرما دی۔ [1]

اب دیکھیں اس خط کے فنی محاسن کی طرف کہ یہ خط بڑا مختصر اور جامع ہے۔ اس میں آدابِ سفارت کو بالکل پوری احتیاط کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بادشاہ کو "الی ھرقل عظیم الروم" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے جس سے ایک بہت بڑا دعوتی اصول وضع ہوتا ہے۔ آپ نے اس کی حکومت چھیننے کی بات نہیں کی ہے بلکہ دعوت کو ہی فوکس کیا ہے اور اسلام قبول کرنے کی طرف ہی رغبت دلائی ہے اور اس کے لیے ﴿إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ

[1] بخاری، کتاب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ﴾ کہہ کر ایک بہت بڑے نفسیاتی اور سچائی پر مبنی اصول کا استعمال کیا ہے، جس سے اعراض کرنا ایک اصول پسند آدمی کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ داعی ہمیشہ اپنی دعوت میں ان اصولوں کو اپنے لیے کارآمد ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر قریش سے خطاب اسلوبِ دعوت کا نادر شاہکار اور آپ کی شخصیت کا حسن سلوک:

فتح مکہ تاریخ اسلامی کا ایک انتہائی اہم واقعہ ہے، جس نے کفار کی جڑ کاٹ دی، قریش کے غرور کو خاک میں ملا دیا، جزیرۂ عرب میں مسلمانوں کی شان وشوکت کی دھاک بٹھا دی، پوری دنیا کا کفر لرزہ براندام ہو گیا اور اپنے مستقبل کے بارے میں مایوس و نا امید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اپنے پیغمبر کو بڑی شان وعظمت کے ساتھ دس ہزار فاتح لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل فرمایا کہ جہاں سے آٹھ سال قبل آپ کو ہجرت پر مجبور کیا گیا تھا۔ اب اس بار آپ فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے۔

مکہ والوں کو اپنی ایک ایک زیادتی یاد آئی جو انھوں نے مجبور و مقہور مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے۔ آج اُن کو یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ لشکر اسلام آج ہماری کیا حالت کرے گا۔ ہمارے ایک ایک ظلم کا بدلہ لے گا۔ لیکن قربان جائیں آقا کی عظمت پر کہ انسانی تاریخ نے رحم وکرم، بخشش وغفران کا وہ منظر دیکھا کہ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ آپ غزوہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد بیت اللہ میں داخل ہوئے، طواف کیا، اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور خانہ کعبہ کے دروازے کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر قریش کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ قریش آپ کے قدموں تلے تھے، آپ بلند جگہ تھے، وہ اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔ اس موقع پر آپ نے اُن سے خطاب فرمایا۔

محمد بن اسحاق کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

« لا إله إلا الله وحدهٗ لا شريك له، صدق وعده و نصر عبده و هزم الأحزاب وحده »

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اکیلے نے ہی تمام جماعتوں کو شکست دے دی۔''

سنو! بیت اللہ کی کلید برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ سارا اعزاز یا کمال یا خون میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے۔ یاد رکھو! قتل خطا یعنی شبہ عمد میں جو کوڑے اور ڈنڈے سے ہو مغلظ دیت ہے، یعنی سو اُونٹ جن میں سے چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں۔ اے قریش کے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کر دیا ہے۔ سارے لوگ آدم علیہ السلام سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ [1]

''اے لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھاری ذاتیں اور قبیلے بنائے ہیں، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک تم میں سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو پرہیز گار ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

عام معافی کا اعلان:

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے قریش کے لوگو! تمھارا کیا خیال ہے، میں

[1] الحجرات: ۱۳/۴۹۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انھوں نے کہا: اچھا، کیونکہ آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو میں تم سے وہی بات کرنے والا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی:

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾

''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔''[1]

نبی اور بادشاہ میں یہی فرق ہوتا ہے کہ بادشاہ کو موقعہ ملے تو ظلم کے پہاڑ توڑ دیتا ہے اور جبر و تشدد کی تاریخ رقم کرتا ہے، لیکن اگر اللہ کسی نبی کو موقع دے تو وہ عاجزی و انکساری اپناتا ہے۔ یہ خطبہ شرف انسانیت کا علم بردار ہے اور وحدت انسانی کا چارٹر ہے، جس نے برادری عزم کی بنیاد پر انسانوں کی تقسیم کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس جیسی مثال دنیا کے کسی بھی مذہب میں موجود نہیں ہے۔ اسلام کی تیزی کے ساتھ اشاعت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام بلا تمیز رنگ و نسل سب کو اپنے اندر ضم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے سایۂ عاطفت میں ہر کوئی امن و سکون پاتا ہے۔ اس فلسفے کے پیچھے آپ کا یہی خطبہ اور دعوت کارفرما ہے۔

مدنی دور کا تیسرا مرحلہ اور دعوت کی کامیابی:

جس طرح ماہرین سیرت نے نبی ﷺ کی مکی زندگی کو دعوتی نقطۂ نظر سے تین مراحل میں تقسیم کیا ہے اسی طرح مدنی دور کو بھی وہ تین مراحل میں تقسیم کرتے ہیں:

پہلا مرحلہ: ہجرت سے لے کر صلح حدیبیہ تک۔

دوسرا مرحلہ: صلح حدیبیہ کے بعد سے لے کر فتح مکہ تک۔

تیسرا مرحلہ: فتح مکہ کے بعد سے لے کر آخری حیاتِ مبارکہ تک۔

---

[1] السهيلي، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ج ٧، ص ٢٣٢۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا مرحلہ نبی ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی کا آخری مرحلہ ہے جو آپ کی اسلامی دعوت کے نتائج اور شخصی کردار کی کامیابی کی نشان دہی کرتا ہے، جنھیں آپ نے تقریباً ۲۳ سال کی طویل جد و جہد، مشکلات و مصائب، ہنگاموں، فسادات، جنگوں اور خونریز معرکوں کے بعد حاصل کیا۔

ان طویل برسوں میں فتح مکہ ایک عظیم کامیابی تھی جو آپ نے حاصل کی، اس کی وجہ سے حالات کا دھارا بدل گیا اور عرب کی فضا میں تغیر آ گیا۔ یہ فتح درحقیقت اپنے ماقبل اور مابعد کے دونوں زمانوں کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ قریش اہل عرب کی نظر میں دین کے محافظ اور انصار تصور کیے جاتے تھے اور پورا عرب اس وجہ سے ان کی تعظیم کرتا تھا، اس لیے قریش کی شکست کا یہ مطلب تھا کہ پورے عرب میں بت پرستانہ دین کا خاتمہ ہو گیا۔ ①

یہ آخری مرحلہ دو حصوں میں تقسیم ہے:

① جہاد و قتال۔ ② قبول اسلام کے لیے قوموں اور قبیلوں کی دوڑ:

﴿وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ ②

یہ دونوں صورتیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں اور اس مرحلے میں آگے پیچھے بھی اور ایک دوسرے کے دوران بھی پیش آتی رہی ہیں۔ ہماری تحقیق کا موضوع چونکہ دعوت کے متعلق ہے اس لیے ہم اس مرحلے میں آپ کی حیاتِ مبارکہ کے دعوتی پہلو پر ہی بات کریں گے۔

اسلامی دعوت کامیابیوں کے اُفق پر:

آپ ﷺ کے درست منہج اور آپ کی شخصی تاثیر کی بنا پر اسلامی دعوت اتنے بڑے

❶ صفی الرحمٰن، مولانا، الرحیق المختوم، ص ٥٦٠۔
❷ النصر : ۲/۱۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیمانے پر کامیاب ہوئی کہ عقلیں حیران رہ گئیں۔ سارا جزیرۃ العرب آپ کے تابع فرمان ہو گیا۔ اس کے اُفق سے جاہلیت کا غبار چھٹ گیا، بیمار عقلیں تندرست ہو گئیں، یہاں تک کہ بتوں کو چھوڑا نہیں گیا بلکہ توڑ دیا گیا۔ بت پرستی کا جزیرۃ العرب سے ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا گیا۔ نغمہ توحید سے فضا گونجنے لگی۔ ایمان جدید سے حیات پاتے ہوئے صحرا کا شبستانِ وجود اذانوں سے لرزنے لگا اور اس کی پہنائیوں کو اللہ اکبر کی صدائیں چیرنے لگیں۔ قراء قرآن کی آیتیں تلاوت کرتے ہوئے اور دین الٰہی کو قائم کرتے ہوئے روئے زمین پر پھیل گئے۔ بکھری ہوئی قومیں اور قبیلے ایک ہو گئے۔ انسان بندوں کی بندگی سے آزاد ہو کر اللہ کی بندگی میں داخل ہو گئے۔

اب نہ کوئی قاہر ہے نہ مقہور، نہ کوئی مالک ہے نہ مملوک، نہ حاکم ہے نہ محکوم، نہ ظالم ہے نہ مظلوم بلکہ سارے لوگ ایک اللہ کے بندے اور آپس میں دین اسلام کی بنیاد پر بھائی بھائی بن گئے۔ ''المسلم أخو المسلم'' کی عملی تصویر پیش کی جانے لگی۔ لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لاتے ہیں۔ اللہ نے ان سے جاہلیت کا غرور ونخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کر دیا، اب کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، برتری کا معیار صرف تقویٰ قرار پا رہا ہے اور تمام لوگ اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ سارے لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہے۔

غرض اس دعوت کی بدولت عربی وحدت، انسانی وحدت اور اجتماعی عدل وجود میں آیا۔ نوعِ انسانی کو دنیاوی مسائل اور اخروی معاملات میں سعادت کی راہ مل گئی۔ با الفاظ دیگر زمانے کی رفتار بدل گئی، زمین پر ایک بڑی تبدیلی آ گئی۔ تاریخ کا دھارا بدل گیا اور سوچنے کے انداز بدل گئے۔ اس دعوت سے پہلے جاہلیت کی کارفرمائی تھی، اس کا ضمیر متعفن تھا اور روح بدبودار تھی۔ قدریں اور پیمانے مختلف تھے۔ بندگی اور غلامی کا دور دورہ تھا۔ فاجرانہ اور سیکولر خوشحالی اور تباہ کن محرومی کی موج نے دنیا کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر کفر و گمراہی کے تاریک اور دبیز بادل چھائے ہوئے تھے۔ حالانکہ آسمانی مذاہب و ادیان موجود تھے، مگر ان میں تحریف نے جگہ پالی تھی اور ضعف سرایت کر گیا تھا، ان کی گرفت ختم ہو چکی تھی اور وہ محض بے جان اور بے روح قسم کے جامد رسم و رواج کا مجموعہ بن کر رہ گئے تھے۔

جب آپ ﷺ نے اپنی شخصیت کی تاثیر دکھائی، انسانوں کے سامنے اپنا کردار پیش کیا اور دعوت کو درست منہج پر استوار کیا تو انسانی روح کو وہم و خرافات، بندگی و غلامی، فساد و تعفن، گندگی و انارکی سے نجات دلائی اور انسانوں کو طبقاتی امتیازات اور کاہنوں کے رسوا کن تسلط سے چھٹکارا دلایا اور دنیا کو عفت و عظمت، ایجاد و تعمیر، آزادی و تجدد، معرفت و یقین، وثوق و ایمان، عدالت و کرامت اور عمل کی بنیادوں پر زندگی کی بالیدگی، حیات کی ترقی اور حق دار کی حق رسائی کے لیے تیار کیا۔

ان تبدیلیوں کی بدولت جزیرۃ العرب نے ایک ایسی بابرکت اٹھان کا مشاہدہ کیا جس کی نظیر انسانی تاریخ میں کہیں نہیں دیکھی گئی اور یہ بقعۂ ارض نورِ توحید سے اس طرح منور ہوا کہ جس کی روشنی نے پوری دنیا کو منور کر دیا۔

خطبہ حجۃ الوداع اسلامی دعوت کی معراج اور عالمی امن کا ضامن:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دعوت و تبلیغ اور انسانی رشد و ہدایت کی خاطر مبعوث فرمایا، جب آپ نے اس ذمہ داری کو کما حقہ ادا کر لیا، جس کے نتیجے میں توحید و رسالت کی بنیاد پر ایک نئے معاشرے کی تشکیل عمل میں آ گئی جو کہ اللہ تعالیٰ کی منشا تھی، تو آپ کو اس بات کا احساس ہونے لگا کہ اب میں زیادہ دیر دنیا میں نہیں رہ سکوں گا۔ لہٰذا آپ نے پہلے سے بھی زیادہ محتاط انداز زندگی اختیار کر لیا اور اپنی تمام تر توجہ اپنے دینی منہج پر مرکوز کر دی اور اپنے کام کو جلدی سے نپٹانے میں لگ گئے۔ آپ نے سن ۱۰ھ کو حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو آپ نے کھلے لفظوں میں فرمادیا:

''اے معاذ! شاید تم مجھے اس سال کے بعد نہ مل سکو گے، بلکہ تم میری اس مسجد اور قبر کے پاس سے گزرو گے۔''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اس بات کو سن کر رونے لگے۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اپنے پیغمبر کو اس دعوت کے ثمرات دکھا دے جس کی راہ میں آپ نے بیس سال تک مصائب و مشکلات کو برداشت کیا تھا۔ اس کا طریق کار یہی ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی قوم اور قبائل عرب کو آپ کی امامت میں جمع کرتا اور وہ آپ سے احکام شریعت حاصل کرتے اور آپ ان سے گواہی لیتے کہ کیا میں نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی ہے؟ پیغام رب کی تبلیغ فرما دی ہے؟ اور امت کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے؟

اس مشیت ایزدی کے مطابق آپ نے حج مبرور کا اعلان فرمایا تو مسلمانانِ عرب جوق در جوق بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس قافلے کے راہی بنے۔ آپ نے اپنے ان جاں نثاروں کے ہمراہ فریضۂ حج ادا فرمایا اور امت کو مناسک حج کی عملی تعلیم دی اور احکام شریعت سکھائے۔ اس موقع پر آپ نے حجاج کرام کو خطبہ حج سنایا جو کہ آپ کی دعوت، منہج دعوت اور آپ کی شخصی تاثیر کا بہترین نمونہ ہے اور اپنی جامعیت کے اعتبار سے عالمی امن و سلامتی کا ضامن ہے۔ اس خطبے کا ایک ایک لفظ پوری انسانیت کے لیے ابرِ رحمت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کے اس خطبہ حجۃ الوداع کے متن کو یوں بیان کیا ہے:

« إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللَّهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ .فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ اللَّهُمَّ اشْهَدْ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ » [1]

’’بلاشبہ تمھارے مال اور تمھارے خون (ایک دوسرے کے لیے اسی طرح حرمت والے ہیں جس طرح تمھارے اس حرمت والے مہینے میں اور تمھارے اس (حرمت والے) شہر میں تمھارے اس دن کی حرمت ہے۔ خبردار! جاہلیت کی ہر چیز میرے دونوں قدموں کے نیچے (روندی ہوئی) ہے۔ اور (اسی طرح) جاہلیت کے خون بھی (جو ایک دوسرے کے ذمے چلے آ رہے ہیں) معاف ہیں۔ (آج کے بعد ان کا کوئی قصاص ہوگا، نہ دیت) ہمارے جو خون بہائے گئے ان میں سے سب سے پہلا خون جو میں معاف کرتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا ہے جو بنوسعد قبیلے کے ہاں دودھ پی رہا تھا اور اسے قبیلہ ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔ (اسی طرح) جاہلیت کے تمام سود بھی معاف ہیں اور سب سے پہلا سود جو میں معاف کرتا ہوں وہ ہمارے خاندان کا سود ہے، (میرے چچا) عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کا سود، وہ پورے کا پورا معاف ہے۔ (لوگو!)

[1] مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ: ١٢١٨۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، تم نے انھیں اللہ کی دی ہوئی امان کے ساتھ اپنایا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلمے (کی عائد کردہ پابندیوں کے ذریعے) سے (اپنے لیے) حلال کیا ہے۔ تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ تمھارے بستر پر کسی ایسے شخص (مرد، عورت) کو نہ بیٹھنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو انھیں ایسی ضرب لگاؤ جو سخت نہ ہو اور تم پر معروف طریقے کے مطابق ان کے کھانے اور لباس کی ذمہ داری ہے۔ میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب (قرآن مجید)۔ تم لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا، (بتاؤ) کیا کہو گے؟'' انھوں نے جواب دیا: ہم گواہی دیں گے کہ بلاشبہ آپ نے (کما حقہ دین) پہنچا دیا، (اللہ کی طرف سے سونپی گئی) امانت ادا کر دی اور آپ نے امت کی ہر طرح سے خیر خواہی کی۔ اس پر آپ نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا، آپ اسے آسمان کی طرف بلند کرتے تھے اور (پھر) اس کا رخ لوگوں کی طرف کرتے تھے (اور فرماتے تھے): ''اے اللہ! تو گواہ رہنا، اے اللہ! تو گواہ رہنا۔'' آپ نے تین مرتبہ (ایسا کیا)۔''

آپ کے اس خطبہ مبارکہ کو حضرت ربیعہ بن امیہ بن خلف اپنی بلند آواز سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [1]

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر

[1] المائدة: 5/5۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دی اور اسلام کو بطورِ دین تمھارے لیے پسند کر لیا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ آیت سن کر رونے لگے، لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ کمال کے بعد زوال ہی تو ہے۔

حقوقِ انسانیت کا محافظ اور علم بردار، منہج دعوت کا اعلیٰ نمونہ:

خطبہ حجۃ الوداع انسانی تاریخ میں حقوقِ انسانیت، حقوق نسواں اور تحفظ عالم انسانیت کا سب سے بڑا ایکٹ اور سب سے بڑا بل اور چارٹ ہے، جس کی تمام دفعات عالمی امن کی ضمانت فراہم کرتی ہیں اور نبی ﷺ کی دعوت کی ایک روشن اور زندہ مثال ہیں۔ نبی ﷺ نے یہ خطبہ ایک بڑے اہم موقع پر اور بڑی اہم جگہ اور بڑے اہم لوگوں کے ایک جم غفیر کے اندر ارشاد فرمایا۔ اس کا ایک ایک لفظ انتہائی قیمتی اور آب زر کے ساتھ لکھنے کے قابل ہے۔

اس کی پہلی دفعہ کے اندر انسان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ اس کو تین حرمت والی چیزوں کے برابر قرار دے کر قیامت تک کے لیے اس کی حرمت و اہمیت کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔ انسانوں کے لیے جس طرح خانہ کعبہ کی حرمت، مکہ شہر کی حرمت، ذوالحجہ کے مہینے کی حرمت اور تعظیم لازم ہے اسی طرح مسلمان کے خون اور مال کی حرمت لازم ہے۔

سودی معیشت اور کاروبار انسانوں پر بہت بڑا ظلم ہے، آپ نے ہمیشہ کے لیے اس کو حرام قرار دے کر انسانوں پر مہربانی فرمائی ہے۔

قدرتی، فطرتی، اسلامی، انسانی کیلنڈر کی حفاظت کا مکمل تحفظ کر دیا گیا ہے۔ تحفظ حقوق نسواں ایکٹ میں عورتوں کے تمام حقوق کی حفاظت کا انتظام کر دیا گیا ہے۔

کتاب و سنت کے تمسک پر زور دے کر قیامت تک کے لیے ہدایت کا بندوبست اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گمراہی سے بچنے کا راستہ اور فرقہ واریت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ "المسلم أخو المسلم" فرما کر اسلامی بھائی چارے کے فروغ پر زور دیا گیا ہے۔ آپ نے ساٹھ ہزار افراد سے اپنے منہج و دعوت کی کامیابی کے ساتھ تبلیغ پر شہادت لے کر اللہ کو اس پر گواہ بنا کر اپنے فریضے کی تکمیل فرما کر اپنے آپ کو سرخرو کیا ہے، جو ایک کامیاب داعی کی نشانی ہے۔

دنیا بھر کے تمام مذاہب اور انسان اس جیسی تعلیم پیش کرنے سے قاصر ہیں جو اسلام کی سچائی کی ایک معجزانہ دلیل ہے۔

منہج دعوت کی کامیابی کے بعد داعیٔ اعظم کا رفیق اعلیٰ کی جانب سفر آخرت:

جب دعوت دین کا کام مکمل ہو گیا اور عرب کی نکیل اسلام کے ہاتھ میں آ گئی تو رسول اللہ ﷺ کے جذبات و احساسات، احوال و ظروف اور گفتار و کردار سے ایسی علامات ظاہر ہونا شروع ہوئیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ اس حیاتِ مستعار کو اور اس جہانِ فانی کے باشندگان کو الوداع کہنے والے ہیں۔ آپ نے اس سال رمضان ۱۰ھ کو بیس دن اعتکاف فرمایا۔[1] جبکہ آپ عام طور پر دس دن اعتکاف کرتے تھے۔

جبریل علیہ السلام نے اس سال آپ ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دور کیا جبکہ آپ عام طور پر ایک مرتبہ کرتے تھے۔ آپ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں بھی واضح طور پر اس طرف اشارہ کر دیا تھا کہ شاید میں آئندہ سال تمھارے ساتھ اس جگہ موجود نہ ہوں اور حج بھی نہ کر سکوں، لہٰذا تم حج کے مناسک مجھ سے سیکھ لو۔[2]

اوائل صفر ۱۱ ہجری کو دامن احد میں تشریف لے گئے اور شہداء کے لیے اس طرح دعا فرمائی کہ جیسے آپ زندوں اور مُردوں سے رخصت ہو رہے ہیں، پھر آپ واپس آ کر

[1] البخاري، كتاب الصوم، باب الاعتكاف في العشر الأوسط من رمضان۔

[2] السهيلي، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام، ج ٧، ص ٥٠٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منبر پر چڑھے اور فرمایا:

''میں تمھارا میر کارواں ہوں اور تم پر گواہ ہوں، اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنا حوضِ کوثر دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں اور بخدا مجھے یہ یقین نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم دنیا طلبی میں باہم مقابلہ کرو گے۔''

۲۹ صفر ۱۱ ہجری کو آپ پر بیماری کا حملہ ہوا جو دن بدن بڑھتا چلا گیا، ایک دن آپ کو بیماری سے کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا اور فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔'' آپ نے فرمایا: ''تم میری قبر کو بت خانہ نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔'' پھر آپ نے اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کیا کہ اگر کسی نے مجھ سے بدلہ لینا ہو تو لے لے۔ ایک شخص نے تین درہم کا مطالبہ کیا، آپ نے فضل بن عباس کو تین درہم دینے کا حکم دیا۔

اس کے بعد آپ نے انصار کے متعلق وصیت فرمائی، فرمایا:

''میں تمھیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ میرے قلب و جگر ہیں، انھوں نے اپنی ذمہ داری پوری کردی، مگر ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے نیکوکاروں سے قبول کرنا اور خطا کاروں سے درگزر کرنا۔''[1]

پھر آپ نے ایک اور وصیت فرمائی کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔ پھر آپ نے فرمایا وفود کی اسی طرح خدمت کرنا جیسے میں کیا کرتا تھا۔

ایک دن پھر بیماری میں تخفیف محسوس کی تو مسجد میں آ کر ظہر کی جماعت کروائی جبکہ دو آدمی آپ کو کندھا دے کر مسجد میں لائے تھے۔

وفات سے ایک دن قبل آپ نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ آپ کے پاس

[1] بخاری، کتاب المناقب، باب حب الأنصار۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سات دینار تھے ان کو صدقہ کر دیا، اپنے ہتھیار جہاد کے لیے مسلمانوں میں بطورِ تحفہ تقسیم کر دیے۔

وفات کی رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیے کا تیل کسی پڑوسن کے گھر سے اُدھار لیا۔

وفات کے وقت آپ کی زرہ یہودی کے پاس پچھتّر ۷۵ کلو جو کے بدلے رہن تھی۔

آخری دن آپ نے مسجد نبوی میں صحابہ کو فجر کی نماز میں دیکھ کر تبسم فرمایا، پھر آپ نے اپنے حجرے کا پردہ گرا لیا، اس کے بعد آپ کی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔ ①

اس کے بعد آپ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو منگوایا اور بوسا دیا، پیار کیا اور منہ چوما اور ازواج مطہرات کو وصیت فرمائی۔

عبدالرحمٰن بن ابوبکر مسواک لے کر آئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مُنہ سے چبا کر آپ کو مسواک کروائی۔ ②

آپ نے صحابہ کو وصیت فرمائی:

« الصلوة الصلوة و ما ملكت أيمانكم »

”نماز، نماز اور لونڈیوں اور غلاموں کا خیال رکھنا۔“

پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلی اوپر کی طرف اُٹھائی اور زبان کو کچھ حرکت دی، آپ فرما رہے تھے، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھ عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے بخش دے، اے اللہ! مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے، اے اللہ! رفیق اعلیٰ۔

آخری فقرہ تین بار دہرایا اور اسی وقت ہاتھ جھک گیا اور آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

[إنا لله و إنا إليه راجعون]

---

① بخاری، باب مرض النبی ﷺ۔

② ابن ہشام، السيرة النبوية ج ۲، ص ٦٥٤۔ الغزالی، محمد السقاء (م ١٤١٦ھ) فقه السيرة، ن دارالقلم، دمشق ط ١٤٢٧، ص ٤٦٧۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول سوموار کے دن چاشت کے وقت پیش آیا، جب آپ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

آپ کے اوصافِ حمیدہ اور شخصی کردار کی تاثیر داعین کے لیے نمونہ:

داعی اعظم، مبلغ اعظم، خطیب اعظم، نبی محترم، ختم المرسلین، سید الاولین والآخرین ایسے جمال خَلق اور کمال خُلق سے متصف تھے جو حیطۂ بیان سے باہر ہے۔ اس جمال و کمال کی تاثیر یہ تھی کہ دل آپ کی تعظیم اور قدر و منزلت کے جذبات سے خود بخود لبریز ہو جاتے تھے۔ چنانچہ آپ کی حفاظت اور جلال و تکریم میں لوگوں نے ایسی ایسی فدا کاری و جاں نثاری کا ثبوت دیا جس کی نظیر دنیا کی کسی اور شخصیت کے لیے پیش نہیں کی جا سکتی۔ آپ کے رفقا اور ہم نشین ایک جنون و مستی کی حد تک آپ سے محبت کرتے تھے۔ انھیں گوارا نہ تھا کہ انھیں خراش تک آ جائے، خواہ اس کے لیے ان کی گردنیں ہی کیوں نہ کاٹ دی جائیں۔ اس طرح کی محبت کی وجہ یہی تھی کہ عادتاً جن کمالات پر جان چھڑکی جاتی ہے ان کمالات سے جس قدر حصہ وافر آپ کو عطا ہوا تھا کسی اور انسان کو نہ ملا۔ ذیل میں ان روایات کا خلاصہ پیش خدمت ہے جن کا تعلق آپ کے جمال و کمال سے ہے۔[1]

زاد المعاد میں علامہ ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ نے ام معبد خزاعیہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب ہجرت کے وقت آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر (دوران سفر) ام معبد کے خیمے سے گزرے تھے۔ کتب سیرت میں اس سے بڑھ کر اور کوئی روایت نہیں جو آپ کے حلیہ مبارک کو اتنی تفصیل اور گہرائی کے ساتھ بیان کرتی ہو۔

ام معبد کا خاوند اس وقت گھر پر نہیں تھا جب آپ کا وہاں ورود وظہور ہوا۔ جب وہ

---

[1] بخاری، باب مرض النبی ﷺ و باب آخر ما تکلم النبی ﷺ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گھر آیا اور اس نے گھر میں ایک عجیب تسکین اور خوشبو محسوس کی تو اس نے ام معبد سے پوچھا کہ اے ام معبد! آج مجھے گھر کا منظر کچھ پہلے سے مختلف دکھائی دے رہا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ ام معبد آپ ﷺ کے متعلق بتاتی ہیں کہ ایک مسافر آیا تھا:

چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوا روشن چہرہ، دیکھنے کو انتہائی خوبصورت، نہ توندے پن کا عیب نہ گنجے پن کی خامی، جمال جہاں، تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سرگیں آنکھیں، لمبی پلکیں، بھاری آواز، لمبی گردن، سفید و سیاہ آنکھیں اور پلکیں۔ باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو، چمکدار گھنگھریالے کالے بال۔ خاموش ہوں تو باوقار، گفتگو کریں تو پر کشش، دور سے دیکھنے میں سب سے زیادہ تابناک و پر جمال، قریب سے سب سے خوبصورت اور شیریں، گفتگو میں مٹھاس، بات واضح اور دو ٹوک، نہ مختصر نہ فضول، انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں، درمیانہ قد، نہ اتنا زیادہ پست کہ نگاہ میں نہ جچے اور نہ لمبا کہ ناگوار لگے، دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی طرح ہیں جو سب سے زیادہ تازہ وخوش منظر ہو۔ رفقاء آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے کچھ فرمائیں تو توجہ سے سنیں۔ کوئی حکم دیں تو لپک کر بجالاتے ہیں، مطاع ومکرم، ترش رو، نہ لغو گو۔ [1]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے میرے رخسار پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو دیکھی گویا آپ نے اسے عطار کے عطر دان سے نکالا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کا پسینہ گویا کہ کستوری ہوتا تھا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ کا پسینہ ہی سب سے عمدہ خوشبو ہوا کرتی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بار چاندنی رات میں آپ کو دیکھا،

[1] ابن قیم، زاد المعاد فی ھدیۃ خیر العباد، ج ۲، ص ۵۴۱۔ التبریزی، مشکاۃ المصابیح، باب مناقب سید المرسلین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ پر سرخ جوڑا تھا، میں کبھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا کبھی چاند کو دیکھتا آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ زیادہ خوبصورت ہیں۔ ①

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، لگتا تھا کہ سورج آپ کے چہرے میں رواں دواں ہے۔ ②

طرزِ تکلم، کمالِ نفس، مکارمِ اخلاق:

نبی ﷺ فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے، آپ طبیعت کی روانی، لفظ کے نکھار، فقروں کی جزالت، معانی کی صحت اور تکلف سے دوری کے ساتھ ساتھ جوامع الکلم سے نوازے گئے تھے۔ آپ کو نادر حکمتوں اور عرب کی تمام زبانوں کا علم عطا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ ہر قبیلے سے اسی کی زبان اور محاوروں میں گفتگو فرماتے تھے اور آپ میں بدویوں کا زور بیان اور قوت تخاطب اور شہریوں کی شستگی الفاظ اور شفتگی و شائستگی جمع تھی اور وحی پر مبنی تائید و نصرت الگ سے آپ کے ساتھ تھی۔

بردباری، قوت برداشت، قدرت کے باوجود درگزر اور مشکلات پر صبر ایسے اوصاف تھے جن کے ساتھ اللہ نے آپ کی تربیت کی ہوئی تھی۔ نبی ﷺ کی بلندی کردار کا عالم یہ تھا کہ آپ کے خلاف دشمنوں کی ایذا رسانی اور بدمعاشوں کی بدمعاشی جس قدر بڑھتی گئی آپ کے صبر و حلم میں اسی قدر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے ہمیشہ آسانی کو اختیار فرمایا اگر اس میں گناہ نہ ہوتا۔ آپ نے کبھی اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام نہ لیا، البتہ اگر اللہ کی حد توڑی جاتی تو آپ اس کا انتقام ضرور لیتے۔ ③

① الترمذي، ابو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ (م٢٧٩هـ)، مختصر الشمائل المحمديه، باب ما جاء في خلق رسول الله ﷺ۔

② الترمذي، باب ما جاء في خلق رسول الله ﷺ۔

③ البخاري، كتاب الحدود، باب كم التعزير والأدب؟ رقم الحديث: ٦٨٥٣۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ سب سے زیادہ غیظ وغضب سے دور تھے اور سب سے جلدی راضی ہو جاتے تھے۔ جود وکرم کا وصف ایسا تھا کہ اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ اس شخص کی طرح بخشش ونوازش فرماتے جسے فقر کا اندیشہ ہی نہ رہے۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی ﷺ سب سے بڑھ کر پیکر جود وسخا تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام رمضان میں ہر رات آپ سے ملاقات فرماتے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے اور رمضان میں آپ تیز ترین آندھی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ سخاوت کرتے۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ سے کسی نے مانگا ہو اور آپ نے نہ دیا ہو۔

شجاعت، بہادری اور دلیری میں بھی آپ کا مقام سب سے زیادہ بلند اور معروف تھا، آپ سب سے زیادہ دلیر تھے۔ نہایت کٹھن اور مشکل حالات میں جب اچھے اچھے اور بڑے بڑے بہادروں کے قدم اُکھڑ جاتے آپ اپنی جگہ برقرار رہتے اور پسپا ہونے کی بجائے آگے ہی بڑھتے چلے جاتے۔ پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آتی۔ بڑے بڑے بہادر کئی دفعہ بھاگے اور پسپا ہوئے مگر آپ میں یہ بات کبھی نہیں پائی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب زور کا رن پڑتا اور جنگ کے شعلے خوب بھڑک اُٹھتے تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے، آپ سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ دشمن کے قریب نہ ہوتا۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ ایک رات مدینہ کو خطرہ محسوس ہوا، لوگ شور کی طرف دوڑے تو راستے میں رسول اللہ ﷺ واپس آتے ہوئے ملے، آپ لوگوں سے پہلے ہی خطرے کا جائزہ لے چکے تھے، آپ گھوڑے کے زین پر سوار تھے اور تلوار گردن میں حمائل کیے ہوئے تھے۔ آپ لوگوں کو تسلی دے رہے تھے کہ ڈرو نہیں، کوئی خطرہ نہیں۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ حیا دار اور پست نگاہ تھے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔ آپ کو جب کوئی بات ناگوار گزرتی تو چہرے سے ہی پتا چل جاتا تھا۔ اپنی نظریں کسی کے چہرے پر گاڑھتے نہیں تھے۔ اپنے نگاہیں ہمیشہ پست رکھتے۔ حیا اور کرم کا عالم یہ تھا کہ کسی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناگوار بات کبھی نہ کرتے۔ آپ سب سے زیادہ عادل، پاک دامن، صادق لہجہ اور عظیم الامانت تھے۔ اس کا اعتراف آپ کے دشمنوں اور دوستوں سب کو ہے۔ نبوت سے قبل آپ کو امین اور صادق مانا جاتا تھا۔ لوگ آپ سے فیصلے کرواتے تھے۔ ابوجہل نے کہا تھا کہ ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن جو بات آپ لے کر آئے ہو اس کا انکار کرتے ہیں۔ ①

آپ صحابہ کو اپنی آمد پر کھڑا ہونے سے منع کرتے، مسکینوں کی مدد کرتے۔ فقراء کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ غلام کی دعوت قبول کرتے تھے۔ صحابہ میں بغیر کسی امتیاز کے اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اپنے جوتے خود گانٹھتے تھے، اپنے کپڑے خود سیتے تھے اور اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ ②

آپ سب سے زیادہ عہد کی پابندی اور صلہ رحمی فرماتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ رہائش اور ادب میں سب سے اچھے تھے۔ اخلاق میں سب سے بلند تھے۔ بد اخلاقی سے بہت دور تھے۔ کسی کی برائی نہ کرتے اور نہ ہی کسی کی چغلی کھاتے۔ برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے تھے۔ بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیتے تھے۔ کسی کو اپنے پیچھے چلتا ہوا نہ چھوڑتے تھے۔ کھانے پینے میں اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں برابری کرتے تھے۔ کبھی اپنے خادم کو اُف تک نہ کہتے تھے۔ کبھی کام نہ کرنے کی وجہ سے سزا نہ دیتے تھے۔ مسکینوں سے محبت کرتے، جنازوں میں حاضر ہوتے تھے۔ کسی فقیر کو اس کی غربت کی وجہ سے کمتر نہیں سمجھتے تھے۔ ایک سفر میں آپ نے اپنے ذمے ایندھن اکٹھا کرنے کا کام لیا اور فرمایا کہ میں آپ پر برتری اور ممتاز ہونے کو پسند نہیں کرتا ہوں۔

آپ صحابہ کی خبرگیری کرتے، اچھی چیز کی تعریف کرتے اور بری چیز کو ناپسند کرتے۔ افراط و تفریط سے دور تھے۔ آپ کے نزدیک سب سے اچھا وہ آدمی تھا جو سب سے

① ترمذی، أبواب تفسیر القرآن، باب من سورة الأنعام: ٣٠٦٤۔

② ابن حنبل، المسند، ج ٦، ص ١٦٧۔ مسند عائشه رضی الله عنها، رقم الحدیث: ٢٥٣٩٥۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زیادہ خیر خواہ ہو۔ آپ اُٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر فرماتے۔ اس کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہ کرتے۔ آپ کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے، تمام اہل مجلس پر برابر توجہ فرماتے، حتیٰ کہ کوئی شخص یہ محسوس نہ کرتا کہ کوئی شخص آپ کے نزدیک اس سے زیادہ باعزت ہے۔ کوئی ضرورت مند آپ کے پاس آتا تو آپ صبر کے ساتھ اس کے لیے رکے رہتے تھے۔ آپ سے کوئی سوال کرتا تو آپ ضرور عطا فرماتے۔ آپ نے اپنی خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے سب کو نوازا۔ آپ کے نزدیک تمام لوگ برابر کے حقوق رکھتے تھے۔ اگر کسی کو فضیلت تھی تو تقویٰ کی بنیاد پر۔ آپ کی مجلس حلم و حیا اور صبر و امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہ ہوتی تھیں اور نہ حرمتیں پامال کی جاتی تھیں۔ کسی کو اپنی بے عزتی کا اندیشہ نہ تھا۔ لوگ تقویٰ کی بدولت باہم محبت و ہمدردی رکھتے تھے۔ بڑے کا احترام کرتے، چھوٹے پر رحم کرتے تھے، حاجت مندوں کو نوازتے اور اجنبی کو انس عطا کرتے۔

آپ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت رہتی۔ آپ نے اپنے نفس کو تین باتوں سے محفوظ رکھا، ریا کاری سے، کسی چیز کی کثرت سے، اور لا یعنی بات سے، اور لوگوں کو بھی تین باتوں سے محفوظ رکھا، کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے، کسی کو عار نہیں دلاتے تھے اور کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے تھے۔ آپ وہی بات زبان پر لاتے جس میں اجر و ثواب کی اُمید ہوتی تھی۔ آپ جب گفتگو کرتے تو آپ کے صحابہ اس طرح باادب ہو کر سنتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ آپ کی مجلس میں کوئی آدمی فضول بات کرنے کی ہمت نہ کرتا۔ آپ بات کرنے والے کی بات کو پوری توجہ سے سنتے حتیٰ کہ وہ اپنی بات پوری کر لیتا۔ جس بات پر تمام لوگ ہنستے آپ بھی اس پر ہنستے تھے۔ جس بات پر لوگ تعجب کرتے آپ بھی اس بات پر تعجب کرتے۔ اگر کوئی اجنبی آدمی سخت کلامی کرتا تو آپ صبر کرتے اور آپ فرماتے: جب تم حاجت مندوں کو دیکھو تو ان کی حاجت کو پورا کرو، اُسے ضرورت کی چیز عطا کرو، آپ احسان کا بدلہ دیتے، کسی سے ثنا کی طلب نہ کرتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے، اپنے پاؤں وغیرہ نہ پھیلاتے، بہت زیادہ خاموش رہتے، بلاضرورت ہرگز نہ بولتے۔ جو کوئی نامناسب بات کرتا آپ اس سے رُخ پھیر لیتے۔ آپ کی ہنسی مسکراہٹ تھی اور گفتگو دوٹوک کرتے، فضول بات کبھی نہ کرتے۔ آپ کے صحابہ کی ہنسی بھی مسکراہٹ کی حد تک ہی ہوتی تھی۔ ①

حاصل یہ کہ نبی ﷺ بے نظیر صفات کمال سے آراستہ تھے۔ آپ کے رب نے آپ کو بے نظیر اور بے مثال ادب سے نوازا ہوا تھا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی تعریف میں قرآن نازل فرماتے ہوئے کہا :

﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ ②

''بے شک آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔''

یہ ایسی خوبیاں تھیں جن کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت بیٹھ گئی اور آپ کو قیادت کا وہ مقام حاصل ہوا کہ لوگ آپ پر وارفتہ ہو گئے۔ انھی خوبیوں کے سبب آپ کی قوم کی اکڑ اور سختی میں نرمی آئی، یہاں تک کہ یہ قوم فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو گئی۔ ③

آپ کے کمالات اور اوصافِ حمیدہ کو کماحقہ بیان کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے، یہ چند باتیں وہ بیان کی گئیں ہیں جو ہماری تحقیق سے متعلق ہیں، جو داعین، مبلغین اور مدعوین حضرات کے لیے راہنما اصولوں کی حیثیت رکھتی ہیں اور عمل دعوت میں توشۂ حیات ہیں۔ جن سے یہ بات واضح طور پر اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ کسی بھی داعی کی دعوت کا انحصار اس کے شخصی کردار کی تاثیر پر منحصر ہے۔

① ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ (م ۲۷۹ھ) مختصر شمائل محمدیہ، ن ، سعید ایچ ایم کمپنی پاکستان چوک کراچی، باب ما جاء فی ضحك رسول اللہ ﷺ۔

② القلم : ۴/۶۸۔ ③ النصر : ۲/۱۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ آلوسی، شہاب الدین، محمود بن عبد اللہ (م ۱۲۷۰ھ) روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط۔

۳۔ الامام، احمد ابن حنبل، المسند، موسسۃ القرطبہ۔

۴۔ ابن اثیر، ابو الحسن، علی بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی، (م ۶۳۰ھ) اسد الغابۃ، احیاء التراث العربی بیروت، لبنان۔

۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، (م ۲۵۶ھ) الجامع الصحیح للبخاری، ن، قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی، نمبرا، ط، ثانی ۱۹۶۱ء

۶۔ ابن باز، سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، مجموع الفتاویٰ، ن وزارۃ الشؤون، اسلامیہ والاوقاف والدعوۃ والارشاد المملکۃ العربیہ سعودیہ، ط، ۱۴۲۳ھ

۷۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین الخراسانی (م ۴۵۸ھ) دلائل النبوۃ، ن دار الکتب علمیہ بیروت و دار الریان للتراث۔

۸۔ بغوی، محی السنۃ، ابو محمد الحسین بن مسعود (م ۵۱۶ھ)، معالم التنزیل، دار الطیبہ للنشر والتوزیع، ط ۱۹۹۷ء۔

۹۔ ترمذی، ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ (م ۲۷۹ھ) سنن الترمذی، تحقیق، احمد محمد شاکر، ن، شرکۃ مکتبۃ وطبعۃ مصطفیٰ البابی، الحلبی، مصر۔

۱۰۔ تبریزی، محمد بن عبد اللہ خطیب، مشکاۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت، ط، ۱۹۸۵ء۔

۱۱۔ ترمذی، ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ابن موسیٰ (م ۲۷۹ھ) مختصر شمائل محمدیہ، ن، سعید ایچ ایم کمپنی پاکستان چوک کراچی۔

۱۲۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ن خادم الحرمین الشریفین، فہد بن عبد العزیز، الرئاسۃ العامہ لشئون الحرمین، سعودی عرب۔

۱۳۔ جرجانی، الشریف علی بن محمد الجرجانی، التعریفات، دار الکتب علمیہ، بیروت، ط، ۱۹۸۸ء۔

۱۴۔ ابن ابی حاتم، ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد ادریس (م ۳۲۷ھ) تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سعودی عرب۔

۱۵۔ ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد (م ۳۵۴ھ) الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ن، موسسۃ الرسالہ، بیروت ط ۱۹۸۸، ۱۱۲۷

ابن عبدالبر، ابن حجر، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ن دار جیل، بیروت۔

۱۶۔ ابو داود، سلیمان بن الاشعث (م ۲۷۵ھ) سنن ابی داود، المحقق محمد محی الدین عبد الحمید، المکتبۃ العصریۃ صیدا، بیروت۔

۱۷۔ سعدی، عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی، تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، المحقق عبدالرحمٰن بن معلا اللویحق، ن، موسسۃ الرسالہ ط ۲۰۰۰۔

۱۸۔ سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین (م ۹۱۱ھ) الدر المنثور، ن دار الفکر، بیروت، ط، ن م۔

۱۹۔ سعدی، عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی، تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، المحقق عبدالرحمٰن بن معلا اللویحق، ن، موسسۃ الرسالہ ط ۲۰۰۰ء۔

۲۰۔ سہیلی، ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبد اللہ (م ۵۸۱ھ)، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط، ۲۰۰۰ء۔

۲۱۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی بالولاء (م ۲۳۰ھ)، الطبقات الکبریٰ، المحقق احسان عباس، ن دار الصادر، بیروت، ط، ۱۹۶۸۔

۲۲۔ شبلی، شبلی نعمانی، علامہ، ندوی سلیمان، سید، سیرت النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور، پاکستان۔

۲۳۔ شہاب الدین، احمد بن محمد الهائم المصری، التبیان فی تفسیر غریب القرآن، ن، دار الصحابہ لتراث بطنطا، القاھرہ، ط ۱۹۹۲ء۔

۲۴۔ صفی الرحمٰن، مولانا، الرحیق المختوم، ن المکتبۃ السلفیہ، لاہور، پاکستان، ط، ۱۹۹۵۔

۲۵۔ ضیاء محمد عارف، ڈاکٹر محمد اسلم، میاں، تعلیمی نفسیات اور نصاب، ن، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ط ۲۰۰۲ء۔

۲۶۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، (م ۳۱۰ھ) الجامع البیان عن تاویل القرآن، ن موسسۃ الرسالہ، ط ۲۰۰۰ء۔

۲۷۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر (م ۳۱۰ھ) تاریخ الرسل والملوک، ن، دار التراث، بیروت۔

۲۸۔ عدنان عرعور، منہج الدعوۃ فی ضوء الواقع المعاصر، سعودی عرب، مترجم عبدالرحمٰن بن یوسف،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر، دعوت دین کا طریقہ کار، مکتبہ ابن تیمیہ، لاہور۔
۲۹۔ غزالی، محمد السقاء (م ۱۴۱۶ھ) فقہ السیرۃ، ن دارالقلم، دمشق ط ۱۴۲۷ھ۔
۳۰۔ ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی (م ۷۷۴ھ) تفسیر القرآن العظیم، دارالطیبہ، للنشر والتوزیع، ط ثانی، ۱۹۹۹ء۔
۳۱۔ ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی (م ۷۷۴ھ) البدایۃ والنہایۃ، دارالطیبہ، للنشر والتوزیع، ط ثانی، ۱۹۹۹ء۔
۳۲۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب، شمس الدین الجوزی (م ۷۵۱ھ) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ط ۱۹۹۴ء۔
۳۳۔ محمد فواد، عبدالباقی، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، انتشارات الاسلامی، تہران، (س، ن)۔
۳۴۔ محمد سجاد، ڈاکٹر، دعوت نبوی کے مراحل و منہاج، درشمولہ ششماہی، جہات الاسلام، مدیر ڈاکٹر محمد عبداللہ ج ۷، شمارہ ۲، جنوری تا جون (۲۰۱۴ء) ص ۱۷۵۔
۳۵۔ محمد قطب، سید، ابراہیم الشاربی (م ۱۳۸۵) فی ظلال القرآن۔ن، دارالشروق بیروت، القاہرہ، ط سابع عشر ۱۴۱۲ھ۔
۳۶۔ مسلم، ابی الحسین، مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح للمسلم، المحقق، فواد عبدالباقی، ن، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔
۳۷۔ مالک بن أنس أبوعبداللہ الأصبحی، الموطا، ن، داراحیاء التراث العربی، مصر۔
۳۸۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی (م ۲۷۳ھ) سنن ابن ماجہ، ن، دارالاحیاء الکتب العربیۃ فیصل عیسیٰ البابی الحلبی۔
۳۹۔ ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور، الافریکی المصری، لسان العرب، ن، دارصادر، بیروت، ط، اولی۔
۴۰۔ نسائی، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب (م ۳۰۳ھ) السنن الکبریٰ، مؤسسۃ الرسالہ بیروت۔
۴۱۔ ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری (م ۲۱۸ھ) السیرۃ النبویۃ تحقیق مصطفیٰ القاء، ن، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط، الثانیۃ۔
۴۲۔ ندوی، سید ابوالحسن علی، مولانا، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب، مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی نمبر (۱۱)۔
۴۳۔ ابونعیم، حافظ، احمد بن عبداللہ، حلیۃ الاولیاء دارالکتب علمیہ، بیروت، ط ۱۹۸۸ء۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تذکرۂ مؤلف

شوکت علی شوکانی تحصیل ظفروال ضلع ناروال جو پہلے ضلع سیالکوٹ کی تحصیل ہوا کرتی تھی اس کے گاؤں بولا باجوہ میں 22 جون 1968ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز مقامی مسجد میں قرآن مجید سے کیا، حافظ امان اللہ رحمہ اللہ سے قراءت و تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھا اور کچھ حصہ زبانی یاد کیا اور اسی دوران گورنمنٹ پرائمری سکول گھلے باجوہ سے پانچویں تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دینی تعلیم کے لیے جامعہ رحمانیہ/جامعہ لاہور الاسلامیہ لاہور میں داخل ہو گئے۔ وہاں بڑے ممتاز اور متبحر اساتذہ شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ اور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ جیسے علماء کے زیرِ سایہ شرفِ تلمیذ اور تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد عالم اسلام کی مایہ ناز درس گاہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں آ گئے۔ یہاں چھ سال تک عربی زبان وادب اور علوم شریعہ کی تحصیل کے بعد جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں آ کر حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ، مولانا عبدالحمید ہزاروی اور حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ سے صحیح بخاری و صحیح مسلم اور ہدایہ کا درس لیا اور یہیں سے درس نظامی کی سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد جدید عصری علوم کی تحصیل کے لیے کالجز اور یونیورسٹیز کا رُخ کیا، جس کی تفصیل یوں ہے:

درسِ نظامی	جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ
وفاق المدارس	جامعہ سلفیہ فیصل آباد
فاضل عربی	سرگودھا BISE
M.A	پنجاب یونیورسٹی لاہور
B.Ed	AIOU اسلام آباد
D.H.M.S	علامہ اقبال میڈیکل کالج، سیالکوٹ
R.H.M.P	نیشنل کونسل فارما ہومیوپیتھک، اسلام آباد
M.Phil	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حصول تعلیم کے بعد محکمہ تعلیم حکومت پنجاب میں بطور عربی ٹیچر اور بعد میں SST سروس اختیار کر لی اور مختلف ہائی سکولز GHS سنکھترہ، GHS دھم تھل اور GHS نونار میں اپنے تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران محکمہ نے ان کا تقرر ''ملاں چک'' سکول میں بطور ہیڈ ماسٹر کر دیا جس کو بڑی خوش اسلوبی اور کامیابی کے ساتھ چلایا، لیکن عرصہ دو سال بعد تبلیغی، تصنیفی اور تالیفی حرج کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا۔ علاقے میں ان کی سعی جمیلہ کی بدولت مساجد کی تعمیر، ان میں خطبات و دروس اور دعوت و ارشاد کا عمل، جماعت کے دینی دفاتر اور اداروں کے قیام کے علاوہ ہزاروں طلبا ان کا صدقہ جاریہ ہیں۔ گورنمنٹ سروس کے ساتھ ساتھ ''طیبہ ہومیو پیتھک میڈیکل ریسرچ سنٹر اینڈ کلینک'' کو بھی سپروائز کرتے ہیں جہاں اندرون اور بیرون ملک سے آنے والے مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔

تالیفات:

۱۔ اسلام اور جدید میڈیکل سائنس

۲۔ میرا کلینک

۳۔ منہجِ دعوتِ نبوی ﷺ (شخصی کردار کی اہمیت و تاثیر)

۴۔ طلاق ثلاثہ میں فقہائے اربعہ اور جدید مجتہدین (زیر طبع)

۵۔ شمائل ترمذی میں امام ترمذی رحمہ اللہ کا منہج و اسلوب (زیر طبع)

۶۔ قرآن مجید کی بعض مشکل آیات میں قدیم اور جدید مفسرین کا اسلوب و منہج (زیر طبع)

۷۔ مقالاتِ شوکانی (زیر طبع)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

مصنف کی دیگر کتب

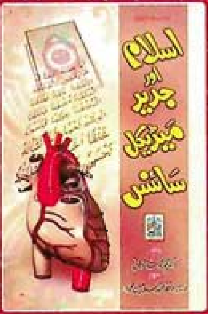

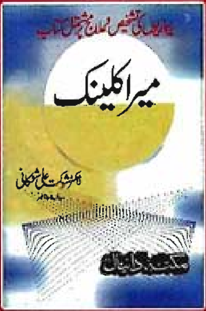

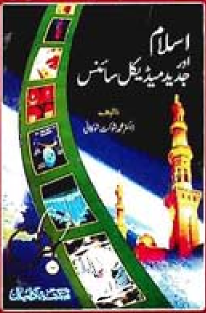

ناشر

المکتبة الإسلامية

غلہ منڈی دھم تھل ظفروال ضلع نارووال

0345-6694758   0300-7529196